ملفوظات شاہ عبدالعزیزؒ

(اردو ترجمہ مع حواشی)

سوانح حیات وکمالات ومجربات عزیزی

پیش لفظ:- ڈاکٹر سید معین الحق
جنرل سیکرٹری پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

مترجمین:- مولوی محمد علی لطفی
مفتی انتظام اللہ شہابی

پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمیٹڈ

۱۲- میری روڈ - کراچی

سن ۱۹۶۰ء

سال طباعت ــــــــــ ۱۹۶۰ء

باراول ــــــــــ ۲۰۰۰

مطبع ــــــــــ مشہور پریس

قیمت ــــــــــ مجلد Rs 30.00

پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمیٹڈ

۱۲۔ میری روڈ۔ کراچی ۳

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	پیش لفظ	۵
۲	حیات شاہ عبدالعزیزؒ	۸
۳	سنہ ولادت تعلیم و تربیت	۸
۴	تقریر و خطابت	۱۵
۵	درس و تدریس اور طلبا کے ساتھ برتاؤ	۱۶
۶	عہد عزیزی میں دہلی کی تعلیمی حالت	۱۸
۷	نصرانیوں سے مناظرہ	۱۹
۸	شاہ عبدالعزیزؒ کی اصلاحی و تبلیغی مساعی	۲۰
۹	قرآن کا درس	۲۲
۱۰	اخلاق و عادات	۲۳
۱۱	جذبۂ جہاد	۲۳
۱۲	انگریزی حکومت کی بابت شاہ صاحب کا نظریہ	۲۴
۱۳	سکھوں کی چیرہ دستیاں	۲۶
۱۴	حق گوئی	۲۸
۱۵	شاہ عبدالعزیزؒ کی تصنیفات	۳۰
۱۶	تحفہ اثنا عشریہ	۳۱
۱۷	وفات	۳۴
۱۸	ملفوظات	۳۶
۱۹	امرا اور شاہ صاحب	۴۰
۲۰	خرق عادات و کرامات اولیاء	۴۵
۲۱	ذکر مباحثہ سید علی ہمدانی	۵۰
۲۲	ذکر چہار اقسام توجہ	۵۶
۲۳	طریق نذر اصحاب کہف	۵۸
۲۴	معنی جذب و سلوک	۵۹
۲۵	وظیفہ برائے کشف ظاہر و باطن	۶۲
۲۶	ذکر ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ بزبان عربی	۷۰
۲۷	بیان وجہ چار خانوادہ	۹۲
۲۸	قصہ مولانا رومؒ و شمس تبریزؒ	۱۳۸
۲۹	راجہ بھوج اور معجزہ شق قمر	۱۶۷
۳۰	تعبیرہائے خواب	۱۶۷
۳۱	کرامت صاحب دلائل الخیرات	۱۸۰
۳۲	مسئلہ امامت نساء	۱۸۳
۳۳	بیان تجلیات الٰہی	۱۹۷
۳۴	ذکر توصیف مذاہب اربعہ	۲۱۳
	کمالات عزیزی	
۳۵	مباحثہ	۲۲۵
۳۶	مسائل (استفسار و جوابات)	۲۳۲
	مجربات عزیزی	
۳۷	برائے کشائش ظاہری و باطنی	۲۵۳
۳۸	دانت و سر اور ریاحی درد	۲۵۳
۳۹	برائے بیماری مسان	۲۵۴
۴۰	رات میں بیدار رہنے کے لئے	۲۵۴
۴۱	برائے خوف حاکم	۲۵۵
۴۲	برائے شفائے مریض	۲۵۵
۴۳	برائے دفع سحر و حفاظت چیچک	۲۵۵
۴۴	برائے حفاظت از غرق و آتش زدگی	۲۵۶
۴۵	نماز برائے قضائے حاجت	۲۵۶
۴۶	عمل برائے آسیب زدہ	۲۵۷
۴۷	عمل برائے عقیمہ (بانجھ)	۲۵۷
۴۸	برائے اسقاط جنین	۲۵۷
۴۹	برائے درد زہ	۲۵۸
۵۰	عمل بچوں کے زندہ رہنے کا	۲۵۸
۵۱	برائے فرزند نرینہ	۲۵۸
۵۲	برائے مسحور	۲۵۸
۵۳	برائے گم شدہ	۲۵۸
۵۴	برائے بردہ گم گریختہ	۲۵۹
۵۵	طریقہ استخارہ	۲۵۹
۵۶	برائے تپ	۲۶۰
۵۷	برائے خنازیر	۲۶۰
۵۸	برائے سرخ بادہ	۲۶۰
۵۹	برائے ضعف بصر	۲۶۰
۶۰	برائے صرع (مرگی)	۲۶۰

دیباچہ

(از مترجمین)

دنیا کسی وقت بھی مشائخ و علماء حق سے خالی نہیں رہی۔ یہ مقدس ہستیاں اپنی تبلیغی مساعی اور اظہار حق کی جد و جہد میں ہمیشہ سرگرم رہیں، ان کی گرمی عمل کبھی زبانی پند و وعظ کی صورت میں اور کبھی تصنیف و تالیف کی شکل میں جاری رہی۔ برصغیر میں اس قسم کا سب سے پہلا مجموعہ ملفوظات فوائد الفواد ہے جس میں حضرت نظام الدین اولیاؒ کے اقوال ان کے مرید میر حسن نے جمع کئے ہیں۔ ملفوظات شاہ عبد العزیز بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ شاہ صاحب نے اپنے مریدین و حاضرین کی اصلاح اور ان کے استفسارات کے جوابات میں جو کچھ فرمایا، کسی مرید نے افادہ خلق کے پیش نظر ان اقوال کو کتابی شکل میں محفوظ کر لیا جو ملفوظات شاہ عبد العزیز کے نام سے مشہور ہوا۔

یہ ملفوظات کسی خاص موضوع سے متعلق نہیں۔ کہیں نکاح و طلاق کے احکام ہیں تو کہیں صوم و صلوٰۃ پر بحث ہے۔ کہیں علم و عمل سے متعلق مسائل بیان کئے ہیں تو کہیں بیعت و ارادت پر گفتگو ہے۔ غرضکہ ملفوظات میں گوناگوں مسائل و احکام زیر بحث آتے ہیں۔ بعض مقامات قابل توجہ ہیں۔ کہیں کہیں موضوع اور ضعیف روایات سے استدلال کیا گیا ہے۔ شاہ صاحب کی ممتاز شخصیت اور علمی حیثیت بالخصوص علم حدیث پر عبور اور مہارت کے پیش نظر یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ یہ شاہ صاحب کے ملفوظات کا جزو ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جامع ملفوظات نے مکمل احتیاط سے کام نہیں لیا یا یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی قول کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکا۔ بہرحال ہم نے چند عبارتوں کو یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ کسی طرح بھی ملفوظات کا جزو نہیں ہو سکتیں ترجمہ کرنے میں حذف کر دیا ہے۔

افسوس کہ اس کے فاضل مترجم نے اپنی ذمہ داری کو محسوس نہیں کیا۔ ترجمہ میں بعض مقامات پر عبارتیں چھوٹ گئیں۔ کہیں کہیں ان سے تاریخی اور واقعاتی غلطیاں بھی ہو گئی ہیں اور بعض جگہ تو ترجمہ میں مطلب کچھ کا کچھ ہو گیا۔ اس قسم کی بے شمار غلطیوں اور فرو گزاشتوں کی وجہ سے کتاب کی افادیت کم ہو گئی اور از سر نو ترجمہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

ہم نے حتی الامکان اس امر کی کوشش کی ہے کہ اس قسم کی فاش غلطیوں سے کتاب کو پاک کر دیا جائے نیز کہیں کہیں تشریحی نوٹ بھی دیئے گئے ہیں جس سے کتاب کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔

سابق ترجمہ کی جملہ غلطیوں کو لکھنے کا یہ موقع نہیں لیکن ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ بطور نمونہ مشتے از خروارے چند غلطیوں کو ایک نقشہ کی صورت میں پیش کر دیا ہے، تاکہ قارئین کرام جدید ترجمہ کی ضرورت اور اس کی خصوصیت کا اندازہ کر سکیں۔

کوئی مصنف یا مترجم یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کا لکھا ہوا عیوب و نقائص سے بالکل پاک و صاف ہے اگر قارئین کرام کی نظر کسی فرو گزاشت پر پڑے تو اس کو در گزر فرمائیں کہ

والعذر عند کرام الناس مقبول

پیش لفظ

از جناب ڈاکٹر سید معین الحق صاحب ایم اے پی ایچ ڈی

عالمگیر کی وفات (۱۷۰۷ء) ہماری تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہیں سے
مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کے دور انحطاط کا آغاز ہوتا ہے اور چند ہی سال بعد اس کا اثر زندگی کے ہر
شعبہ پر نمایاں طور پر نظر آنے لگتا ہے۔ معاشرہ کی بنیادی اقدار متزلزل ہونے لگتی ہیں اور پوری قوم انتشار
اور بدنظمی کا شکار ہو جاتی ہے۔ دور انحطاط کی زبوں حالی اور بگڑتے ہوئے حالات کے خطرناک نتائج کو جس
کی دوربیں نگاہ نے سب سے پہلے دیکھا، وہ شاہ ولی اللہ کی ذات ستودہ صفات تھی، وہ صرف عالم باعمل
اور صوفی باصفا ہی نہیں تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا سب سے بڑا کارنامہ وہ اصلاحی کوشش تھی جو موصوف نے
مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کی اصلاح اور تنظیم کے سلسلہ میں انجام دی۔

۱۷۶۱ء میں پانی پت کے میدان میں اسلامی حکومت کے سب سے قوی اور خطرناک دشمن مرہٹوں
کے خلاف مسلمانوں کے مختلف سرداروں اور طبقوں کا ایک جھنڈے کے نیچے آکر لڑنا اور مرہٹہ پیشوا کے ہندو بادشاہی کے
خواب کو خاک میں ملا دینا درحقیقت شاہ صاحب ہی کی فراست اور قیادت کا نتیجہ تھا۔ شاہ صاحب کی وفات کے بعد
آپ کے صاحبزادوں بالخصوص سب سے بڑے صاحبزادے شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے والد کی اصلاحی کوششوں کا سلسلہ
جاری رکھا اور درس و تدریس اور روحانی تربیت پر زیادہ توجہ دی اور اپنے بعد ایسے شاگرد اور مرید چھوڑ گئے جنہوں نے
آزادی ہند و پاکستان کی طویل جنگ اور معاشرہ کی اصلاح کے راستہ میں گراں قدر قربانیاں دیں۔ سید احمد شہید،
شاہ محمد اسمٰعیل، مولوی عبدالحی اور علامہ فضل حق کے کارنامے اور جانبازی کے واقعات ہماری تاریخ میں زریں حروف
سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ ان سب حضرات کی تربیت شاہ عبدالعزیزؒ ہی کے زیر سایہ ہوئی تھی اور ان ہی کی

صحبت نے ان کو کندن بنا دیا تھا۔

شاہ عبدالعزیز کے کارناموں کی اہمیت کا اندازہ ہم ان کے دو اہم اور تاریخی فتووں سے لگا سکتے ہیں ۱۸۰۳ء میں دہلی پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط قائم ہوا۔ اس وقت مسلمانوں کے لئے انگریزی تعلیم کا مسئلہ بہت اہم ہو گیا تھا عام طور پر اس کو لوگ دین کے خلاف سمجھتے تھے، لیکن شاہ صاحب نے اس کے جواز میں فیصلہ دیا، لیکن جب انگریزی حکام نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ اسلامی احکام کی پابندی اور ان پر عمل کرنا مشکل نظر آنے لگا اور یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ اسلامی معاشرہ کی حیثیت بہت جلد ختم ہو جائے گی تو آپ نے کمپنی کے زیر حکومت علاقہ کو دارالحرب قرار دیدیا، انیسویں صدی کے ربع اول میں یہ جرأت مندانہ فیصلہ معمولی بات نہ تھی، تاریخی واقعات کا بغور مطالعہ کرنے سے ان دونوں فتووں کے دیرپا اور دور رس نتائج صاف طور پر نظر آجاتے ہیں، انگریزی حکومت کے خلاف علماء کے جہاد کا سلسلہ یہیں سے شروع ہوتا ہے، ایک طبقہ نے جہاد بالقلم اور دوسرے نے جہاد بالسیف کو اختیار کیا، پہلے گروہ نے عیسائی مشنریوں کی چیرہ دستیوں کا مقابلہ تحریر اور تقریر کے ذریعہ کیا اور دوسرے گروہ نے سکھوں اور انگریزوں کے خلاف کھلے میدان میں جنگ کی اور دین اور قوم کی خاطر شہادت سے سرفراز ہوئے ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

شاہ عبدالعزیز کی جامعیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ صرف ایک عالم متبحر، مفسر، محدث، فقیہہ اور معلم ہی نہیں تھے بلکہ اپنی سحر بیانی اور عربی فارسی پر کمالِ قدرت کے لئے بھی مشہور تھے۔ اس کے علاوہ اپنے عہد کے معلم اور عظیم قومی رہنما تھے۔ آپ کا شمار اپنے عہد کے نامور مشائخ میں تھا، اکناف و اطراف ہند و پاکستان سے لوگ دہلی آتے اور آپ سے تحصیل علم و اکتساب فیض کے بعد اپنے اپنے مقامات پر پہنچ کر درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے۔

شاہ عبدالعزیز کی گرانقدر تصنیفات میں تحفہ اثنا عشریہ، بستان المحدثین، عجالہ نافعہ، تفسیر عزیزی، فتاویٰ عزیزی اور ملفوظاتِ عزیزی شہرت دوام کا درجہ رکھتی ہیں۔ آخر الذکر ملفوظاتِ عزیزی شاہ صاحب کے ان ارشادات کا مجموعہ ہے جو آپ نے وقتاً فوقتاً مجالس ارشاد و ہدایت میں بیان فرمائے، صوفیا اور مشائخ کا یہ معمول رہا ہے کہ مریدین و حاضرین کی ہدایت و تربیت کے لئے وہ مختلف مسائل پر گفتگو کرتے اور اپنے خیالات

کا اظہار فرماتے تھے۔ حاضرین میں سے کوئی سوال کرتا تو شیخ اس کا جواب دیتا یا کبھی شیخ خود ہی مسئلہ کو ضروری سمجھتے ہوتے اس کی بابت کچھ کہتا تھا، اس گفتگو کے مجموعہ کو مریدین میں سے کوئی قلمبند کر لیتا تھا، صوفیاء و مشائخ کے ارشادات و ہدایات کے اکثر مجموعہ اسی صورت سے قلمبند ہوتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے ملفوظات بھی اسی طرح سے آپ کے ایک مرید نے جمع کئے جو دہلی سے باہر کے رہنے والے تھے، افسوس کہ جامع کا نام نہ معلوم ہو سکا۔ جامع ملفوظات نے ۷ رجب ۱۲۳۳ھ سے شاہ صاحب کے ملفوظات قلمبند کئے ہیں۔ شاہ صاحب کا یہ آخری زمانہ حیات تھا، یہ ملفوظات مختلف معلومات کا بیش بہا ذخیرہ ہیں، شرعی احکامات، تاریخی واقعات، تحقیقی نکات اور علمی بیانات غرضیکہ گوناگوں نوادرات کا ایک مختصر مگر دلچسپ دائرۃ المعارف ہے۔ سب سے پہلے یہ کتاب ۱۳۱۴ھ ۱۸۹۶ء میں مطبع مجتبائی میرٹھ سے طبع ہوئی۔ دو سال بعد یعنی ۱۳۱۵ھ ۱۸۹۷ء میں مطبع ہاشمی میرٹھ کے مالک مولوی سراج الدین نے مولوی عظمت الٰہی ابن مولوی محمد ہاشم سے ملفوظات کا اردو ترجمہ کرا کے طبع و شائع کیا۔ اس میں ترجمہ کی بے شمار غلطیاں ہیں اور اکثر عبارتیں کی عبارتیں ترجمے سے چھوٹ گئی ہیں۔ مدت سے یہ کتاب بھی نایاب تھی، اس کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر میری تحریک پر پاکستان پبلشرس لمیٹڈ نے ملفوظات شاہ عبدالعزیز کا صحیح اردو ترجمہ کرا کے شائع کرنا طے کیا ہے۔

ترجمہ و ترتیب کا کام مولوی محمد علی قریشی لطفی اور مفتی انتظام اللہ شہابی صاحب کے سپرد کیا گیا تھا مترجمین نے شاہ صاحب کے حالات و سوانح بڑی محنت اور تحقیق سے جمع کئے ہیں اور حسب ضرورت حواشی کا بھی اضافہ کیا ہے جس سے کتاب کی افادیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس کتاب کے آخر میں کمالات عزیزی کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ کمالات عزیزی بھی دراصل شاہ عبدالعزیز کے ارشادات کا ایک مختصر مجموعہ ہے جو ان کے مرید شیخ نواب مبارک علی میرٹھی نے مرتب کیا تھا، اور سب سے پہلے ۱۲۹۰ھ ۱۸۷۳ء میں مطبع ضیائی میرٹھ سے طبع ہوا تھا۔

کراچی
جون ۱۹۶۰ء

(ڈاکٹر) سید معین الحق
(جنرل سکریٹری و ڈائرکٹر آف ریسرچ
پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

(شاہ عبدالعزیزؒ کی مختصر سوانح حیات)

سنہ ولادت

شاہ عبدالعزیزؒ ۲۵ رمضان ۱۱۵۹ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے آپ کا نام عبدالعزیز رکھا۔ تاریخی نام غلام حلیم تھا۔

شاہ عبدالعزیز ہنوز طفلِ شیرخوار ہی تھے کہ آپ کی فراخ و کشادہ پیشانی سے عالمانہ شان و شوکت نمایاں تھی اور بصیرت افروز نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ آج کا یہ ہلال کل بدر کامل بن کر تمام دنیا کو منور کر دے گا۔

بالائے سرش ز ہوش مندی ٭ می تافت ستارۂ بلندی

تعلیم و تربیت

شاہ صاحب کا سن پانچ سال کا ہوا تو قرآن مجید پڑھنا شروع کیا، اور تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن اور اسلام کے ابتدائی مسائل و احکام کی تعلیم سے فراغت حاصل کرلی۔

آپ نہایت ذہین اور سلیم الطبع تھے۔ تحصیل علم کی طرف آپ کی طبیعت ابتدا ہی سے راغب تھی۔ شاہ ولی اللہ نے اپنے ارشد خلفاء مولینا شاہ محمد عاشق اور مولینا خواجہ امین اللہ کو آپ کی تعلیم و تربیت کیلئے خاص طور سے متعین و مامور فرما دیا تھا[1]۔ مولوی رحیم بخش اپنی کتاب حیات ولی میں تحریر فرماتے ہیں:۔

> تقریباً دو سال کے عرصہ میں آپ نے عربی کے مختلف فنون میں حیرت انگیز ترقی حاصل کی، اس وقت طبیعت میں ایسی جولانی اور تیزی پیدا ہوئی جس کی نظیر سے بڑے بڑے غواص بحر معانی کے حلقے خالی تھے[2]:۔

---

[1] دارالحکومت جلد دوم ص۵۰۵

[2] حیات ولی

تیرہ برس کی عمر میں کتب درسیات، صرف، نحو، فقہ، اصول فقہ، منطق، کلام، عقائد، ہندسہ، ہیئت اور ریاضی وغیرہ میں خاصی مہارت حاصل کرلی تھی۔[1]

شاہ عبدالعزیز صرف علوم نقلیہ کے ہی عالم نہ تھے۔ فنونِ عقلیہ میں بھی آپ کو بڑی دسترس حاصل تھی منقولات کے ساتھ ساتھ آپ نے معقولات کی بھی مشہور و متداول کتابیں باقاعدہ پڑھی تھیں اور ان میں بھی آپ دوسرے طلباء میں امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔ اپنے تینوں بھائیوں کو یہ کتابیں شاہ عبدالعزیز نے خود ہی پڑھائی تھیں۔

تذکرہ علمائے ہند میں آپ کے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:-

> بعمر پانزدہ سالگی بخدمت والد ماجد خود از تحصیل علوم عقلیہ و نقلیہ و تکمیل خفیہ و جلیہ فارغ شدہ۔[2]

---

[1] شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف میں اپنی معمولات درسی کتب کو بترتیب ذیل لکھا ہے۔

علم نحو میں	کافیہ		شرح جامی
منطق میں	شرح شمسیہ قطبی		
فلسفہ میں	شرح ہدایۃ الحکمۃ		
علم کلام میں	شرح عقائد نسفی مع خیالی		شرح مواقف
علم فقہ میں	شرح وقایہ		ہدایہ کامل
اصول فقہ میں	حسامی		توضیح تلویح
بلاغت میں	مختصر معانی		مطول
ہیئت و حساب میں	رسائل ہیئت		رسالہ حساب
تفسیر میں	مدارک		بیضاوی
حدیث میں	مشکوٰۃ	شمائل ترمذی	بخاری

کے علاوہ تصوف و سلوک میں عوارف المعارف رسائل نقشبندیہ شرح رباعیات جامی مقدمہ شرح لمعات اور مقدمہ نقد النصوص وغیرہ کتابیں بھی درس میں شامل تھیں۔

[2] تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۱۲۲

درسی کتب کی تحصیل سے فراغت کے بعد اپنے والد ماجد کی خدمت میں حدیث کے درس میں شریک ہوئے اور چند ہی روز میں آپ کی ذہانت و ذکاوت کا سکہ شرکاء درس کے ذہنوں پر جم گیا۔ اور بڑے بڑے دشوار مسائل حل کرنے کی وجہ سے آپ نے بہت جلد غیر معمولی شہرت حاصل کر لی ۵ ایں سعادت بزور بازو نیست

شاہ عبدالعزیزؒ خود تحریر فرماتے ہیں :-

حضرت والد ماجد از ہر یک فن شخصے تیار کردہ بودند، طالب ہر فن باوے می سپردند خود مشغول معارف گوئی و نویسی بودند و حدیث می خواندند، [۲]

فارسی زبان کا ادب

شاہ عبدالعزیز کے عہد طفولیت میں قصہ خوانی کا چرچا عام تھا۔ جامع مسجد کی سیڑھیوں پر نماز عشا کے بعد قصے سننے کی غرض سے بہت سے لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ اس مجمع میں عوام اور اعلیٰ طبقے کے لوگ بھی زبان سیکھنے کے لئے شریک ہوتے تھے۔ مرزا قتیل برسوں اس میں شریک ہوتے رہے۔ محمد شاہ کے عہد میں میر محمد تقی نے بوستان خیال جیسی ضخیم کتاب اسی مقصد کے تحت لکھی تھی، یہ امراء و رؤسا کی خاص مجلسوں میں پڑھی اور سنی جاتی تھی، شاہ عبدالعزیز بھی اس قسم کی مجلسوں میں حصہ لیتے تھے۔ اس کے علاوہ خود شاہ صاحب نے فارسی زبان پر قدرت حاصل کرنے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :-

"میرے والد ماجد کے مریدوں میں ایک عورت لاڈلی خانم تھی، ہم بچے تھے، ہم سب کو اس عورت سے بڑی محبت تھی۔ ہم اس کے پاس جاکر اس سے قصہ گوئی کی فرمائش کرتے تھے، فارسی گوئی دراصل ہم نے اس مغلانی سے سیکھی ہے [۲]

اردو زبان پر قدرت

شاہ صاحب کے عہد میں عام بول چال اردو زبان کافی مقبولیت حاصل کر چکی تھی۔ اس عہد کے مشہور شعراء خان آرزو، سودا، میر، مظہر اور درد وغیرہ

---

[۱] تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ صـ ۳۰۲

[۲] ملفوظات

اپنے کلام سے اردو کو مالا مال کر رہے تھے۔ سید ناصر نذیر فراق لال قلعہ کی ایک جھلک میں لکھتے ہیں:-

شاہ صاحب اپنے والد ماجد کے حکم کے بموجب اردو زبان سیکھنے کے لئے خواجہ میر درد کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور پوری توجہ سے خواجہ صاحب کی تقریر سنتے تھے۔ محاورات پر پوری نظر اور توجہ رکھتے تھے، شاہ ولی اللہؒ اپنے بچوں سے کہا کرتے تھے، جس طرح اصول حدیث اور اصول فقہ فن ہیں، اسی طرح اصول زبان بھی ایک فن ہے۔ اور اردو زبان کے موجد اور مجتہد خواجہ میر درد ہیں آپ کی صحبت کو اس فن کے واسطے غنیمت سمجھو کیوں کہ خواجہ صاحب چراغ سحری ہیں: [1]

شاہ عبدالعزیز کے بھائی شاہ عبدالقادر بھی میر درد کے شاگرد تھے۔

شاہ عبدالعزیز کی شہرت و فوقیت محض حدیث، تفسیر اور فقہ ہی میں نہ تھی، بلکہ اردو ادب میں بھی آپ کو امتیازی حیثیت اور قدرت حاصل تھی۔ جب شاہ نصیر اپنے شاگرد ذوق سے کچھ کبیدہ خاطر ہو گئے اور ان کے کلام کی اصلاح بند کر دی تو ذوق ہر جمعہ کو شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور آپ کے وعظ کو بڑی توجہ سے سنتے، کسی دوست نے اس حاضری کا سبب پوچھا تو ذوق نے کہا کہ استاد تو مجھ سے ناراض ہیں اور شعر و سخن میں اصلاح کرنا موقوف کر دیا ہے، اس لئے میں شاہ صاحب کے وعظ میں شریک ہوتا ہوں کیونکہ آپ کی اردو زبان دانی بھی شاہ نصیر سے کچھ کم نہیں۔ میں اس وعظ کی بدولت بہت سے محاورات سیکھ لیتا ہوں [2]

شیخ ابراہیم ذوق نے اکبر شاہ ثانی کی تعریف میں ایک بار قصیدہ لکھا اور شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کیا، شاہ صاحب نے دیکھ کر اس کو پڑھنے کی اجازت

---

[1] رود کوثر صفحہ ۵۶۷ پر بھی اس عبارت کو نقل کیا گیا ہے۔

[2] لال قلعہ کی ایک جھلک

دیدی، لیکن ولی عہد (ابوظفر بہادر شاہ) نے اسے پھر شاہ صاحب کی خدمت میں واپس کر دیا
شاہ صاحب نے اس پر مندرجہ ذیل شعر لکھ کر واپس کر دیا [۱]

بود نگفتہ من حرف اعتراض چناں
کسے بدیدۂ بینا فرو برد انگشت

عربی زبان پر عبور

شاہ عبدالعزیز کو عربی زبان سے بڑی دل چسپی تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم پر اس درجہ فریفتہ تھے کہ اکثر حدیث کی کتابیں مطالعہ میں رہتیں، عرب کے مشہور شعرا کے کلام پر بھی آپ کی نظر بہت وسیع تھی۔ عربی و فارسی کے متعدد شعرا کا کلام آپ کو برزبان تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو عربی و فارسی اور اردو کے..... ستر ہزار اشعار یاد تھے [۲] اور کبھی کبھی خود بھی شعر کہتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

میں عربی شعر پہلے کہا کرتا تھا، بیس پچیس سال سے ترک کر دیا ہے

عربی تصانیف تو ہمارے خاندان میں ہیں: [۳]

شاہ صاحب کے عربی منظوم مکتوبات کا مجموعہ کافی ضخیم ہے جو آپ نے اپنے عم محترم شاہ اہل اللہ کو ارسال کئے تھے، مجموعہ مکتوبات میں سے چند اشعار بطور نمونہ مشتے از خروارے موقعہ پر پیش کئے جائیں گے۔

عبرانی زبان سے واقفیت

عربی فارسی اور اردو کے علاوہ آپ عبرانی زبان بھی جانتے تھے چنانچہ آپ ملفوظات میں خود فرماتے ہیں:-

فاضلے از اکابر علما از تحقیق توریت بلسان عبرانی می کردم" [۴]

---

[۱] دیوان ذوق از آزاد صفحہ ۱۳ و آب حیات صفحہ ۲۵۳
[۲] حیات عزیزی صفحہ ۱۸
[۳] ملفوظات صفحہ ۲۸
[۴] ملفوظات صفحہ ۲۷

قرآن اور حدیث کی تعلیم

شاہ عبدالعزیز کو متعدد علوم وفنون پر کافی دسترس تھی، علوم نقلیہ اور فنونِ عقلیہ دونوں ہی آپ کی نظر میں یکساں تھے۔ لیکن طبیعت کا رجحان اور میلان حدیث نبوی کی طرف زیادہ تھا اور جو شغف شاہ صاحب کو علم حدیث کے ساتھ تھا وہ کسی دوسرے علم سے نہیں تھا۔ اسی لئے آپ نے اپنی عمر کا آخری اور بیشتر حصہ احادیث نبوی کی تحقیق وتدوین، اس کی اشاعت وتبلیغ کے لئے وقف کر دیا تھا اور اس خدمت کو وہ اپنی سب سے بڑی خدمت سمجھتے تھے۔

طالبانِ حق کی تلقین وارشاد کا بڑا حصہ اتباع اور احیائے سنت تھا اس طرف آپ شدت وتاکید کے ساتھ لوگوں کو توجہ دلاتے تھے، کلام الٰہی کی تفسیر اور احادیث نبوی کی روشنی میں اس کے معانی کی تشریح وتوضیح آپ کا مقصدِ حیات تھا۔ جیساکہ صاحب تذکرۂ علمائے ہند نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے:-

"بالجملہ وے جامع علوم بلکہ آیتے از آیات الٰہی بود۔ ہر انچہ در توصیفش خامہ وزبان بر طراز مشتے ست از خروارے واندکے ست از بسیارے"؛ [۱]

حافظہ ویادداشت

شاہ صاحب کا حافظہ غیر معمولی تھا۔ اپنے حافظہ کی بابت آپ ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں:-

"میں پانچ چھ سال کا تھا کہ والد ماجد نے ایک شخص کو مسئلہ بتایا جو شافعی مذہب کے مطابق نکلا"؛ [۲]

عہد طالب علمی میں جو کچھ لکھا پڑھا تھا، سب محفوظ تھا، اپنی تصنیف تحفہ اثنا عشریہ میں کتب اہل تشیع کے حوالجات عموماً حافظہ کی مدد سے لکھے ہیں۔ اور ایسے صحیح ہیں گویا کتابیں سامنے موجود

---

[۱] تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۱۲۲

[۲] ملفوظات صفحہ ۹۸

ہوں، اور ان کو دیکھ کر لکھے گئے ہوں۔

تعلیم و تدریس کے زمانہ میں استشہاد کے طور پر دوسری غیر درسی کتابوں کی طول طویل عبارتیں محض اپنی یادداشت پر لکھا دیا کرتے تھے، حافظہ کی یہ کیفیت آخر عمر تک رہی۔ علمی دقائق و نکات اس شان سے بیان فرماتے کہ سننے والے محو حیرت ہو جاتے۔ آپ کے فضل و کمال اور علمی شان و رفعت کی بابت آپ کے معاصر حضرت مولٰنا فضل امام خیر آبادی کے ان الفاظ سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے جو موصوف نے شاہ صاحب کی بابت اپنی کتاب تراجم فضلاء میں لکھے ہیں۔ چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی ابن شاہ ولی اللہ محدث در علم حدیث و فقہ و اصول و تمامی علوم عربیت خاصہ لغت شہرہ اند۔ در صغر سن حفظ کلام مجید کردہ۔ تجوید قرأت آموخت، و در سیزدہ سالگی از تحصیل علوم رسمی فراغت حاصل کردہ۔ چندگاہ بر مسند تدریس متمکن شدہ خلائق را با فاضہ علوم و اشاعت انوار احادیث بہرہ مند ساخت۔ مصنفات عالیہ مولوی صاحب برائے ہر کسے کہ اقتباس انوار معنوی و صحبت مولوی دریافتہ نمودہ دلیل روشن است از جملہ تصانیف متفقہ است در علم کلام و متنے در علم بدیع و بیان و معانی و از انجملہ تفسیر فارسی است[1]۔ . . . .

. . . . . . و ایں تفسیر در حالت بیماری و استیلائے ضعف کہ طاقت نوشتن نہ داشتند تصنیف فرمودند۔ از شاگردے کہ تازہ بشرف اسلام مشرف شدہ بود۔ فرمودند کہ انچہ گویم بنویس . . . . . . و از جملہ فوائد مولوی صاحب قصائد عربی است کہ جلالت شان آں قصائد ہر کسے کہ از

[1] تراجم الفضلاء مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

علم عربیت بہرہ واز محاورہ عرب آشنائی داشتہ باشد می تواند دریافت
کہ درچہ درجہ بلاغت واقع است ودر علم حدیث خود نظیر مولوی صاحب
در ہیچ جا نبودہ باشد..." لہ

تقریر و خطابت تقریر کی صلاحیت شاہ عبدالعزیزؒ میں اوائل عمر ہی سے موجود تھی طالب علمی کے عہد ہی سے آپ کی تقریر و خطابت کا اس قدر شہرہ تھا کہ دور دور سے طالبانِ علوم اور طالبان حق حاضر ہوتے، اندازِ تقریر ایسا دلچسپ اور موثر تھا کہ بڑے سے بڑے مسئلہ کو بآسانی حل فرماتے اور سننے والے مطمئن ہو کر واپس ہوتے۔

شاہ عبدالعزیز جہاں اور جس وقت موجود ہوتے مجلس وعظ و تبلیغ گرم رہتی لیکن خاص طور پر اہتمام کے ساتھ ہفتہ میں دو دن سہ شنبہ اور جمعہ کو مدرسے کوچہ چیلان میں محفلِ وعظ منعقد ہوتی جس میں سیکڑوں تشنگان علوم میلوں کا سفر کر کے بڑے شوق سے حاضر ہوتے۔ شاہ صاحب کی تقریر نہایت بلیغ اور موثر ہوتی۔ صاحب اتحاف النبلاء آپ کی تقریر کی صفت اس طرح بیان کرتے ہیں :-

"آپ کی تقریر میں بلا کا جادو تھا جس کا مخالف و موافق پر برابر اور یکساں اثر پڑتا تھا۔ آپ کی شیوا بیانی اور سلجھی ہوئی تقریر کی تمام ہندوستان میں دھوم تھی اور یہ بات تمام لوگوں میں مشہور تھی کہ شاہ عبدالعزیز نے وہ طرز اختیار کیا ہے کہ ان کی مجلس وعظ سے ہر مذہب و ملت کا شخص خوش ہو کر اٹھتا ہے۔ متعصب اور ہٹ دھرم لوگ بھی آپ کی بات بلا تردد تسلیم کرتے اور حسن تقریر کے آگے اطاعت کی گردنیں جھکا دیتے تھے۔ خواص و عوام مورد ملخ سے زیادہ تنگ ہوتے معترض پہنچتے مگر سوال نہ بن پڑتا۔ تقریر میں ہی جواب مل جاتا" ۲ھ

طرزِ بیان شاہ عبدالعزیز کا اندازِ بیان ایسا دل نشیں تھا کہ آپ کی مجلسِ وعظ سے

لہ دیکھو تراجم الفضلاء از علمائے پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی۔ کراچی، ص ۱۵ تا ۱۶

۲ھ اتحاف النبلاء، از نواب صدیق حسن خان

ہر شخص مطمئن ہو کر اٹھتا، مشکل سے مشکل مسئلہ کو اس خوبی سے حل فرماتے کہ پھر کوئی اشکال باقی نہ رہتا۔ دو تین واقعات مثال کے طور پر بیان کئے جاتے ہیں جس سے شاہ صاحب کے کمال کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے[1]۔

ایک مرتبہ عشرہ محرم کو آپ وعظ فرما رہے تھے۔ ہزاروں کا مجمع تھا۔ حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا کہ جب امام حسین اور یزید کا مقابلہ تھا تو حق تعالیٰ کس طرف تھا؟ شاہ صاحب نے فرمایا کہ حق تعالیٰ میزان عدل پر تھا۔ آخر کار یزید کے ظلم و تشدد پر حضرت امام حسین کا صبر غالب آیا۔

ایک دوسرے موقع پر ایک پادری نے شاہ صاحب سے عرض کیا کہ جب تمہارے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں، پھر اس نے پیغمبر کے نواسوں پر ظلم و تشدد ہوتا ہوا کیونکر گوارا کیا اور پیغمبر نے خدا سے فریاد کیوں نہ کی۔ اگر پیغمبر خدا سے فریاد کرتے تو خدا ضرور آپ کی فریاد کو سنتا شاہ صاحب نے فرمایا کہ پیغمبرؐ نے جب خدا سے فریاد کی تو خدا نے جواب دیا کہ اس وقت ہم کو اپنے بیٹے عیسیٰ کا صلیب پر چڑھایا جانا یاد آیا ہوا ہے۔ پیغمبرؐ خاموش ہو گئے۔ پادری، شاہ صاحب کا جواب سن کر شرمندہ ہوا۔

درس و تدریس اور طلباء کے ساتھ برتاؤ

شاہ صاحب طلباء کے ساتھ نہایت شفقت و محبت سے پیش آتے اور ان کا بہت خیال کرتے، ان کے سوالات و اعتراضات کو توجہ سے سنتے، پھر ان کے جوابات دلائل و براہین کی روشنی میں اس طرح دیتے کہ طلباء مطمئن ہو جاتے۔

طلباء کے طعام و قیام کے سلسلہ میں حتی الامکان ان کی امداد فرماتے، ان کی اخلاقی حالت پر بھی نظر کرم رکھتے۔

---

[1] کمالات عزیزی میں یہ واقعات موجود ہیں۔

آپ کے مخصوص تلامذہ میں سے مفتی صدرالدین خاں جب فارغ التحصیل ہوتے اور فکرِ معاش میں کلکتہ جانے کا ارادہ کیا تو شاہ صاحب نے ازراہِ شفقت مدرسہ کے مہتمم مولانا امین اللہ صاحب کو مندرجہ ذیل تعارفی مکتوب تحریر فرمایا: [۱]

"دریں ولا مولوی صدرالدین صاحب کہ از فضلائے نامدار ایں بلد ماہو لہ اند ودر اکثر فنون عقلی ونقلی از عربیت وادب واصول فقہ وکلام وہم فنون فارسی مہارت تام دارند واکثر مراجعت تحقیقات نفسیہ علوم درفقیر خانہ نمودہ اند ومہذ النسبت ارادت واتحاد بافقیر موروثی دارند وجد امجد ایشاں از فضلائے معتبر ومخلص اصحاب وتلامذہ درجناب حضرت والد ماجد فقیر بودند ...... عازم دارالامارت کلکتہ بتقریبات چند درچند اند انشاء اللہ ملاقات سامی خواہند نمود، مراعات مہمات مذکورہ درحسن تلقی واعزاز واکرام ایشاں ہما امکن مدنظر سامی باشد۔"

اسی طرح آپکے ارشد تلامذہ مولانا فضل حق خیرآبادی کے ساتھ کبھی تلطف وکرم کا ایک واقعہ حضرت غوث علی شاہ قلندر نے نقل کیا ہے کہ ایک بار شاہ صاحب کی خدمت میں، مولانا فضل امام، مولانا فضل حق اور میں حاضر تھا، مولانا فضل حق نے اپنا ایک قصیدہ شاہ صاحب کو سنایا۔ شاہ صاحب نے ایک جگہ ٹوکا، جس پر مولانا فضل حق نے شعراء عرب کے اشعار استشہاد میں پیش کئے۔ مولانا فضل امام نے بیٹے سے کہا پاس ادب! فضل حق نے کہا یہ تو ادبی گفتگو ہے[۲] اس پر شاہ صاحب نے فرمایا تم مجھ سے پوچھو، اس طرح آپ نے مولانا فضل حق کی حوصلہ افزائی فرمائی

---

[۱] اتحاف النبلاء ص ۲۶۱

[۲] تذکرہ غوثیہ۔

عہد عزیزی میں دہلی کی تعلیمی حالت

مغلیہ سلطنت کے دورِ انحطاط میں تعلیمی معیار بہت زیادہ بلند نہ تھا۔ مدارس میں عربی اور فارسی کی معمولی تعلیم دی جاتی تھی۔ فارسی کے نصاب کا اندازہ مندرجہ ذیل مروجہ کتابوں سے ہو سکتا ہے جو اس زمانہ میں عموماً زیر تعلیم تھیں۔[۱]

دستور الصبیان انشائے مادھورام انشائے فائق رقعات عالمگیری

گلستان ابو الفضل بہار دانش انوار سہیلی

سکندر نامہ ماقیمان یوسف زلیخا وغیرہ

عربی تعلیم کی حالت بھی قابلِ اطمینان نہیں تھی غازی الدین خاں کے مدرسہ میں شاہ فخر الدین رح عربی کی تعلیم دیتے تھے۔ مناقب فخریہ میں اس کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

در مدرسہ نواب غازی الدین خاں شاہ فخر مرحوم سکونت ورزیدند
و ارشاد و تدریس کہ اشتغال نمودند۔[۲]

عربی تعلیم کے سلسلہ میں تفسیر، حدیث فقہ پر زیادہ زور تھا اس کے علاوہ دوسرے فن کی کتابوں کے پڑھنے کا زیادہ رواج نہیں تھا۔

بعض لوگ تفسیر و حدیث اور فقہ کے علاوہ دوسرے علوم کو حاصل کرنا غیر مستحسن ہی نہیں بلکہ حرام سمجھتے تھے اور دوسرے علوم کے طلباء پر کفر کے فتوے تک دینے سے گریز نہیں کیا جاتا تھا۔

یہ معلوم کر کے تعجب ہو گا کہ اس ماحول میں ان علوم کے حاصل کرنے کی طرف توجہ اور

۱؎ ہندوستان کی قدیم درسگاہیں صفحہ ۱۲۴ و اسلامی نظام تعلیم کا ۱۴۰ سو سالہ مرقع

۲؎ مناقب فخریہ صفحہ ۲۱ نیز تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۴۶۴

دوسروں کو اس طرف راغب کرنا کیا جرأت مندانہ اقدام تھا اور یہ اقدام شاہ عبدالعزیز ہی نے کیا وہ خود بھی ان علوم و فنون کی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور اپنے نصاب میں بھی ان کو داخل کر لیا تھا جو طلباان علوم کی کتابوں کو پڑھنا چاہتے آپ وہ کتابیں خود پڑھاتے اور پوری توجہ اور سرگرمی سے پڑھاتے۔

مولوی محمد اسماعیل شہید نے فن ریاضی شاہ عبدالعزیز ہی سے حاصل کیا تھا۔ اور کتاب المسالک اور قانون مسعودی وغیرہ شاہ صاحب ہی سے پڑھی تھیں۔

نصرانیوں سے مناظرہ ہندوستان میں عیسائیوں سے مناظرہ کا سلسلہ عہد اکبری میں شروع ہوگیا تھا۔ اس عہد کے مشہور مناظر شیخ قطب الدین جالنسری، مولنا عبداللہ اور مولنا سعد اللہ خاں شمار ہوتے تھے، مناظروں کا سلسلہ متواتر جاری رہا۔ حتیٰکہ شاہ عبدالعزیز کے عہد میں مناظرہ نے باقاعدہ حیثیت اختیار کر لی تھی اور شاہ صاحب تبلیغی خدمت سمجھ کر اس میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔

شاہ صاحب سے پہلا مناظرہ دارالسلطنت دہلی کی جامع مسجد میں ایک عیسائی سے ہوا تھا۔ شاہ صاحب درس قرآن فرمارہے تھے کہ اثنائے درس میں ایک پادری نے شاہ صاحب سے کہا کہ پہلے میرے اعتراض کا جواب دیجئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا پوچھو کیا پوچھتے ہو۔

پادری نے کہا آپ کے پیغمبر صاحب زمین میں دفن کئے گئے اور ہمارے پیغمبر صاحب کو خدا نے آسمانوں پر جگہ دی، اس لئے رتبہ میں ہمارے پیغمبر صاحب تمہارے پیغمبر سے بڑے ہیں شاہ صاحب نے اس پادری سے جو کچھ فرمایا، اس کو مندرجہ ذیل دو شعروں میں ذکر کیا گیا ہے۔[۱]

کسے بگفت کہ عیسیٰ ز مصطفےٰ اعلیٰ است — کہ ایں بہ زیر زمین دفن او بادرج سما است
بگفتمش کہ نہ ایں حجت قوی باشد — حباب بر سر دریا گہر تہِ دریا است

---

[۱] دیکھو فرنگیوں کا جال صفحہ ۱۳۷

شاہ عبد العزیز کی اصلاحی و تبلیغی مساعی

شاہ صاحب نے اپنی تمام زندگی، تدریسی، تبلیغی اور اصلاحی کاموں میں صرف کی، ان کی درس و تدریس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ اصلاحی اور تبلیغی مساعی کا بڑا حصہ ان رسم و رواج کے استیصال کے لئے وقف تھا جو اسلام کی روح اور تعلیمات کے خلاف تھیں۔ اور بالخصوص مسلمانوں کے مختلف فرقوں خصوصاً اہل تشیع اور اہل سنت والجماعت کے مابین جو مخاصمت اور افتراق کی خلیج پیدا ہو گئی تھی اس کو پاٹنے کی آپ نے ہر ممکن کوشش فرماتی تاکہ مخالفین اسلام کا مقابلہ جملہ فرق مسلمین متفقہ طور پر کریں اور دشمن کو راہ پانے میں کامیابی نہ ہو۔ مسلمانان ہند کی دینی زندگی میں جو افتراق پیدا ہو گیا تھا اس کی نوعیت کا اندازہ لگانے کے لئے اس کے تاریخی پس منظر پر ایک طائرانہ نظر ڈالنا ضروری ہے۔

عہد اکبری کا دین الٰہی

شہنشاہ اکبر نے دین الٰہی کے نام سے جو مذہب جاری کیا تھا اس نے مسلمانوں کو نقصان عظیم پہنچایا تھا اور اسلامی خصوصیات کا برقرار رکھنا مشکل ہو گیا تھا دینی شعار اور قومی حمیت تقریباً مٹ چکی تھیں۔

ملا عبد القادر بدایونی نے اپنی کتاب منتخب التواریخ میں تحریر کیا ہے:۔

"تمام احکام و ہدایات اسلام خواہ وہ خاص ہوں یا عام سب میں شک و شبہ کیا جاتا تھا اور اکبری دربار میں ان کا مذاق اڑایا جاتا تھا"

اکبر نے ہندو رانیوں کے ڈولوں سے شاہی محلات کو زینت دی تھی۔ ہندو مسلم اتحاد کے نام پر اسلامی شعائر کو مٹانے کی کوشش کی گئی تھی جودھا بائی کا مندر آگرہ کے قلعہ میں آج بھی اکبر کی ان روایات کی یاد تازہ کرتا ہے۔ اکبر کی اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ ہندوؤں کے رسوم و تیوہار میں مسلمان بہ طیب خاطر حصہ لیتے تھے، عوام میں ہندوانہ رسم و رواج عام طور پر رائج ہو گئیں

تھیں۔ اکبری دور کی بدعات و رسومات کا یہ دور دورہ اس کے مرنے کے بعد کم تو ہو گیا لیکن اس کے بعض اثرات عالمگیر کے عہد تک باقی رہے۔ فرانسیسی سیاح برنیر کے مندرجہ ذیل الفاظ قابل غور ہیں۔

"میں نے عالمگیری دربار کو جیسا پر شوکت پایا۔ اسی قدر اس کے امراء کو
مذہب اسلام کی طرف سے ضعیف دیکھا، کوئی امیر ایسا نہیں جس کے ہاں
دس دس بارہ بارہ نجومی ملازم نہ ہوں جو کام وہ کرتا ہے جب تک نجومی
نہیں بتاتا اس کام کو وہ نہیں کرتا، میرے آقا کے ہاں جہاں میں ملازم ہوں
ایک درجن جوتشی اور نجومی ملازم ہیں"۔ ؎۱

مرزا حیرت نے لکھا ہے کہ جب عالمگیر جیسے دیندار و باشرع بادشاہ کے عہد حکومت میں یہ بدعات جاری تھیں تو اس کے کمزور جانشینوں کے عہد میں کیا حال ہوگا؟

عالمگیر کے بعد اسلام دشمن تحریک دوبارہ قوی ہونے لگی۔ چنانچہ محمد شاہ کے عہد میں دینی زندگی کا انحطاط بہت زیادہ بڑھ گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کے اخلاق اور خیالات نہایت پست ہو گئے۔

شہنشاہ اور امراء کی اخلاقی پستی کا اثر عوام پر بھی پڑا اور علمی۔ ادبی۔ دینی اور اخلاقی اصلاحات کے مراکز لہو ولعب کے اڈے بن گئے۔ بزرگوں کے مزارات پر عرس کے موقعہ پر اور دوسرے مقامات پر بھی عیاش طبع لوگ پہنچکر مخرب اخلاق حرکات کے مرتکب ہوتے تھے۔ ؎۲

غرضیکہ سیاسی زندگی کے انحطاط کے ساتھ عوام کی اخلاقی اور مذہبی حالت اتنی گر چکی تھی کہ اس کی اصلاح مشکل نظر آتی تھی معاشرہ تقریباً تباہ ہو چکا تھا اور اخلاقی قدریں کم تھیں۔ اس پُر آشوب اور پُر فتن دور میں اصلاح کے لئے جس نے قدم بڑھایا اور ان تمام بدعنوانیوں اور بدعملیوں کے

؎۱ واقعات دارالحکومت جلد اول ص ۳۸۱

؎۲ درگاہ قلی نے ۱۱۵۰ھ میں دہلی کا سفر کیا اور وہاں کے حالات لکھے جو مرقع دہلی کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے باشندگان دہلی کی پستی اخلاق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

استیصال کا بیڑا اٹھایا، وہ ذات شاہ عبد العزیز کی تھی، آپ نے اپنی ساری زندگی تبلیغی جدوجہد کے لئے وقف کردی تھی، آپ کی مسلسل اور انتھک کوششیں بہت جلد بار آور ہوئیں اور روز بروز لوگوں کے مذہبی اور اخلاقی حالات بہتر ہوتے گئے۔

شاہ عبد العزیز نے کچھ ہی عرصہ میں اس بگڑی ہوئی قوم کی کایا پلٹ دی۔ ان کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر جگہ مذہب اور دین کے چرچے اور محفلیں ہونے لگیں، نماز کے وقت مسجدوں میں جگہ نہیں ملتی تھی، جامع مسجد دہلی، باوجود اس کے کہ وہ اپنی وسعت میں آپ اپنی مثال ہے نمازیوں کی کثرت اور بے پناہ ہجوم کے لئے تنگ ہو جاتی تھی۔ بالخصوص، ماہ رمضان میں رنگ رنگ کی قندیلوں سے بقعہ نور بن جاتی تھی، اور ایسی رونق اور چہل پہل ہوتی جس کو دیکھ کر ایمان تازہ ہوتا تھا۔ جگہ جگہ یہ روح پرور نظارے، محلہ محلہ یہ مذہبی و اسلامی محفلوں اور مجلسوں کا انعقاد یہ سب کچھ حضرت شاہ عبد العزیز رح کی تبلیغی مساعی اور جدوجہد کا ثمرہ تھا۔ [۱]

قرآن کا درس

قرآن کے مطالعہ کی طرف قطعاً توجہ نہ تھی۔ وہ صرف بیماروں کی جھاڑ پھونک کے لئے کھولا جاتا تھا۔ قرآن سے بے توجہی کو دور کرنے اور لوگوں کو اس طرف رغبت دلانے اور شوق پیدا کرنے کے لئے قرآن کا ترجمہ شاہ ولی اللہ نے فارسی زبان میں کیا تھا بعد میں ان کے بیٹے شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین نے اردو زبان میں علیحدہ علیحدہ ترجمے کئے، ان تراجم کی وجہ سے لوگوں میں قرآن پڑھنے اور سمجھنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ شاہ عبد العزیز صاحب کی مسلسل کوششوں کا یہ اثر ہوا کہ کوئی گھر ایسا نہ تھا جہاں قرآن شریف کی تلاوت نہ ہوتی ہو اور یہ رجحان و میلان اس حد تک بڑھ گیا کہ بچوں کو پہلے قرآن کی تعلیم دلاتے تھے اور جابجا مسجدوں خانقاہوں میں تعلیم قرآن کے مکاتیب و مدارس قائم ہو گئے۔ آج تک یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ قرآن شریف کی طرف رغبت دلانے اور اس کی تعلیم کو عام کرنے میں شاہ صاحب کی

---

[۱] ملفوظات صفحہ ۹۸

تبلیغی مسائی کو بہت بڑا دخل ہے۔

اخلاق وعادات شاہ عبدالعزیز نے جس ماحول میں پرورش پائی تھی اس کا اثر آپ کی طبیعت پر غالب تھا، شاہ ولی اللہ اور ان کے شاگرد رشید شاہ محمد عاشق کی خدمت وصحبت میں آپ کا بچپن گزرا۔ آپ کی طبیعت میں شروع ہی سے امراء ورؤسا کی صحبتوں سے نفرت تھی، غرباء ومسکین سے آپ کو ہمدردی وخلوص تھا۔ آپ لہو ولعب سے محترز رہتے تھے۔ آپ نے فرمایا جب میری عمر چودہ[۱۴] سال کی تھی میں مزامیر نہیں سنتا تھا[۱]۔

غریبوں اور بیواؤں کی امداد، بیماروں کی عیادت وتیمارداری، مہمانوں کی انتہائی تواضع وخاطرداری، ہر ایک سے اخلاق، عاجزی، خندہ پیشانی سے پیش آنا، آپ کے اخلاق کی نمایاں خصوصیات تھیں، ایک موقع پر ملفوظات میں آپ فرماتے ہیں۔

"میں نجیب اللہ خاں کی عیادت کے لئے گیا تھا۔ اس کے پاس نوسو عالم رہتے تھے۔ تنخواہیں پانچ روپیہ سے پانسو روپیہ تک تھیں چاروں مذاہب کے چار قاضی اس کے دربار میں حاضر رہتے[۲]"

جذبۂ جہاد شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد مغلیہ حکومت کا وقار اور دبدبہ رعایا کے دلوں سے کم ہوتا گیا سکھ اور مرہٹوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا ملک میں ہر چہار طرف افراتفری پھیل گئی۔ عوام میں خوف وہراس، بے چینی اور بے اطمینانی پھیلنے لگی۔ امراء وحکام کی غفلت شعاری اور حکومت کے اس انتشار سے معاشرہ کی حالت برابر بگڑتی گئی۔

شاہ عبدالعزیز کے دادا شاہ عبدالرحیم نے نظام الملک آصف جاہ اول کو ایک مکتوب میں تمام حالات لکھ کر بھیجے اور اس کو جہاد کے لئے آمادہ کیا۔

---

[۱] ملفوظات صد۳۰

[۲] ملفوظات صد۱۵۲

اس فقیر کی خاطر عاطر پر یہ منکشف ہوا کہ عالم ملکوت میں یہ امر طے
شدہ ہے کہ کفار ذلیل وخوار ہوں اور کچھ زمانہ میں باغی رسوا و خراب
ہوں۔ اب اگر شوکت مآب آصف جاہ ان گمراہوں کی مخالفت میں
کمر ہمت باندھیں تو یہ سارے کارنامے ان سے منسوب ہوں گے، تمام
عالم ان کا مسخر ہوگا اور یہ کام رواج ملت اور ان کی دولت کے استحکام
کا باعث ہوگا۔ سعی قلیل سے بھی فائدہ جلیل ہوگا اور اگر آپ کوشش
نہ کریں گے تو بھی کفار حوادث سماوی سے ہلاک و مضمحل ہو جائیں گے

شاہ عبدالرحیم کے بعد ان کے بیٹے شاہ ولی اللہ نے مرہٹوں کی اس بڑھتی ہوئی طاقت کو اسلام کے لئے نہایت نقصان دہ سمجھ کر اس کو روکنے کی کوشش کی، آپ نے نجیب الدولہ کے ذریعہ احمد شاہ ابدالی کو بلوایا اور آپ ہی کے مشورہ پر ہند و پاکستان کے مسلمانوں نے ابدالی کی سرکردگی میں پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو شکست فاش دی۔ پنجاب اور شمال مغربی علاقوں میں مسلمانوں پر سکھوں کے ظلم و تشدد کی انتہا ہو چکی تھی شاہ عبدالعزیز کے شاگردوں نے ان کے خلاف جہاد کا بیڑا اٹھایا۔

انگریزی حکومت کی بابت شاہ صاحب کا نظریہ

شاہ عبدالعزیز کے زمانہ میں انگریز اپنا اثر و اقتدار قائم کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔ ہندوستانیوں کے لئے فوج میں بھرتی ہونے کا دروازہ کھلا ہوا تھا، دوسرے محکموں میں بھی ان کے لئے آسامیاں خالی تھیں۔ بہ ظاہر یہ رعایا پروری، غربا نوازی تھی، لیکن یہ باطن اسلام و مسلمانوں کی بیخ کنی کے سامان تھے۔ شاہ عبدالعزیز اور دیگر ارباب بصیرت نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی اس پالیسی کو سمجھ لیا تھا اور وہ

لہ اس خط کا اقتباس رود کوثر صفحہ ۵۱۱ میں موجود ہے۔

ان خطرات سے آگاہ تھے۔ شاہ صاحب کی تربیت کے زیر اثر بہت سے مشائخ اور علماء انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کی ضرورت محسوس کرنے لگے تھے۔

اسی زمانہ میں شاہ صاحب کے پاس ایک استفتا پیش ہوا۔ جس میں شاہ صاحب سے انگریزوں کی ملازمت کے بارے میں استفسار کیا گیا تھا۔ شاہ صاحب نے اس استفسار کا جو جواب دیا ہے اس سے شاہ صاحب کے تبحر علمی اور دقت نظر کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ فتوے کی عبارت قابل غور ہے:۔

"نصاری بلکہ کافروں کی نوکری کتنی قسم کی ہے۔ بعض مباح بعض مستحب بعض حرام بعض مکروہ اور بعض کبیرہ مفضی الی الکفر۔

اگر کافر کسی مسلمان کو نیک رسموں کو پھیلانے اور اچھے کاموں کے انجام دینے کے لئے نوکر رکھے تو یہ نوکری جائز ہے۔ جیسے چوروں اور رہزنوں کو ختم کرنے کے لئے شریعت کے مطابق فتویٰ دینے، پل سرائے وغیرہ بنوانے کے لئے نوکری کرنا مستحب ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خزانوں کے انتظام کی نوکری کی اور عدل و انصاف کرنے کے لئے درخواست کی یا حضرت موسیٰ کی والدہ نے حضرت موسیٰ کو دودھ پلانے کی نوکری قبول فرمائی تھی۔

اگر بُری رسمیں اور بُری چیزیں نوکری میں نظر آتیں مثلاً سپہ گری خدمت گاری، منشی گیری میں ظلم کی امداد کرنی پڑے، یا تعظیم و تکریم کے لئے بار بار اٹھنے میں ذلت معلوم ہو یہ نوکری حرام ہے اور جب نوکری میں مسلمانوں کو قتل اور ریاست کو درہم برہم کرنے یا کفر کو رواج دینے یا دین میں عیب نکالنے کا فرض انجام دینا ہو تو یہ ایسا بڑا گناہ ہے جو کفر کی سرحد کے قریب لے جاتا ہے[1]"

---

[1] دیکھو فرنگیوں کا جال صفحہ ۱۳۶ دیکھو فتاویٰ عزیزیہ جلد دوم صفحہ ۱۱۹

سکھوں کی چیرہ دستیاں

سکھ جماعت نے گرو گوبند کے زمانہ میں اپنی سیاسی تنظیم کی، سیر المتاخرین میں ہے [۱]

گرو گوبند نے اپنے باپ تیغ بہادر کی جگہ بیٹھ کر اپنے فرقہ کے پراگندہ ومنتشر افراد کو آہستہ آہستہ اکٹھا کر لیا، اور سامان جنگ، گھوڑے، اسلحہ وغیرہ فراہم کرنا شروع کیا اور جماعت کے مخصوص افراد اور اپنے خاص خاص چیلوں اور معتقدین کو تقسیم کر دیا۔ اس طرح رفتہ رفتہ اس نے سر اٹھانا شروع کیا۔"

لیکن بہت جلد سکھوں نے اپنی قوت کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا اور قرب و جوار کے علاقہ میں لوٹ مار قتل وغارت اور فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا۔ صاحب سیر المتاخرین کہتا ہے:۔

"اہل اسلام کے گاؤں اور آبادیوں پر جہاں بھی موقع ملتا چڑھائی کر دیتا تھا۔ قتل عام کرتا۔ عورتوں اور بچوں تک کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا تھا۔" [۲]

سکھوں کی اس تشدد آمیز پالیسی اور مظالم سے لوگ تنگ آ چکے تھے، شاہ صاحب نے سکھوں کے اس ظالمانہ اور وحشیانہ طریقہ پر خاص توجہ دی۔

اس سلسلہ میں اپنے عم محترم حضرت شاہ اہل اللہ کو عربی زبان میں چند خطوط تحریر فرمائے ان خطوط کے منظوم حصہ کے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل کرتے ہیں:۔

---

[۱] سیر المتاخرین ص۴۰۲

[۲] سیر المتاخرین ص۴۰۳

عربی	اردو ترجمہ
جزی اللہ عنا قوم سکھ و مرہٹ	اللہ تعالیٰ سکھ اور مرہٹوں کو ہماری طرف سے مزہ چکھاتے
عقوبۃ شر عاجلاً غیر آجل	بہت برا مزہ بہت جلد بلا تاخیر و مہلت کے
وقد قتلوا جماً کثیراً من الوری	ان شریروں نے اللہ کی بہت سی مخلوق کو شہید کر ڈالا
وقد اوجعوا فی اہل شاء وجاہل	اور غریب گڈریوں تک کو اپنے ظلم وستم سے ستایا
لہم کل عام ہبۃ فی بلادنا	ہر سال یہ ہماری بستیوں اور شہروں پر چڑھائی کرتے ہیں
یغوضون فینا بالضحیٰ والاصائل	اور ہم پر صبح وشام حملہ کرتے رہتے ہیں۔
فہل ہہنا من معاذ بعائذ	آیا کوئی پناہ گزینوں کے لئے پناہ گاہ ہے؟
وہل من مغیث یتق اللہ عادل	اور آیا فریادی کے لئے کوئی فریاد رس ہے جس کے دل میں خوف خدا اور انصاف ہو۔

ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں :۔

انفاہم اللہ عن ہذا البلاد بأنہم	اللہ تعالیٰ اس ملک سے ان کو ناپید فرماتے
شر الاعادی وہم من جنۃ غول	یہ بدترین دشمن ہیں اور غول بیابانی ہیں
فوضت امری وامر الناس جمعہم	میں اپنا اور لوگوں کا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں
الی اللہ وان الحفظ مامون	اس امید پر کہ وہ ہماری حفاظت کرے گا

تیسرے خط کے چند اشعار مندرجہ ذیل لکھے جاتے ہیں:۔

ثم ان البلاد فتاسن لک	پھر معلوم ہو کہ ملک تباہ و برباد ہو رہا ہے
عن ایادی المشوم والظلم	ظالموں اور بد معاشوں کے ہاتھ سے
غیر خاف علیک ما صنعت	آپ پر غالباً یہ مخفی نہ ہوگا جو کچھ قوم سکھ
قوم سکھ کانت التوشام[۱]	نے کیا ہے جو نشان نحوست ہیں۔

حق گوئی شاہ عبدالعزیز نے جہاں وعظ و تذکیر سے اسلام کی تبلیغی خدمات انجام دیں وہاں آپ نے قلم و تحریر سے بھی کام لیا۔ آپ کی متعدد گراں قدر تصانیف محض تبلیغی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہیں۔ تصنیفات کے عنوان میں ہم اس پر مفصل بحث کریں گے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ شاہ صاحب کو تحریری تبلیغ کے سلسلہ میں بھی کافی دقتیں اور صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ شاہ[۲] عبدالعزیز اور ان کے برادر خورد شاہ رفیع الدین دونوں کو شہر بدر کیا گیا۔ اگرچہ شاہ صاحب اس زمانہ میں علیل تھے۔ لیکن حکام نے اس کی بھی رعایت نہیں کی۔ سواری تک آپ کے لئے فراہم نہیں کی گئی، مستورات اور بچے بھی ہمراہ تھے، شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین کے لئے خاص کر پیدل سفر کرنے کا حکم تھا۔ امیر شاہ خاں کی روایت کے مطابق شاہ عبدالعزیز کے جسم پر چھپکلی کا ابٹن ملوایا گیا تھا جس سے چھالے نکل آئے تھے اور سیاہ داغ نمودار ہو گئے تھے۔ گرمی کے ایام، دونوں بزرگ پا برہنہ، پا پیادہ، بحالت مرض، میل دو میل نہیں، دلّی سے جونپور تک کی طویل مسافت، کس صعوبت و تکلیف سے طے

---

[۱] یہ لفظ مسخ شدہ ہے۔ ترجمہ سیاق و سباق کی مناسبت سے کیا گیا ہے۔

[۲] ... نجف خان کے حکم سے شاہ صاحب دہلی سے بدر کئے گئے

ہوئی۔ راستہ کی ان تکالیف سے شاہ صاحب کی بینائی بھی جاتی رہی تھی [1]

جونپور سے واپسی

شاہ صاحب جلا وطنی کے ایام پورے فرمانے کے بعد پھر دہلی واپس تشریف لائے اس عرصہ میں دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہوچکا تھا۔ ریذیڈنٹ کی حکومت تھی بادشاہ کا اثر و اقتدار ختم ہوچکا تھا۔ اکثر ریاستیں انگریزوں کے اقتدار کے آگے سر تسلیم خم کرچکی تھیں، راجے مہاراجے تملق و چاپلوسی میں لگے ہوتے تھے اور اسی میں اپنی بقا و قیام محفوظ سمجھتے تھے۔

شاہ عبدالعزیز سے مسلمانوں کی یہ حالت زار نہ دیکھی گئی۔ آپ نے عزم کرلیا کہ مسلمانوں کو اس ذلت سے نجات دلانا چاہیے اور سمجھ لیا کہ اس کے لئے نہایت جاں فشانی اور تن دہی سے کام کرنا ہوگا۔

سب سے پہلا کام جو آپ نے انجام دیا وہ یہ تھا کہ آپ نے ان تمام مقامات کو دارالحرب قرار دیدیا جہاں جہاں شعائر اسلام کی بے حرمتی کی جارہی تھی۔

شاہ صاحب کے فتوے دارالحرب کا کچھ اقتباس ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:۔

> "یہاں رؤسا نصاریٰ کا حکم بلا دغدغہ اور بے دھڑک جاری ہے۔ ان کا حکم جاری اور نافذ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ملک داری اور بندوبست رعایا ... وغیرہ میں یہ لوگ بطور خود حاکم و مختار مطلق ہیں، ہندوستانیوں کو ان کے بارے میں کوئی دخل نہیں۔ بیشک نماز جمعہ عیدین، اذان ذبیحہ گاؤ وغیرہ اسلام کے چند احکام میں وہ رکاوٹ نہیں ڈالتے لیکن جو چیز ان سب کی جڑ اور بنیاد ہے وہ قطعاً بے حقیقت اور پامال ہے ... ... دہلی سے کلکتہ تک انہیں کی عملداری ہے بے شک کچھ دائیں بائیں شہر حیدرآباد، لکھنؤ، رام پور میں چونکہ وہاں کے فرماں رواؤں نے اطاعت قبول کرلی ہے (براہ راست

---

[1] نیر الروایات

نصاریٰ کے احکام جاری نہیں ہوتے: [1]

متذکرہ بالا فتوے کی عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کی نظر کس حد تک وسیع اور دقیق تھی۔

شاہ عبدالعزیز کی تصنیفات

۱۔ تفسیر فتح العزیز معروف بہ تفسیر عزیزی (فارسی) یہ تفسیر سوا تین پاروں کی ہے۔ سورہ فاتحہ سے پارہ دوم کے ربع تک اور آخر کے دو پارے۔ یہ تفسیر شاہ صاحب کے آخر عمر کی تصنیف ہے۔ جب شاہ صاحب کی قوت لہ بار جاتی رہی تھی، آپ اپنے ایک شاگرد کو بٹھا کر املا لکھاتے تھے۔ یہ تفسیر اپنی نوعیت میں تمام دوسری تفاسیر سے ممتاز ہے، جو تفسیری نکات اور دقائق اس میں ہیں۔ دوسری مبسوط تفسیریں ان سے خالی ہیں۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

۲۔ بستان المحدثین (فارسی):۔ اس مختصر کتاب میں محدثین کے حالات وکوائف سے بحث کی گئی ہے۔ بارہویں صدی کے بعد کی تمام کتابوں کے لئے یہ کتاب ماخذ اور اصل ہے۔

۳۔ سرالشہادتین (عربی):۔ یہ رسالہ فضائل حسنین اور شہادت حسین کے واقعات پر مشتمل ہے اس رسالہ کا اردو ترجمہ شاہ عبدالعزیز کے شاگرد مولوی خرم علی بلہوری رف۔ ۱۲۷۱ھ) نے کیا اور ان کے دوسرے شاگرد مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی نے مفصل شرح تحریر الشہادتین کے نام سے لکھی جو متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔

۴۔ فتاویٰ عزیزی (فارسی) یہ کتاب مجتبائی پریس دہلی سے شائع ہوئی۔

۵۔ عجالہ نافعہ (فارسی):۔ اصول حدیث پر یہ ایک مختصر رسالہ ہے۔ جس میں احادیث کی تنقید کے اصول وقواعد کو بیان کیا گیا ہے۔ ان اصول کو سامنے رکھ کر احادیث کے موضوع، صحیح، حسن

---

[1] دیکھو فتاویٰ عزیزی صفحہ ۸۶

احسن اور متفق علیہ ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

۶۔ عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس :۔ یہ کتاب خلفائے راشدین کی سوانح حیات پر نہایت تحقیق ــــ کے ساتھ لکھی گئی ہے۔

۷۔ شرح میزان المنطق (فارسی) فن منطق کے مبادیات و اصول پر ایک مختصر رسالہ ہے۔ جو میزان منطق کی شرح ہے۔ اس شرح کو دیکھنے سے کتاب کے سمجھانے میں بڑی سہولت ہو گئی ہے۔ افسوس کہ ایسی مفید کتاب طبع نہ ہو سکی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ قومی کتب خانے میں موجود ہے۔

۸۔ تحفہ اثنا عشریہ :۔ ایک معرکتہ الآرا اور گراں قدر تصنیف ہے۔

اس پر ذرا تفصیل سے لکھنے کی ضرورت اس لئے ہے کہ اس کتاب کے متعلق اکثر لوگوں کو غلط فہمیاں ہوتی ہیں۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحب نے یہ کتاب شیعیت کے رد اور اہل تشیع کے عقائد کے بطلان میں تصنیف فرمائی ہے۔

شاہ صاحب کی تصنیف کے متعلق اس قسم کا خیال قائم کرنا کتاب اور مصنف دونوں کی توہین ہے۔

شاہ صاحب کی بلند شخصیت اوران کی تبحر علمی اور تبلیغی جد و جہد کے یہ قطعاً منافی تھا کہ وہ کوئی ایسا اقدام کرتے جس سے بجائے اخوت، ہمدردی، اتفاق اور اصلاح باہمی کے فرقہ وارانہ منافرت مخالفت، مخاصمت اور منافقت کے جذبات پیدا ہوں اور دشمنان اسلام کو تضحیک کا موقع ملے۔

شاہ صاحب نے سنت نبوی کا اچھی طرح بہ نظر غائر مطالعہ کیا تھا۔ آپ کے سامنے کتب حدیث موجود تھیں۔ اسوۂ محمدی آپ کے پیش نظر تھا۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کے اپنے ہاتھوں دین کی بربادی کا منظر بھی آپ دیکھ رہے تھے۔ اسلام اور مذہب سے سچی ہمدردی اور صحیح درد رکھنے والا اگر تبلیغ کے بہانے ایسے گھناؤنے طریقے اختیار کرے جس سے منافرت و منافقت کی خلیج بجائے پاٹنے کے وسیع تر ہو جائے۔ تو اس سے بڑھ کر اور کیا اسلام دشمنی ہو سکتی ہے ؟ یہ اسلام سے ہمدردی نہیں کہ ایسے

ہو جاتیں۔ اقدامات کئے جاتیں جن سے آپس میں مسلمان ایک دوسرے کے مخالف اور دشمن ہو جائیں۔

تحفہ کی تصنیف سے شاہ صاحب کا ہرگز یہ مقصد نہیں تھا کہ آپ شیعوں کا رد یا اہل تشیع کے عقائد کا ابطال فرقہ وارانہ جذبہ کے ماتحت کریں اور مسلمانوں کے دو گروہوں میں بجائے مصالحت و اتحاد کے منافرت و مخاصمت پیدا کریں اس کو اسلامی ہمدردی یا اسلام کی خدمت نہیں کہا جا سکتا، اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے کہ اس کتاب کے لکھنے کا اصل مقصد کیا تھا۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اس وقت کے حالات کا جائزہ لیں اور غور کریں کہ جس زمانہ میں یہ کتاب لکھی گئی تھی اس وقت معاشرہ کی کیا کیفیت تھی اور مذہبی حالت کیا تھی۔

مغلیہ سلطنت کے دور انحطاط میں شیعہ سنی اختلافات بہت بڑھ گئے تھے۔ مذہبی زندگی سے زیادہ ان اختلافات نے سیاسی ماحول میں پرورش پائی تھی۔ خود غرض اور ناعاقبت اندیش سیاسی لیڈروں نے اس خلیج کو اس قدر وسیع کر دیا تھا کہ عوام بھی اس کے مضر اثرات سے متاثر ہوتے جا رہے تھے۔ نجف خان کے عہد اقتدار میں سنیوں کے ساتھ بہت برا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ تاریخ دان حضرات اس امر سے بھی ناواقف نہیں کہ شیعہ سنی اختلافات سے فائدہ اٹھا کر مرہٹوں نے اپنا اقتدار قائم اور وسیع کیا تھا۔ حالات کی نزاکت محسوس کرتے ہوتے شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی شیعہ اور سنی زعما کو قریب تر لانے کی کوشش کی تھی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ پانی پت کے میدان میں شیعہ اور سنی سردار مع اپنی فوجوں کے دوش بدوش لڑے اور مرہٹوں پر فتح حاصل کر لی۔ شاہ عبدالعزیز نے بھی اپنے والد کی اس سعی کو جاری رکھا۔ ان کا خیال تھا کہ دونوں فرقوں کے عقائد قرآن ہی پر مبنی ہیں اور قرآن کے متعلق دونوں میں اختلاف بھی نہیں اس لئے یہ ظاہر ہے کہ اختلافات اصل عقائد نہیں ہو سکتے بلکہ فروعی اور غیر ضروری رسوم کی پابندی سے پیدا ہو گئے ہیں۔ اسلام کی فرقہ وارانہ تاریخ کا ایک ایک حرف ان کے سامنے تھا اور وہ جانتے تھے کہ یہ اختلافات کن حالات میں اور کن اسباب کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور پرورش پا رہے ہیں ان کے نزدیک یہ ضروری تھا کہ شیعوں کے مختلف فرقے اپنے اسلاف کی صحیح تاریخ سے واقف ہوں تاکہ ان پر یہ بات عیاں ہو جاتے کہ بہت سی رسوم اور خیالات جو ان میں رواج پا چکے ہیں ان کا اصلی

مذہب سے کوئی تعلق نہیں اور یہ خود غرض لیڈروں کے پیدا کردہ ہیں۔ اس لئے صحیح تاریخی حالات و واقعات پیش کرنا نہایت ضروری ہیں۔

اس مقصد عظیم کے پیش نظر شاہ صاحب نے اس کتاب کو تصنیف فرمایا، شاہ صاحب کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :۔ [1]

"غرض از تسوید ایں رسالہ و تحریر ایں مقالہ آن ست کہ دریں بلاد کہا ساکنیم و در ایں زماں کہ ما در آنیم رواج مذہب اثنا عشریہ و شیوع آں بحدے اتفاق افتادہ کہ کم خانہ باشد کہ یکے دو کس ازیں خانہ بایں مذہب متمذہب نباشند و راغب بایں عقیدہ نشوند لیکن اکثرے از حلیہ تاریخ و اخبار خود عاطل و از احوال اصول و اسلاف خود بے خبر و غافل می باشند و ہرگاہ کہ در محافل و مجالس با اہل سنت و جماعت گفتگو می بمایند رکیج رج می گویند و سستر گریہ می آرند حسبۃ للہ تعالیٰ تحریر ایں رسالہ پرداختہ شد"

مقدمہ کتاب کی چند سطور بطور حوالہ و استشہاد نقل کردی ہیں تاکہ اس کتاب کی تصنیف کا اصل باعث خود مصنف کی زبان سے معلوم ہوجائے اقتباس میں وہ الفاظ قابل غور ہیں جن پر خط کھینچا گیا ہے۔

شاہ صاحب نے اپنی کتاب میں اہل تشیع کے عقائد اور مختلف فرقوں کی تاریخ بہ تفصیل بیان کی ہیں اور خود ان ہی کی کتابوں سے استشہاد کیا ہے۔

شاہ صاحب نے اسی کتاب کے مقدمہ میں اس مسئلہ پر بھی بحث کی ہے۔ درحقیقت جماعت شیعہ کا اہل سنت والجماعت سے کوئی نزاع و اختلاف اصولی نہیں تھا۔ مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تحفہ اثنا عشریہ

---

[1] مقدمہ تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ نول کشور صفحہ ۳

کے مقدمہ کو بہت غور سے پڑھنے کی ضرورت ہے اس کتاب کو معمولی فرقہ وارانہ کتاب نہیں تصور کیا جاسکتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جو لوگ تاریخ سے واقف نہ تھے اور نہ تحقیق کے لئے تیار تھے انہوں نے اس کتاب کو بھی مخالفت کی نظر سے دیکھا اور اس سے وہ فائدہ نہیں اٹھایا جس غرض سے وہ تصنیف کی گئی تھی۔ بہر حال تاریخ کے طلباء کے لئے آج بھی اس میں گراں قدر معلومات موجود ہیں۔

وفات ۱۲۳۹ھ

شاہ عبدالعزیز نے ماہ شوال ۱۲۳۹ھ میں نواسی سال کی عمر میں وفات پائی بیماری کی ابتدا بخار سے ہوتی۔ بالآخر یہی بخار شدت اختیار کر گیا اور جب شاہ صاحب کی حالت نازک ہوگئی تو آپ نے اعزہ کو بلایا اپنا سامان جمع فرمایا اور حسب مراتب اس کو تقسیم کیا پھر آیت تلاوت کی :۔

وآت ذا القربی حقہ والمسکین وابن السبیل

آیت پڑھنے کے بعد حاضرین کو وصیت کی کہ مجھے غسل پورے اہتمام سے دیا جائے۔ کفن کا کپڑا وہی معمولی ہو جس کو میں استعمال کرتا رہا ہوں۔ جنگل میں میرا جنازہ رکھا جائے جہاں نماز پڑھی جائے وصیت فرمانے کے بعد آخر میں آیت پڑھی۔

توفنی مسلما والحقنی بالصالحین

اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ، وصیت کے مطابق تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مسلمانوں میں آپ کو کس قدر مقبولیت حاصل تھی اور وہ آپ کی کتنی عزت کرتے تھے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی نماز جنازہ پچپن مرتبہ پڑھائی گئی۔ مغلیہ سلطنت کے آخری دور میں شاہ عبدالعزیز کی شخصیت بہت نمایاں حیثیت رکھتی ہے اس زمانہ میں کسی شخص واحد کا نہ اس قدر زیادہ اثر تھا اور نہ کسی نے اس وقت تبلیغ دین اور اصلاح معاشرہ کی ایسی کوشش کی۔

بادشاہ سے لے کر فقیر تک ہر شخص آپ کی عزت کرتا تھا۔ ملفوظات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی معلومات کس قدر وسیع تھیں اور کیسے کیسے مشکل اور دقیق مسائل میں آپ

لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔ اپنے والد کی طرح آپ صرف عالم ہی نہیں تھے بلکہ عملی دنیا میں بھی آپ نے خصوصی امتیاز حاصل کیا تھا۔ اسلامی اقدار کو زندہ رکھنے اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی کے لئے شاہ صاحب نے جو کوششیں کی ہیں ان کی بدولت وہ ہماری تاریخ کی بلند اور ممتاز ترین شخصیتوں میں جگہ پانے کے مستحق ہیں۔

مترجمین

(مفتی) انتظام اللہ شہابی
(مولوی) محمد علی لطفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وآلہ وصحبہ اجمعین اما بعد فقیر جب دوسری بار ۱۲۳۳ھ میں تیرھویں ماہ رجب پیر کے دن شرف ملازمت زبدۃ المفسرین، خلاصۃ المحققین جامع علوم ظاہری واقف فنون باطنی سیدنا ومرشدنا وہادینا حضرت مولینا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہ سے مشرف ہوا، چار روز کے بعد آپ کے بعض فوائد قولی وفعلی لکھنے کی، کہ ان سب کا احاطہ تو ایک امر دشوار تھا، حضرت سے اجازت مانگی اور حضرت نے بندہ کی درخواست کو قبول فرمایا، جمعہ کے روز اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہ کر شروع کیا، پیر کے دن عصر کے بعد شرف قدمبوسی حاصل کیا، حضرت نے خیر وعافیت جسمانی وروحانی اور اہلی ومالی دریافت کرنے کے بعد کسب اشغال کی نسبت دریافت فرمایا، میں نے عرض کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ عرض کروں گا۔ دو روز تو اس میں گزر گئے کہ پیغام اور سلام علماء ومشائخ اور ان کا ارادہ قدمبوسی واشتیاق بیعت حضرت کی خدمت میں وقتاً فوقتاً جوں جوں یاد آتا جاتا تھا عرض کرتا رہا، اپنے دوستوں مثل مولوی عسکری اور غلام انبیا خاں صاحب کے شوق بیعت کو ظاہر کیا اور حضرت کے مریدوں ومعتقدمندوں خصوصاً منشی نعیم الدین خاں صاحب ومحبی عزیزی شیخ لطف علی، وشیخ مبارک اللہ کی محبت وجاں نثاری کا جو حضرت پردہ فرماتے تھے، مجملاً ومفصلاً ذکر

کیا۔ کچھ عرصہ مکان کی تجویز اور اسباب لانے اور مکان کے صاف کرانے میں گزر گیا۔

ارشاد ہوا باعتبار نزول کے قرآن شریف کا آخر سورہ اذا جاء ہے جس کو سورہ نصر اور فتح کہتے ہیں، یہ سورہ معنیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام اجل کی خبر تھی، اس لیے کہ جب تمام نصرت اور فتحیابی حضرت کو پہونچ چکی اور جو بعثت سے مقصود تھی حاصل ہو چکا، ارشاد ہوا، لو اب آؤ۔

فرمایا:۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کے مصداق اور اس کے مہتم چار قسم سے تھے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ حدیثوں اور آیتوں اور بزرگوں کے اقوال کی تفسیر ظاہر کے سوا تے جو نکات اور لطائف ارشاد ہوتے ہیں اور نیز پہلے بزرگوں نے بیان فرماتے ہیں آیا کہنے والے کا مفہوم بھی یہ تھا۔ یا اس قبیل سے ہے کہ عشاق نے شعراء خسرو[1] و سعدی و حافظ کے مختلف احوال واقوال سے اپنی فنا و بقا اور راز و نیاز کی بابت جو کچھ سمجھا ہے۔

فرمایا قرآن شریف کا مطلب کہ حقیقت میں علم الٰہی ہے، تمام معلومات ازلی وابدی کو حاوی ہے باری تعالیٰ بے شبہ یہ جانتے تھے کہ فلاں شخص یہ مطلب سمجھے گا اور جو کچھ مطلب کہ سب لوگ سمجھتے ہیں وہ ہوگا، واللہ اعلم۔

اس ضمن میں شیخ سعدی[2] رحمۃ اللہ علیہ کی فصاحت اور سادہ گوئی کا ذکر ہوا اور ان کے عاشقانہ اشعار و درد کی کیفیت کا ہونا بیان فرمایا اور بہت سے اپنے مضامین شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے بعض اشعار کے ساتھ بیان فرماتے اور ان بزرگ کے علم کی قدر و مرتبہ فرمایا، زمانہ پیری میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا خسروؒ سے ملاقات کرنا اور حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامتیں جو حضرت شیخ سعدیؒ اور خسروؒ

---

[1] حضرت امیر خسروؒ (ولادت ۶۵۲ھ وفات ۷۲۵ھ)

[2] شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی (ولادت ۱۱۸۴ء وفات ۱۲۹۱ء)

کے ساتھ دہلی میں ایک بار کھانے کے بارے میں واقع ہوتی تھیں بیان فرماتیں. پھر سلطان خلجی کا سعدی کو شیراز سے بلانا اور ان کا نہ آنا اور یہ جواب دینا کہ میرے بلانے سے جو آپ کا مقصد ہے وہ خسرو سے حاصل ہے، ذکر فرمایا اور کسی قدر ذکر حافظ رح کا فرمایا کہ وہ اکثر سلوک کے متعلق فوائد اپنے شعروں میں بیان کرتے ہیں اور بہت بڑے عالم متقی تھے، شاہ بیرنگ نامی کے مرید تھے، شراب نہیں پیتے تھے اور فرمایا کہ جب امیر تیمور شیراز کے فتح کرنے اور شاہ شجاع کے قتل کرنے کے بعد شہر کے ناموروں اور رئیسوں کو مہمانوں کے طور پر بخارا میں لے گیا، اس وقت حضرت نقشبند[1] حیات تھے، ملاقات ہونا حافظ صاحب[2] کا ان سے مشہور ہے، مگر استفادہ و استفاضہ معلوم نہیں، فرمایا، مجھ کو یاد ہے کہ میرے والد ماجد کے روبرو ایک شخص نے اپنا حال بیان کیا کہ میں شیراز میں بطور سیاحت کے گیا ہوں، شیخ سعدیؒ کی قبر شہر کے اندر اور حافظ کی قبر شہر کے باہر ہے۔ حافظ صاحب کی قبر پر اکثر رند اور شرابی کثرت سے جمع رہتے ہیں، جگہ بہت اچھی ہے حافظ صاحب نے خود کہا ہے ع کہ زیارت گہ رندان جہاں خواہد بود،

جب شہر کے لوگ چلے گئے۔ مجھ کو ہوا اچھی معلوم ہوتی، ٹھہر گیا، اور میں نے کہا، اے حافظ میں آج تیرا مہمان ہوں، خرچ میرے پاس بالکل نہیں ہے، نہایت بھوکا ہوں، ایک پہر یا کچھ زیادہ رات گزری دیکھتا ہوں کہ ایک مشعل روشن ہے اور ایک خوان ایک آدمی سر پر رکھے ہوتے چلا آرہا ہے، مجھ کو پہلے تو کچھ خوف معلوم ہوا، جب وہ شخص قریب آیا، اس نے مجھے آواز دی کہ حافظ صاحب کا مہمان کہاں ہے چونکہ مہمان میں ہی تھا دروازہ کھولا اور حقیقت دریافت کی اس شخص نے کہا کہ میں سو یا ہی تھا کیا دیکھتا ہوں کہ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرا مہمان ہوا ہے، بھوکا ہے

---

[1] خواجہ بہاء الدین نقشبندی رح حنفی المذہب تھے۔ پندرھویں پشت میں آپ کا شجرہ امام حسن عسکری سے ملتا ہے جضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح سے بیعت تھے، آپ کو نقشبندی اس لئے کہتے ہیں کہ آپ جس مرید کو اسم ذات (اللہ) کی تعلیم دیتے تھے اس کے دل پر نقش ہو جاتا تھا۔ آپ سنت نبوی کے سختی سے پابند تھے اور بدعت سے پرہیز کرتے تھے آپکی وفات ۳ ربیع الاول کو ۷۹۱ھ میں ہوئی

[2] حافظ شمس الدین شیرازی (المتوفی ۷۹۱ھ)

اور بے خرچ ہے کچھ اس کے واسطے بھیج دو جاگنے کے بعد جو دیکھا تو کھانا تقسیم ہو چکا تھا، مگر کچھ تلاش کے بعد میسر ہوا حاضر ہے تناول کیجیے اور پانچ اشرفی مجھ کو دے کر چلا گیا۔ حضرت شاہ صاحب نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا چیتل بجائے دمڑی کے منسوری پیسوں کی قسم سے سکہ ہو کر پہلے زمانہ میں رائج تھے اور تنگہ شدہات کی قسم سے ہے جواب بھی بخارا میں رائج ہے، ایک مرید نے عرض کیا کہ خسرو کی محبت شیخ کے ساتھ واقعی تھی۔

فرمایا کہ فی الواقعی خسرو نہایت محبت اور درجۂ فنا اپنے شیخ کے ساتھ رکھتے تھے اور شیخ کو بھی محبت اور عنایت ان کے حال پر بہت تھی، فرمایا کہ شیخ کی رحلت کے وقت یہ سماع میں مشغول تھے اور ان کے جنازہ کے سامنے شیخ سعدی کا یہ شعر ~ سرو بیا بصحرا امیردی۔ لیک بد عہدی کہ بے ما میردی پڑھتے تھے کہ جنازہ حرکت کرنے لگا اور ہاتھ بھی کھینچا، مگر لے جانا متعذر تھا، شیخ رکن عالم نے جو مخدوم جہانیاں کے پیر اور شیخ بہاء الدین زکریا کے نواسے تھے۔ قوالوں کو موقوف کیا اور شیخ کو دفن کیا، یہ ذکر شاہ صاحب فرما رہے تھے کہ ایک مرید کو وجد آگیا، اس ضمن میں پھر خسرو کے علم کا مرتبہ بیان فرمایا اور خسرو کی کثرت معلومات صنائع و بدائع میں شیخین پر ثابت فرماتے، اعجاز خسروی کی تعریف اور کچھ اس کے اشعار و الفاظ بیان فرماتے۔

ایک سوال کرنے والے کے جواب میں فرمایا کہ جامی[۱] کا علم ان کی تصانیف دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خسرو سے زیادہ ہے اور نہایت محقق آدمی تھے فنون عربی میں ان کی تصانیف بے شمار ہیں۔ جب نظامی گنجوی[۲] اور خاقانی[۳] و انوری[۴] شعرائے سلف کا ذکر ہوا فرمایا کہ نظامی کے شعر میں درد نہیں

---

[۱] عبدالرحمان جامی (المتوفی ۸۹۸ھ)

[۲] نظامی گنجوی۔ گنجہ صوبہ خراسان میں ایک گاؤں کا نام ہے گنجوی اس کی طرف منسوب ہے۔ نظامی گنجوی فارسی کا مشہور شاعر ہے اس کی مشہور تصنیف سکندر نامہ ہے۔ اس کے علاوہ دوسری تصانیف مخزن الاسرار، خمسہ نظامی، خسرو شیریں ہفت پیکر وغیرہ بھی ہیں۔ وفات سنہ ۱۲۰۲ء ۵۹۷ھ میں ہوئی۔ (۳ اور ۴ اگلے صفحہ پر دیکھیے)

درویش جو عالم تصوف اور علم باطن سے بہرہ ور ہیں وہ خوب مزہ حاصل کرتے ہیں اور فرمایا کہ انوری قصائد میں، سعدی غزل کہنے میں، فردوسی[1] مثنوی لکھنے میں، مثل پیغمبر تھے۔ یعنی سب لوگ ان کا اتباع کرتے ہیں پھر فرمایا کہ جس وقت میری عمر چودہ برس کی تھی میں مزامیر نہیں سنتا تھا۔ ایک شخص خیر بندہ بلکہ میرے والد کا خلیفہ اور شاگرد تھا مزامیر سنا کرتا تھا، اس نے ایک روز عین مجلس سرود و مزامیر کے وقت مجھ کو بھی بلایا، میں گیا، دیکھ کر متحیر ہوا، ناچار بیٹھ گیا، اس مجلس میں کسی قدر وجد بھی اس وقت تھا اور یہ شعر پڑھے جاتے تھے۔

از مدرسہ بکعبہ روم یا بمیکدہ ❊ اے پیر رہ بگو کہ طریق صواب چیست

اس اثنا میں ان کا ایک شاگرد جو عالم فاضل تھا یا مستعد طالب علم کہنا چاہیئے آیا، اور ان سے پوچھا کہ میں آپ کا شاگرد ہوں، ارشاد ہو کہ اب فراغ علم کے بعد کہاں جاؤں، انہوں نے کہا اول میکدے میں اس کے بعد کعبہ میں جانا چاہیئے۔ بندہ نے یہ عذر کر کے کہ آپ جانتے ہیں میرے والد ماجد بدون میرے کھانا نہیں کھاتے ہیں، آنا چاہا، کہا کہ میں نے سماع سننے کے لئے بلوایا تھا، یہ قوال ذرا اچھے گاتے ہیں اب اختیار ہے جاؤ، جب میں گھر آیا، کھانا کھاتے میں یہ قصہ والد صاحب سے بیان کیا والد صاحب نے تبسم فرمایا اور مزاحاً کہا لطف تو یہی ہے کہ اول میکدہ میں بعد اسکے خانہ کعبہ میں جانا

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۹ — ۳ افضل الدین ابراہیم خاقانی نام تھا۔ فلکی شاعر کا شاگرد تھا۔ خاقانی لقب شاہ شروان خاقان منوچہر نے عطا کیا تھا۔ غزل گوئی کے لئے مشہور ہے۔ وفات ۵۹۵ھ میں ہوئی۔

۴ انوری خراسان کا رہنے والا تھا۔ سلطان سنجر سلجوقی کا منظور نظر تھا۔ علم ہیئت کا ماہر تھا۔ ۵۹۶ھ میں مقام بلخ میں انتقال ہوا۔

[1] ابوالقاسم حسن بن شرف شاہ نام، تخلص فردوسی ہے۔ اس کی مشہور کتاب شاہنامہ فردوسی ہے جو تیس برس میں اس نے مکمل کی تھی۔ اس کی وفات ۴۱۱ھ میں ہوئی۔

چاہیئے۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ نسبت مصطلحہ کے کیا معنی ہیں فرمایا اسی کیفیت وحال کو کہتے ہیں جس رنگ میں بھی ہو پھر عرض کیا کہ حضور کے کیا معنی ہیں۔ کیا اسی یکسوئی کو کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ تم نے پڑھا ہے، علم حضوری وحصولی جانتے ہو اپنی ذات وصفات کے علم کے ماسوا کو علم حصولی کہتے ہیں۔ خلاصہ کلام جو کاتب نے سمجھا اور یہ لفظ کبھی زبان مبارک سے سنے بھی تھے یہ تھا کہ بعد فنا اور بقا کے اپنے آپ کو کبھی ایک مظہر منجملہ از مظاہر حق جاننے، فرمایا طبیعت کا یکسو ہونا ہی ایک قسم حضوری کی ہے یا حضوری کا پیش خیمہ ہے فرمایا اسی قسم میں سے جو کچھ ابتداءً ظاہر ہوتا ہے، چنداں قابل اعتبار نہیں ہے اور جلد زائل ہوجاتا ہے، انتہا میں زائل نہیں ہوتا بلکہ التفات کا زوال ہوجاتا ہے اور جو لوگ کامل ترین ہیں ان کا التفات بھی زائل نہیں ہوتا ہے ایسے لوگ کمتر پائے جاتے ہیں۔

فرمایا کہ چشتیوں کا مقصود قوت عشقیہ کا جو انسان میں مخفی ہوتی ہے ظاہر کرنا ہے، اس لئے ابتداء میں غائب یعنی چھپ کر وجد وغیرہ کرتے ہیں اور جو چیزیں قوت عشقیہ کے اخراج پر معاون اور ممد ہیں مثل ذکر جہر اور سماع وغیرہ کے ہیں اکثر کرتے ہیں اور جو چیزیں نقصان دہ ہیں اس سے پرہیز کرتے ہیں کہتے ہیں کہ جب عشق حاصل ہوجاتا ہے تو حضور و انکسار بھی کامل ہوجاتا ہے نقشبندیوں کا مقصد دلدار کی صورت کا ذہن میں حاضر رکھنا اور اس کا تصور کرنا ہوتا ہے، جس کو تصحیح خیال کہتے ہیں، لہذا جو چیزیں اس پر ممد ومعاون ہیں مثل خاموشی وغیرہ کے اختیار کرتے ہیں اور مضرات جیسے ذکر جہر سماع وغیرہ سے اجتناب کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ استمرار حضور سے فنا اور بقا وعشق سب مراتب حاصل ہوجاتے ہیں قادریوں کا مقصود تصیقل ہے۔ یعنی آئینہ قلب کو صاف کرنا، گناہوں کے زنگ اور میل وغیرہ سے، جب آئینہ صاف ہوگیا ظاہر ہے کہ جو کچھ اس کے مقابل ہے وہ بھی صاف جلوہ گر ہونے لگے گا ایک مرید نے عرض کیا کہ نسبت عشقیہ نسبت انکسار کی ضد ہے کیا یہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں فرمایا کہ جمع ہو سکتے ہیں، دیکھو جیسا کہ کمال محبت کے وقت معشوق کے سامنے اس کی شان عظمت کو ملحوظ رکھ کر عاشق اپنے آپ کو حقیر و ناچیز سمجھتا ہے

بلبلے چوں برگ گل خوشرنگ در منقار داشت | ہر زباں بانگ دلواصد نالہا تے زار داشت

گفتمش در عین وصل ایں نالہ و فریاد چیست　　گفت مارا جلوۂ معشوق دراین کار داشت

پھر عرض کیا کہ کیا یہ حال عاشقوں کو صرف تصور اور ان معانی کے خیال کی وجہ سے حاصل ہو جاتا ہے؟

فرمایا نہیں بلکہ ایک اور حال پیدا ہوتا ہے، جس میں ایسے امور کا تصور بالکل نہیں ہوتا ہے لیکن سبب اس حال کے پیدا ہونے کا یہی تصور ہوتا ہے، اگرچہ بالفعل انکو اسکا علم نہ ہو اسی ضمن میں ایک مرید نے عرض کیا کہ لوگ عموماً زاہدوں اور عابدوں اور عالموں اور صالحوں سے کمال محبت اور اعتقاد رکھتے ہیں یہاں تک کہ ڈوم اور قوال اور رنڈیاں وغیرہ بھی ان لوگوں سے خوش اعتقاد ہوتے ہیں اور اپنی مراد حاصل ہونے کے لئے یا عزیز کی تسبیح پڑھتے ہیں، باوجودیکہ ان کے فاسق و بدکار ہونے کے سبب سے ان کی بدعملیوں اور ان بزرگوں کے اعمال صالحہ میں بعد المشرقین ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ عوام و خواص تمام اپنی دعاؤں وغیرہ میں انھیں بزرگوں کو وسیلہ بناتے ہیں شاید اس حدیث شریف کی وجہ ہے۔ نہ معلوم یہ حدیث کہاں تک صحیح ہے۔

اذا احب اللہ الخ ــــــــــ یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو اپنا دوست بناتا ہے تو فرماتا ہے کہ اے جبرئیل تمام آسمانوں میں پکار دے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے کو دوست رکھتا ہے۔ پس تمام آسمان اور زمین والے یہاں تک کہ چرند و پرند کے دلوں میں بھی وہ محبوب ہو جاتا ہے فرمایا کہ حدیث صحیح میں ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر احسان کرتا ہے اگرچہ وہ لیاقت اور قابلیت نہ رکھتا ہو۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ خاصان خدا سے محبت کرنے کو، جو اخلاق اللہ سے متصف ہیں، خدا کی محبت کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ محبت خالص للہ ہو فرمایا بیشک۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ بعض مرید فرط محبت میں ایسا غلو کرتے ہیں کہ اپنے پیروں کے لئے اس قسم کے کلمات استعمال کرتے ہیں۔ جیسے شاہ، سید، بادشاہ حسام الدین، مصرع

از کفر می ترسم مگر تو الٰہی

اور یہ قول کہ راجے حامد شاہ، کہ راجہ وغیرہ اس قسم کے کلمات غلبہ حال کی وجہ سے شاید کہتے ہیں۔

فرمایا۔ ہاں، غلبہ حال میں یہ کلمات بلا ارادہ اضطراری طور پر زبان پر آجاتے ہیں، مرید نے

پھر عرض کیا کہ غلبہ حال سے عقل و ہوش کا جاتا رہنا مراد ہے؟ فرمایا نہیں، بلکہ غلبہ حال کی ایک صورت یہ ہے کہ توجہ ایک طرف ایسی ہوجاتی ہے کہ دوسری جانب ملحوظ نہیں رہتی یا فرط مسرت و نشاط میں چند گستاخانہ کلمات اضطراراً نکل جاتے ہیں، چنانچہ دیکھو مثنوی مولنا روم[1] میں چرواہے کا قصہ مذکور ہے مرید نے عرض کیا درست ہے فرمایا حدیث شریف میں اس کا مختصر ذکر موجود ہے کہ ایک غلام حبشی سیاہ رنگ تھا ایک سال بارش نہیں ہوئی تھی لوگوں نے اس وقت کے نبی سے رجوع کیا فرمایا کہ اس رنگ کا ایک غلام ہے اگر وہ دعا کرے گا بارش ہوگی دیکھا کہ وہ راستہ میں آرہا ہے، نبی کی فرمائش اس سے کہی، کہا کہ اپنے مالک کو سامان دے کر واپس آتا ہوں، تھوڑی دیر میں وہ واپس آیا۔ لوگوں نے درخواست کی وہ جنگل میں گیا ——— اور بارش کی وجہ سے، نیز اس عجیب ماجرے سے کہ یہ کم عمر حبشی غلام جنگل میں جاکر کیا کرتا ہے اور کیسے بارش آتی ہے ایک انبوہ کثیر اس کے پیچھے ہوگیا۔ کہا اے خدا کیا ہم نے کوئی گناہ کیا ہے کہ اس کی ہم کو سزا دیتا ہے یا بخیل ہوگیا ہے اس کا یہ کہنا تھا کہ بارش ہونے لگی۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص نے عمدہ ہوا اور دلکش سبزہ دیکھ کر اپنا ٹٹو ایک سبزہ میں چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ ٹٹو کو چراتا جاتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ اے خدا اگر تیرا کبھی ٹٹو ہوتا تو میں اس کو اپنے ٹٹو کے ساتھ چراتا۔ نبی وقت نے اس کو فرمایا کہ اس قسم کے بے ادبی کے کلمات نہ کہہ۔ پیغمبر کو وحی آئی کہ ہم ہر شخص کو اس کی سمجھ کے موافق چاہتے ہیں۔

سید احمد نے جو سادات قطبی میں سے رائے بریلی کے رہنے والے اور بزرگ زادہ حضرت کے مرید اور خلیفہ تھے اور حضرت ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ خاندان مجددی میں نسبت آدمی با ستقرار خدا کے نام سے جو نسبت ہے وہ ان کو کرامت ہوئی ہے۔ دہلی میں بہت آدمی ان سے منتفع ہوتے تھے انھوں نے عرض کیا کہ اللہ کے کیا معنی ہیں؟

فرمایا منگل کے روز میں نے قل ھو اللہ کی تفسیر میں بیان کیا تھا کہ اللہ اس ذات کا نام ہے جو تمام صفات کمالیہ کا جامع ہوئے اور وہ ذات حق سبحانہ ہے۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے

---

[1] ۶۰۴ھ ولادت ۶۷۲ھ وفات

کہ اسم اعظم یہی ہے بشرطیکہ کہنے والے کے دل میں سوائے اللہ کے کچھ نہ ہو۔ پھر عرض کیا کہ بندہ کو بہ نسبت دوسرے ناموں کے زیادہ تر اسی نام سے سکون و طمانیت قلب حاصل ہوتا ہے۔

فرمایا شیخ ابو نجیب[1] سہروردی جو شیخ شہاب[2] الدین سہروردی کے پیر و مرشد اور چچا تھے ان کا یہ معمول تھا کہ مرید جب شغل باطن کی درخواست کرتا تو اپنے سامنے اس کو بٹھلا کر اللہ کے ننانوے نام اس کو بامعنی تعلیم فرماتے تھے اور اس کے مطالب اچھی طرح مرید کے ذہن نشین کرتے تھے اور اسماء حسنیٰ میں سے جس نام کو سُنکر وہ مرید زیادہ متاثر اور مونس ہوتا اسی نام کے پڑھنے کی اجازت فرماتے تھے اور رفتہ رفتہ اللہ تک پہونچا دیتے تھے۔ ورنہ یہ فرما دیتے تھے کہ تلاوت قرآن شریف اور تسبیح وغیرہ میں مشغول رہے اور فقراء کی خدمت میں حاضر ہوا کرے تمام نام اسی نام کے اندر موجود ہیں کہ اللہ کے ذکر سے قلب کو سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا حضرت اطمینان کے کیا معنی ہیں۔؟

فرمایا آرام پانا اور پریشان خطروں سے یکسو ہو جانا یعنی جمعیت خاطر نصیب ہونا۔ ایک مرید حضرت کے ہمراہ راستے سے کنکریاں جاتے وقت علیحدہ کرتا جاتا تھا **فرمایا** بھائی کب تک یہ تکلیف کروگے پھر یہ بھی فرمایا کہ حدیث میں اس کا بڑا ثواب ہے۔ ایک مرد کے کانٹوں کے دور کر دینے

---

[1] شیخ ابوالنجیب سہروردی، شیخ شہاب الدین سہروردی کے چچا تھے۔ راہ سلوک و تصوف شہاب الدین سہروردی نے آپ ہی سے حاصل کیا۔ مدرسہ نظامیہ کے صدر مدرس رہے ۵۶۳ھ میں وفات پائی۔

[2] ابوحفص عمر بن محمد بن عبداللہ نام لقب شہاب الدین سہروردی۔ سہرورد زنجان کے قریب ایک مقام ہے۔ جہاں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ سنت کے پابند تھے۔ اپنے چچا شیخ ابوالنجیب سہروردی سے راہ سلوک طے کیں۔ طاہر بن محمد المقدسی سے حدیث کی تکمیل کی۔ ابن فضلان شیخ ابوالقاسم بغدادی المتوفی ۵۹۵ھ سے علم فقہ حاصل کیا۔ حضرت غوث الاعظم سے فیض حاصل کیا۔ آپ شافعی المذہب تھے۔ آپ کی مختلف تصانیف ہیں۔ عوارف المعارف، رشف النصائح الایمانیہ، کتاب اوراد جذب القلوب الی مواصلۃ المحبوب وغیرہ۔ آپ کی وفات ۶۳۲ھ کو ہوئی۔

سبب سے بخشش ہو گئی تھی۔ ایک نوجوان خوبصورت نے اثنائے راہ میں حاضر ہو کر ملاقات کی نہایت مہربانی سے اس سے پیش آئے اور لطف و عنایت سے گفتگو فرمائی۔

فرمایا کہ نواب شجاع الدولہ[1] کا رفیق اور مصاحب ایک شخص عبداللہ نامی تھا، ایک مرتبہ اس نے جونپور کے قریب کتا ایک خرگوش کے پیچھے دوڑایا۔ اس کتے نے خرگوش کو پکڑ لیا کتا آداب شکار سے واقف تھا شکار کو سونگھتا تھا لیکن اس کو کھانے کی جرأت نہیں کرتا تھا، نواب صاحب نے فرمایا کہ عبداللہ دیکھ کتا کبھی نہیں کھاتا ہے، جواب دیا کہ ہاں میں نے دیکھا، اس کو کتا نہیں کھاتا ہے بلکہ اس کو آدمی کھاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ملا دوپیازہ نہایت خوش گو تھا۔ شاہ عباس کی مصاحبت میں زیادہ رہا کرتا تھا، ایک مرتبہ شکار میں ایک جانور کو شکار کے پیچھے چھوڑا، چونکہ اہل تشیع کے نزدیک وحوش وطیور جانوروں تک میں شیعی سنی کی تقسیم ہے ملا کو کہا کہ یہ شکار سنی ہے۔ ملا دوپیازے نے اس کے جواب میں ایک دوسرے جانور کی بابت جس کا نام بدجانور تھا کہا کہ یہ شیعی ہے۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ اولیائے سلف کے خرق عادات اور کرامتیں جو لوگ بیان کرتے ہیں۔ مثلاً اینٹ کو سونا کر دینا، پانی پر چلنا، ہوا پر اڑنا وغیرہ وغیرہ یہ سچ ہیں یا زمانہ دراز گزرنے کی وجہ سے اختلاف روایات میں اس درجہ مبالغہ ہو گیا ہے۔ فرمایا مبالغہ بھی کسی قدر ہے، لیکن بعض اولیاء اللہ کی کرامتیں جیسی حضرت غوث الثقلین[2] رضی اللہ عنہ تواتر کے مرتبہ تک پہونچ گئی ہیں، کہ جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا پہلے زمانہ میں کرامتیں بہت وقوع میں آتی تھیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ریاضات شاقہ کو خرق عادات میں بڑا

---

[1] نواب شجاع الدولہ ۱۷۶۳ء میں بنگال کے گورنر بنائے گئے۔ نہایت قابل اور دلیر حاکم تھے، لارڈ کلائیو آپ کی بڑی عزت کرتا تھا، اودھ کا کچھ علاقہ بھی آپ کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ فیض آباد میں آپ کا انتقال ہوا۔

[2] (تاریخ ولادت ۴۷۱ھ وفات ۵۶۱ھ) یہ لقب ہے اور نام محی الدین عبدالقادر جیلانی ہے۔

دخل ہے اب فقیروں میں ریاضتیں کم ہوتی جاتی ہیں، ایک مرید نے عرض کیا کہ اس حضور فنا دبقا کا کمال یہی ہے کہ عشق اور شوق کے ساتھ شریعت محمدی کا اتباع کیا جاتے فرمایا بیشک، فرمایا اولیا چار قسم کے ہوتے ہیں، بعضے مستغرق ہوتے ہیں جیسے عبدالحق ردولوی اور عبدالقدوس[1] گنگوہی رحمۃ اللہ علیہم ان لوگوں کو امتیاز کی طرف بہت کم توجہ ہوتی ہے، بعض اہل خدمات ہوتے ہیں جیسے قطب اور غوث وغیرہ بعض اہل تجدید یا اہل تفرید کہلاتے ہیں بعض عارفین کے کہ ہر منظر میں حق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اشیاء کی حقیقت پر آگاہی پاتے ہیں جیسے شیخ اکبر[2] اور حضرت مجدد[3] صاحب رحمۃ اللہ علیہما، ایک مرید نے عرض کیا کہ بعض اعمال حدیث میں وارد ہوتے ہیں کہ دنیا اور دین دونوں کے کام ان سے حاصل ہوتے ہیں، جیسے نماز حاجت ہے اور طرح طرح کی دعائیں واقع ہیں آج ان اعمال میں تاثیر نہیں پائی جاتی اس کی کیا وجہ ہے فرمایا اس کا جواب علماء تین طرح پر دیتے ہیں، ایک یہ کہ شرطیں آجکل مفقود ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ جب شرط فوت ہوتی ہے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے، دوسری یہ کہ حدیث میں ہے کہ اس دعا میں یہ خاصیت ہے، وہ خاصیت نہیں خواہ مخواہ اس طرح کام ہوگا، اور اگر سائل کی مرضی کے

---

[1] مشائخ ہند میں آپ کا مرتبہ بلند ہے، آپ کے مرید اور خلفاء کی تعداد کثیر ہے، آپ کی یادگار انوار العیون رسالہ قدسیہ اور مکتوبات ہیں، وفات ۹۴۵ھ میں ہوئی۔

[2] محی الدین ابن عربی دمشق کے مشاہیر علماء میں آپ کا شمار ہے آپ کا مسلک اہل حدیث کے موافق تھا، آپ کی تصانیف میں فتوحات مکیہ آپ کی معرکۃ الآراء تصنیف ہے آپکی تصانیف کی تعداد تقریباً دوسو ہیں، ۶۳۸ھ میں وفات ہوئی۔

[3] شیخ احمد فاروقی سرہندی، قصبہ سرہند میں آپ کا مزار ہے، ۹۷۱ھ میں تولد ہوئے، تحصیل علم اپنے والد ماجد سے کی، علم حدیث کی تکمیل شیخ یعقوب کشمیری اور قاضی بہلول بدخشانی سے کی، خواجہ باقی باللہ دہلوی سے راہ طریقت طے کی، آپ کی بیشتر تصانیف ہیں آپ کے مکتوبات تین جلدوں میں مشہور ہیں، ۱۰۳۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

مطابق) دعا کی اجابت ہو تو بڑا خطرہ پیدا ہو جاتے گا۔

ایک شخص نے پانی برسنے کیلئے دعا مانگی دوسرے نے اسی وقت میں اپنی مصلحت دیکھکر بارش بند ہونے کی دعا مانگی علی ہذا القیاس، تیسرا جواب یہ ہے اور یہ جواب تحقیقی ہے کہ گناہوں کی تاریکیوں کی کثرت کی وجہ سے دعا کا اثر واضح نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ برسات کے موسم میں اسباب خواہ کیسی ہی خشک جگہ حفاظت سے رکھیں مگر کسی قدر نمی اس میں اپنا اثر کر ہی جاتی ہے اور خشکی کا اتنا اثر نہیں رہتا اور موسم گرما میں معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے ایسے ہی گناہ کی تاریکیوں کی وجہ سے اول تو دعا کی توفیق کم ہوتی ہے اور اگر توفیق بھی ہوتی اور دعا کی تو وہ قبول کم ہوتی ہے اور اگر قبول ہوتی تو وہ مقصود نہیں ہوتی نیز ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی دعا قبول تو ہوتی مگر دوسروں کی مصلحتوں کی وجہ سے اس کو وہ چیز عطا نہیں کی جاتی۔ ایک شخص کے جواب میں فرمایا سعدی علیہ الرحمتہ کہتے ہیں ؎

من نہیم کہ حلال وحرام بشناسیم ❊ شراب با تو حلال است آب بے تو حرام

میر احمد علی شاہ نے عرض کیا کہ حضرت نے قرآن مجید ختم کرنے کے بعد پھر شروع سے تھوڑا سا پڑھا اس کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اچھا آدمی وہ ہے کہ جب منزل پر پہونچے پھر اپنا سامان سفر باندھ لے، یعنی جب قرآن شریف تمام کرلے پھر شروع کرے۔ یہی وجہ ہے کہ پھر سے دوبارہ تھوڑا پڑھتے ہیں فرمایا کہ والد ماجد کا دستور تھا کہ بعد ختم قرآن شریف حدیث شریف بیان فرمایا کرتے تھے یہاں دونوں چیزوں کا اتفاق ہوتا تھا، آدمی جسقدر کہ قرآن مجید سنکر متلذذ ہوتے تھے اسقدر حدیث سے نہ ہوتے تھے اور مجھ کو بھی جس قدر قرآن مجید میں معانی عجیبہ حاصل ہوتے ہیں حدیث شریف میں نہیں حدیث شریف میں کتابوں میں لکھے ہوتے کے بموجب بیان کرتا ہوں، ایک شخص نے سوال کیا کہ حریر یا سونا پہننا مردوں کو درست ہے یا نہیں فرمایا کہ زری باف اور حریر کا حال یکساں ہے، دو چار انگشت تک اگر عورتوں کے ساتھ تشبہ نہ ہوتا ہو جائز ہے، اگرچہ زینت کے واسطے ہی کیوں نہ ہو کیونکہ مرد اور عورتیں جب دونوں کسی چیز کو مشترک استعمال کرتے ہیں تو پھر تشبہ عورتوں سے نہیں رہتا۔ پھر فرمایا بالتبع جائز ہے بالاستقلال جائز نہیں ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص چاندی یا سونا اس مقدار سے کم پہنے جائز

نہیں ہے، پھر فرمایا کہ تبع کے معنوں میں خلاف بھی کیا ہے بعضوں نے استر کے معنی بیان کئے ہیں یہ صحیح نہیں ہے، تبع درحقیقت وہ ہے کہ کلابتون سے بناتے ہیں، وہ چار انگشت سے زائد نہیں ہوتا، اگر کپڑے میں لگا لیا جاتے جیسے ٹوپی وغیرہ میں جائز ہے، ایک یہ کہ چکن یا جوتے وغیرہ میں ہوتے، جس قدر بھی ہو جائز ہے، مگر اس کے درمیان فاصلہ ہو۔ بالکل متفرق نہ ہو، ایک مرید نے عرض کیا کہ تین روز ہوتے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت کی صورت میں دیکھا گویا کہ مجھ کو توجہ دیتے ہیں، میں نہایت مسرور اور متلذذ ہوا اس وقت میرا دل سبک اور ہلکا ہو گیا اور دل میں اس صورت و شکل کی محبت بہت کچھ اثر کئے ہوتے ہے، ایک مرید نے عرض کیا کہ اگر حضرت کو دوسرے آدمی کی شکل میں دیکھا جاتے، تو اس کا کیا حکم ہے فرمایا اس میں مختلف مذہب ہیں۔ امام غزالی[ط] رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس صورت میں دیکھے حضرت کا جمال باکمال حقیقت میں دیکھنا ہے اور اگر دوسری صورت میں یعنی سیاہ رنگ وغیرہ دیکھا تعبیر کا محتاج ہے، مگر اول صورت میں نہیں راجح مذہب یہی ہے، چنانچہ ایک شخص نے سیاہ حضرت کو دیکھا اس کے مرشد نے کہا کہ تیرے دین و ایمان میں کچھ خلل ہے اور محدثین کے نزدیک حدیث من رآنی میں داخل نہیں ہوا اس آدمی نے کہا کہ آخر میرے خواب کی کچھ تعبیر بھی ہے فرمایا کہ میں آنحضرتؐ کی درگاہ کا کتا ہوں ؎

وجود مستعار ما ز ہم پوشید چوں جستیم　　　بدل از صورت او آفتاب طرفہ می دارد

ایک مرید نے عرض کیا کہ شیعوں کے ساتھ قرابت کرنا جائز ہے یا نہیں فرمایا، کہ علما ماوراء النہر ان کے کفر اور ارتداد کی طرف گئے ہیں، ان کے نزدیک شیعوں سے قرابت قطعاً جائز نہیں ہے اور دوسرے علما صرف فسق اور بدعت کے قایل ہیں، ان کے نزدیک قرابت جائز ہے، پھر فرمایا کہ ہندوستان اور قصبات میں اس امر کی پابندی بہت مشکل ہے۔ ایک شاگرد نے دریافت کیا کہ فلاں مسجد کے کنوئیں میں نجاست گر پڑی، ایک شخص اس پر مطلع ہوا، مگر اس روز کسی سے نہ کہا اور دن بھر پانی مسجد اور محلہ میں

ط (سنہ ولادت ۴۵۰ھ وفات ۵۰۵ھ)

برابر خرچ ہوتا رہا **فرمایا** تمام برتن نجس ہو گئے۔ عرض کیا کہ بہت دشوار ہے کہ تمام برتن پھینک دیئے جائیں کیونکہ خلط ملط ہو رہا ہے ایک شخص اس کو پاک کرے گا تو دوسرے کے خلط ملط سے پھر نجس ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اگر حکم شافعی کے قول پر قلتین کو پاک سمجھ کر کیا جائے جیسا کہ اشد ضرورت پر یہ عمل کرنا جائز ہے اور اس مشکل سے نجات مل سکتی ہے (اور برتن پاک رکھے جاویں تو آسانی ہے) **فرمایا** حنیفہ کے نزدیک تو ناپاک ہو چکے جب دشواری ہو تو شافعی مذہب پر عمل کرے کیونکہ حق ائمہ اربعہ میں دائر ہے سوال کیا گیا کہ عقیقہ فرض ہے؟

فرمایا امام اعظم ابو حنیفہ[1] اور امام شافعی[2] اور امام مالک[3] کے نزدیک سنت ہے، لیکن سنت مؤکدہ ہے، تاکید بہت آئی ہے، اور امام احمد رضی اللہ عنہ کے نزدیک فرض ہے۔ لڑکی کے واسطے ایک بکرا نر یا مادہ لڑکے کے واسطے دو، ہڈیاں اس کی نہ توڑی جائیں، گوشت کے تین حصے کئے جائیں، ایک اقربا میں تقسیم کیا جائے ایک گھر میں ایک مساکین کو دیا جائے، پوچھا ماں باپ بھی کھائیں یا نہیں؟

فرمایا کسی کتاب میں تو نہیں دیکھا، لیکن اگر رسم کی وجہ سے نہ کھائیں تو بہتر ہے، ساتویں روز یا اکیسویں یا اکتالیسویں روز کرنا چاہیئے، ورنہ جس وقت چاہے کرے، اور نیت قربانی جیسے کرے مگر نیت میں لفظ عقیقہ کا اضافہ کرے لیکن قربانی بشرط نصاب واجب ہے، عقیقہ واجب نہیں **فرمایا** قربانی کے لئے دعا بھی آئی ہے وہ بھی لکھ لو، بسم اللہ کے بعد ذبح کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ اگر یاد نہ ہو تب بھی قربانی ہو جاتی ہے، جیسے نیت نماز بہتر یہ ہے کہ باپ ذبح کرے۔ اگر باپ نہ ہو دادا یا چچا ذبح کرے یا ماں یا کوئی نائب اس کا **فرمایا** بہت تجربہ ہوا ہے اور شافعیہ کی کتابوں میں بھی دیکھا گیا ہے کہ شکر ٹوٹکہ کے موافق پکتی دیگ میں اگر ڈال دی جائے لڑکا نہایت خوش خلق ہوتا ہے **فرمایا** اللہ کے

---

۱ نعمان بن ثابت کوفی نام ہے۔ کنیت ابو حنیفہ لقب امام اعظم۔ تاریخ ولادت ۸۰ھ وفات ۱۵۰ھ۔

۲ محمد بن ادریس ابو عبداللہ القرشی۔ لقب امام شافعی تاریخ ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۰۴ھ۔

۳ امام مالک بن انس (تاریخ ولادت ۹۵ھ وفات ۱۷۹ھ)

معنی بہت لوگوں نے بیان کئے مگر صوفیہ کرام نے وہی معنی پسند کئے ہیں جو سیبویہ نے استقاقیہ معنی بیان کئے کہ اللہ وہ ہے کہ جس کو ہر شخص مصیبت میں آخری سہارا سمجھ کر پکارے فرمایا کہ ہمارے یہاں موت کی تعداد برسوں اور مہینوں سے مقرر ہے اور جوگیہ سانسوں سے تعداد شمار کرتے ہیں، پس وہ دم کشی کرتے ہیں اور اپنے زعم میں سمجھتے ہیں کہ ہماری عمر اس سے بڑھتی ہے. چنانچہ دادا صاحب فرماتے تھے کہ شاہجہاں کے عہد میں قلعہ کے بننے کے وقت دو جوگی مرغ کے چوزے جیسے نکلے تھے، تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ان کی عمر نوسو برس کی تھی، ایک مرید نے عرض کیا کہ ان کا مطلب تو ثابت ہو گیا فرمایا نہیں، یوں سمجھنا چاہیئے کہ اسی قدر عمر مقدر تھی، دیکھو شاہ منور وغیرہ نے بہت دراز عمریں پائی ہیں، اور سید علی ہمدانی کا کشمیر کی خانقاہ معلیٰ میں جوگی کے ساتھ دونوں کا نفی و اثبات کے ساتھ پانی ہو جانا اور بدبو اور خوشبو سے پانی کا امتحان کرنا، اعضاء کی کمی بیشی اور فضیلت اسلام وغیرہ پر بحث و مباحثہ کا ہونا ذکر فرمایا ۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ سید کے اعضاء میں کمی کیوں نہ ہوئی فرمایا کہ وہاں ریاضت اور محنت کا نتیجہ تھا اور یہاں حضرت حق سبحانہ کی مدد تھی،

فرمایا محققین کے نزدیک شیطان جن کی قسم سے ہے اور ذریت وغیرہ رکھتا ہے اور آدمؑ کی تمام اولاد کے ساتھ اس کی ذریت بھی پیدا ہوتی ہے اولاد اور ملکوں میں آدمی کا شریک ہوتا ہے اسی اثناء میں ایک طالب علم کو عالمانہ معقول اور منقول کے مطابق جواب بھی دیا۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ ہمزاد کس کو کہتے ہیں اور اس کی اصل وحقیقت کیا ہے؟

فرمایا حدیث شریف میں اسی قدر واقع ہوا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان بھی پیدا ہوتا ہے اور وہ ہمراہ رہتا ہے، آدمی کے سایہ کے ساتھ اس کو محبانہ رابطہ اور تعلق ہے، اس جن کو بعض عامل سایہ کے تصور وخیال سے بھی مسخر کرتے ہیں، مگر سایہ اور چیز ہے، جن اور ہے حدیث میں آیا ہے کہ ہر آدمی کے لئے شیطان ہے یہاں تک کہ میرے لئے بھی مگر مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے سالم اور محفوظ رکھا ہے. بعضوں نے کہا ہے کہ فرمایا کہ میرا شیطان اسلام لے آیا ہے، لینی

مسلمان ہوگیا، دوسری حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام کا شیطان مسلمان نہ ہوا اور میرا شیطان مسلمان ہوگیا، لیکن صحت کے درجہ تک نہیں پہونچی، اگر پہونچتی نص ہوجاتی فرمایا کہ ایک شخص شیعہ حضرت سلطان المشائخ[۱] کی درگاہ شریف پر حاضر تھا، جب شہر کی خلقت علماء فقراء فضلاء یعنی عوام وخواص حاضر ہوتے تھے یا کوئی خاص شہر کے فاضل ہوتے تو طبیعت سے تراش تراش کر سوالات کیا کرتا تھا، ایک سوال کیا کہ نومسلم قبول اسلام کے بعد کون سا مذہب اختیار کرے اور کیسے تحقیق کرے کہ یہ مذہب اسلام حق ہے، اگر علم پڑھے اس کے لئے مدت دراز درکار ہے اور انجام بھی خطرہ ووسوسہ سے خالی نہیں، لوگوں نے مختلف جوابات دیئے کہ دونوں جانبوں کے مختار اور پسندیدہ اعمال اختیار کرلے، بعد اختیار کرنے کے جو عمل عمدہ معلوم ہوتے اس کو اپنا مذہب قرار دیوے، آخر میں بندہ پر منحصر کیا اس کو میرے سامنے لاتے، میں نے پوچھا ہر چند کہ جانتا تھا کہ شیعہ ہے اس پردہ میں آکر الزام دینا چاہتا ہے میں نے اس کو جواب دیا کہ اگر عقل رکھتا ہو چھ طریقہ سے جان سکتا ہے کہ حق کون مذہب ہے۔

اول یہ کہ خانہ کعبہ خدا کا گھر ہے دیکھو اس میں کون دین جاری ہے اور کون کون مذاہب مفقود ہیں ایسے ہی مدینہ منورہ۔ دوسرے قرآن مجید کس کو یاد ہوجاتا ہے اور کس کو نہیں ہوتا، تیسرے نبوت کے بعد جو ولایت ہوتی ہے وہ کس فرقہ میں پائی جاتی ہے، چوتھے عیدین اور جمعہ جو اسلام کے طریق ہیں کہاں ہیں، پانچویں ہندوستان میں جہاد کس سے جاری ہوا، سلطان محمود غزنوی وغیرہ کون تھے۔ (چھٹے طریقہ کا ذکر متن کتاب میں شاہ صاحب نے نہیں فرمایا۔) ایک مرید نے عرض کیا کہ قرآن مجید شیعوں کو یاد نہیں ہوتا کیا یہ لکھی پڑھی بات ہے یعنی کسی کتاب میں لکھا ہوا ہے فرمایا صراحتہ کسی کتاب میں نہیں ہے مگر تجربہ سے ثابت ہوا ہے اور اپنے بزرگوں سے بھی سنا ہے، چنانچہ دو آدمیوں نے جن کا یہ نام ہے ارادہ یاد کرنے کا کیا تھا ایک دوپارہ سے زیادہ یاد نہ ہوا دو چار سال کی محنت کے بعد آخر مر گئے بعضے حافظ قرآن مال کی لالچ کی وجہ سے شیعہ ہوگئے تھے تمام قرآن مجید ان کو بٹ ہوگیا، اس کا نام بھی آپ نے فرمایا تھا، اس واقعہ کو لکھنا چاہئے، کام آئے گا۔

---

[۱] سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی (ولادت ۶۳۴ھ وفات ۷۲۵ھ)

ایک مرید نے عرض کیا کہ مسمی مدار بخش قوال جوان، خوشرو، دخوش گو وخوش خو حاضر ہے، محبت اور خلوص کی راہ سے حضور کی غزل کی استدعا کرتا ہے فرمایا والد ماجد کی غزل اور کوئی دوسری غزل نکال کر اس کو دوں گا۔ غزل والد ماجد ؎

من نہ دانم بادہ ام یا بادہ را پیمانہ ام	عاشق شوریدہ ام یا عشق با جانانہ ام
مبتلائے حیرتم جان گومیت یا جانِ جاں	اصطلاح شوق بسیار است من دیوانہ ام
میل ہر عنصر بود سوئے مقرِّ اصلیش	جذبہ اصلست سرّ شورش مستانہ ام
شوقِ موسیٰ در ظہور آورد نار طور را	در نہاد شمع آتش می زند پروانہ ام
اے امیں بر ستیم نام تجرد تہمت است	در ازل پیش از زماں تعمیر شد میخانہ ام

حضرت کی غزل ہے ؎

گر بگلشن بگذری گل بر رخت مفتون شود	در نمای قامت خود سرو را موزوں شود
کار با معنی است دانا را نہ با نام و نشان	جذبہ لیلیٰ ندارد بیدا اگر مجنوں شود
مرد مفلس را جہاں یکسر محل آفت است	شیشہ چوں خالی است گر بادش رسد وارژوں شود

فرمایا غازی الدین خاں[1] کہ عمدہ شاعر تھا کہا کرتا تھا کہ جس شعر کے معنی پیدا نہ ہوتے ہوں اس کو تصوف میں لیجائیے عمدہ معنی پیدا ہو جائیں گے، واقعی سچ کہتا تھا، پھر چند اشعار کے معنی بھی فرمائے، ایک مرید نے عرض کیا کہ عصر کے بعد سورہ عم کی تلاوت کو لوگ محبت الٰہی کے پیدا ہونے کا سبب بتلاتے ہیں کیا یہ مضمون حدیث شریف میں آیا ہے یا ان کا صرف تجربہ ہے، فرمایا حدیث شریف میں نہیں آیا ہے فرمایا کہ لالہ اتم چند ایک مرد دوست پرست اور مسلمان تھا مرید نے عرض کیا کہ ایسے آدمی کو مسلمان کہنا چاہیے فرمایا کہ اگر

---

[1] غازی الدین خاں، نام شہاب الدین خاں تھا، عالمگیر نے غازی الدین بہادر فیروز جنگ کا خطاب دیا، شعر و سخن سے خاص تعلق تھا، خلف الرشد نظام الملک آصف جاہ کے تھے۔

برادری کے خوف سے ظاہر نہ کرے تو گنہگار بھی نہیں ہے ورنہ غایت درجہ فاسق اور عاصی کہا جائے گا، وہ شخص فرصت اور تنہائی میں نماز پڑھا کرتا تھا، کلام اللہ کی تلاوت اس کا معمول تھا، وحدانیت اور رسالت کا اقرار کرتا تھا، بت پرستی وغیرہ ترک کردی تھی، دوسروں کا بھی ذکر فرمایا جو آج بھی موجود ہیں۔ لیکن اس قوت کے ساتھ نہیں، سلسلہ قادریہ میں بھی ان کا ذکر آتا ہے۔ سید احمد صاحب نے جو حضرت کے بڑے خلفاء سے تھے اور پہلے ان کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔ ایک مرید کے بارے میں حضرت سے عرض کیا کہ فنائیت اور عشق کی وجہ سے اس مرید کو حضرت سے خصوصیت ہے۔ مجھ کو بھی ان سے نہایت درجہ محبت پیدا ہو گئی ہے فرمایا اس کو بندہ سے خالص محبت ہے خدا جزائے خیر دیوے۔ یہ امر اختیاری نہیں ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

(ظفر تاباں)

تا دل بکہ باید داد یا دل زکہ باید برد　　دل دادن و دل بردن ایں امر خداداد است

فرمایا اگر خدا تعالیٰ علم یا بزرگی کرامت عطا فرماتے اس کو پھیلانا چاہیئے اور زیادہ کرنا چاہیئے۔ ع

کار نیکو کردن از پُر کردن است

مولوی[1] امام الدین صاحب جو کڑا کے رئیسوں میں سے اپنے بھائی مولوی نظام الدین کو لینے کے لئے آئے تین سال گزر گئے۔ جدائی کی وجہ سے ماں کی پریشانی اور بخار کے تذکرہ میں آپ نے فرمایا جب یوسف علیہ السلام باپ سے جدا ہوئے تھے تو فقط ان کا قلق و اضطراب اس قدر جذب نہ رکھتا تھا کہ یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف کھینچ لیوے جب ان کے دوسرے بھائی کی جدائی کا غم بھی شریک غم ہو گیا تو اب دونوں قلق مل کر اس قدر قوی ہو گئے کہ ان کے جذب نے دونوں بھائیوں کو باپ سے ملا دیا ایک بار تذکرہ کے طور پر فرمایا کہ میں نے اپنے والد ماجد کی برابر حافظہ کسی کا نہیں دیکھا، مگر ایک شخص کا حال سنا ہے۔ بخاری میں اس کا ذکر جا بجا مذکور ہے اور عبد الملک بن

---

[1] مولوی امام الدین محشی امروہوی شاہ عبد القادر کے شاگرد تھے۔

مردان حاکم وقت نے اس کا امتحان لیا، ایک روز اس کو اپنے سامنے بلا کر اپنے جمع خرچ کے تمام کاغذات معہ دیہات اور پرگنہ جات کے تفصیل اور ملک عراق کے چاروں صوبوں کے کاغذ کہ نہایت آباد ملک تھا ایک بار اس کے روبرو پڑھے، پھر تھوڑے دنوں کے بعد بلا کر ان کی یادداشت دریافت کی تمام حالات دفتر کے کاغذات کی مطابق سنا دیئے، یہ بھی سنا ہے کہ امام ترمذی[1] اپنی نابینائی کے زمانہ میں کہ لڑکپن میں مرض چیچک سے آنکھیں جاتی رہی تھیں، اونٹ پر سوار کسی جگہ جاتے تھے، شتربان نے کہا کہ سر نیچا کر لیجئے اوپر درخت کی شاخ ہے کبھی سر میں نہ لگ جائے، ایک زمانہ دراز کے بعد امام ترمذی کا پھر اس طرف کو گزر ہوا، اس مقام پر پہونچتے ہی خود بخود سر نیچا کر لیا، شتربان نے کہا کیوں، فرمایا کیا درخت کی شاخ نہیں ہے، کہا نہیں، کہا اگر میرے حافظہ میں اس وقت ذرا بھی غلط ثابت ہو حدیث کی روایت بالکل چھوڑ دوں قرب و جوار کے لوگوں سے تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ پینتیس برس ہوتے یہاں ایک درخت تھا۔ ہوا کے زور سے اب گر پڑا ہے، فرمایا خیر اس کا مضائقہ نہیں میں نے سمجھا کہ میرے نسیان میں فرق آگیا ہے۔

اسی ضمن میں کسی شخص نے ایک بنگالی مولوی کا ذکر کیا کہ وہ اس قدر ملکہ رکھتے ہیں کہ سبق بھی دیتے ہیں اور مسودہ بھی لکھتے ہیں فرمایا یہ امر مزاولت سے تعلق رکھتا ہے اگرچہ حافظہ اور ذہن بھی شرط ہے چنانچہ ہم نے اپنے لڑکپن کے زمانہ میں ایک گانے والی عورت کا تماشا دیکھا ہے کہ چھوٹی سی تھالی میں ناچتی تھی اور اس تھالی کو جگہ جگہ لے پھرتی تھی اور فرش کے نشیب و فراز کا بھی خیال رکھتی جاتی تھی۔ ہاتھوں میں کچھ سامان بھی لئے ہوئے تھی جن سے جدا کھیلتی تھی، دانتوں سے ایک ایک موتی یا پوتھ تاگے میں پروتی جاتی تھی، غرضکہ حکماء کے مسئلہ کا بطلان اس موقع پر خوب طرح سے ہو گیا وہ کہتے ہیں

---

[1] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی ائمہ حدیث میں مشہور ہیں، امام بخاری کے شاگرد ہیں، آپ کی مشہور تصنیف جامع ترمذی درس میں داخل ہے۔ ۲۷۹ھ میں وفات پائی۔

کہ ایک آن میں نفسِ ناطقہ کی توجہ دو طرف نہیں ہو سکتی اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ شاہ محمد عاشق[1] صاحب میرے والد کے شاگرد اور بڑے خلفا میں سے تھے۔ سبیل الرشاد وغیرہ کے مصنف ہیں ایک شاگرد کو نہایت دقت سے پڑھاتے تھے اور دوران تعلیم میں نے دیکھا ہے کہ نسبت باطنی سر گرمی کے ساتھ کارفرما ہوتی تھی۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ جزو لایتجزیٰ کس کو کہتے ہیں فرمایا ان کے نزدیک یہ ایک جزو غیر منقسم ہے جس کا وجود محض فرضی ہے جیسے نقطہ یا جزو لایتجزیٰ، حاصل یہ ہے کہ جزو لایتجزیٰ شی کا وہ ادنیٰ جزو ہے جس کا مزید تجزیہ نہ ہو سکے، کسی شاعر نے کہا ہے ؎

اے آنکہ جزو لایتجزیٰ دہانِ تست طولے کہ ہیچ عرض ندارد میان تست

کردی بخندہ نقطۂ موہوم را دو نیم پس مبطل کلام حکیماں دہان تست

فرمایا استعداد کے لئے صحبت شرط ہے ؏ مرد چوں کوراست عینک لعبت است

فرمایا جس وقت کہ میں پرانی دہلی میں انبیاء کے کوچہ میں رہا کرتا تھا ایک سید کے گھر میں ایک جاہل پوربن باندی کو دیکھا، میرے خیال میں اس نے اپنی عمر بھر میں کبھی نماز نہ پڑھی ہوگی، لیکن چونکہ بڑھیا تھی اور ان بزرگ کے صاحبزادوں کی پرورش اس نے کی تھی اس لئے وہ اس کی بہت خدمت و خاطر کرتے تھے، جب اس باندی کی موت کا وقت قریب آیا، ایک آواز اس کے منہ سے مشرقی لہجہ کے انداز پر نکلتی ہوئی معلوم ہوتی تھی، مگر کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تھی، تمام حکیموں اور صالحوں کو بلا کر پوچھا، کسی نے نہ سمجھا، سب سے آخر میں میرے چچا پر جن کا شاہ اہل اللہ نام تھا نوبت پہونچی، انہوں نے آن کر سمجھا کہ یہ کہتی ہے لا تخافی ولا تحزنی یعنی اے عورت تو کچھ خوف نہ کر اور غمگین نہ ہو اس کے دوستوں میں سے کسی نے کہا کہ آپ یہ پوچھئے کہ یہ لفظ تو کیوں کہتی ہے، بہت پوچھنے کے بعد اس نے کہا کہ ایک جماعت کھڑی ہوئی

---

[1] شاہ محمد عاشق، شاہ ولی اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے علوم عقلیہ و نقلیہ میں زبردست عالم تھے، شاہ عبدالعزیز کے استاد تھے، اکبر شاہ ثانی کے عہد میں انتقال ہوا۔

میرے سامنے کہہ رہی ہے، پھر پوچھا اس کے کیا معنی ہیں، کہا معنی نہیں جانتی ہوں، اتنا معلوم ہے کہ اس جماعت کے لوگ میری تسلی کے لئے یہ کلمے کہتے ہیں، پھر اس کو تکلیف دی کہ ان جماعت والوں سے پوچھ کہ کون سے عمل کے قبول ہونے کی وجہ سے یہ تیری تسلی کرتے ہیں، بہت دیر کے بعد کہا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ تو نے کچھ نماز روزہ وغیرہ نیک کام نہیں کیا ہے مگر ایک دن جاڑے کے موسم میں بازار سے تیل لینے کے لئے گئی تھی، اس تیل میں سے ایک روپیہ نکلا، اول تو نے یہ چاہا کہ چپ چاپ اپنے کام میں لے آوے اسواسطے کہ کسی کو خبر تو ہے ہی نہیں، پھر غور کیا کہ نہیں اللہ تعالیٰ تو دیکھتا ہے، یہ خوف کرکے روپیہ اروپیہ والے کو واپس کردیا، صرف یہ کام تیرا اللہ کو پسند آیا ہے، اسی کے بدلہ میں ہم تجھ کو خوشخبری دیتے ہیں کہ تو کچھ خوف مت کر اور کچھ غمگین نہ ہو۔

فرمایا اسی زمانہ میں وہاں ایک بزرگ تھے میں اپنے چچا کے ہمراہ ان کے مرض موت میں عیادت کیلئے گیا دیکھا کہ وہ بزرگ تسبیح پڑھنے کے طور پر کچھ انگلیوں پر شمار کررہے ہیں اور سو عدد پورے ہونے کے بعد نشان کردیتے ہیں اور بے ہوش پڑے ہوتے ہیں، میرے چچا نے کہا کہ دیکھو نیک کام کا محاورہ کرنا بھی کام آجاتا ہے جب ملکہ ہوجاتا ہے تو بے ارادہ بھی فعل وقوع میں آتا ہے، ایک مرید نے عرض کیا کہ جب حکماء وقت کو جز وغیر منقسم کہتے ہیں، پھر ایک آن واحد میں دو طرف توجہ کیونکر ہوجاتی ہے گی فرمایا ہوسکتی ہے خود حکماء نے لکھا ہے کہ ملکہ ہوجانے کے بعد بے توجہ نفس سے بھی افعال صادر ہوتے ہیں جیسا کہ مذکور ہوا اور دوسرے جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جو فعل مستمر اور مسلسل ہوتا ہے اس کی توجہ بھی مسلسل اور مستمر ہوتی ہے حاصل یہ کہ الزامی دلیل دیتے ہیں، اسی اعتبار سے یہ کہا گیا ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ باوجود اسکے کہ حضرت کی توجہ امراض ودورو وغیرہ تیز لوگوں سے گفتگو کی طرف ہوتی ہے مگر پھر بھی حضور کی برکات کو ہم محسوس کرتے ہیں۔

فرمایا توجہ چار قسم کی ہوتی ہے، اول انعکاسی یہ سب طریقوں میں مروج ہے، یعنی جب قلب، قلب کے مقابل ہوتا ہے تو آئینہ کی طرح جو چیزیں مقابل ہوتی ہیں، جلوہ گر ہوجاتی ہیں اس کے لئے قلب کی صفائی کی ضرورت ہے (دوسری) القائی یعنی کسی چیز کو ایک شیشہ سے دوسرے شیشہ میں

ڈالتے ہیں اس کے لئے قصد وارادہ شرط ہے، (تیسرے) جذبی یعنی طالب کا قلب اپنی طرف کھینچ کر قابو میں لادیں اور متاثر کریں، جیسے خشک کپڑا تر کپڑے کے نیچے رکھنے سے تر ہو جاتا ہے، ایک مرید نے عرض کیا کہ فرق صرف اتنا ہوا کہ ایک میں قلب کو بزور اپنی طرف کھینچتے ہیں اور دوسرے میں بزور نہیں کھینچتے۔ فرمایا کھینچنے میں زیادہ قوت درکار ہے، چوتھی قسم اتحادی ہے کہ توجہ دینے والے کے تمام اوصاف طالب میں سرایت کر جاویں، یہاں تک کہ صورت ظاہری بھی ایک ہو جاتے گویا ایک روح دو قالب ہو گئے۔

عرض کیا کہ جب سے بدرجہ کمال محبت ہو اور پیر میں ہی فنا ہو جائے تب یہ بات حاصل ہوتی ہے فرمایا بیشک پھر فرمایا کہ حضرت شاہ باقی باللہ[1] صاحب کے مکان میں چند مہمان آئے، آپ کے ہاں اس وقت کچھ موجود نہ تھا حضرت بار بار آتے تھے اور خادم کو بھیجتے تھے کہ کہیں سے جا کر کچھ لاوے، مگر کچھ بھی دستیاب نہ ہوتا تھا مرید نے عرض کیا سچ ہے بشریت رفع نہیں ہوتی فرمایا مہمانوں کی تعظیم وتکریم خاطر و مدارات ضرور چاہئے، الغرض وہاں ایک نان پز تھا، اس نے خادم سے پوچھا کہ کیا سبب ہے خواجہ بار بار آتے جاتے ہیں، ہر چند کہ خادم کو منظور نہ تھا کہ فقیر کا حال ظاہر کرے، مگر بضرورت مجبور ہو کر کہا کہ چند مہمان حضرت کے مکان پر تشریف لاتے ہیں، ما حضر نہیں ہے، لہذا تشویش و فکر ہے۔ وہ نان پز نہاری طیار کر کے حضرت کے سامنے لے گیا، آپ نہایت خوش ہوئے اور مہمانوں کو تقسیم فرمائی، دوسرے وقت میں اس سے فرمایا کہ اے نان پز مانگ کیا مانگتا ہے جو تو کہے وہی دعا تیرے حق میں کروں، کہا کس وقت کہہ دوں گا آخر اپنا موقع دیکھ کر کہا کہ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ جیسا ہو جاؤں، ہر چند حضرت نے عذر و معذرت کی مگر اس نان پز نے قبول نہ کیا، آخر کار نماز ظہر کے بعد اس کو حجرہ میں لے گئے، عصر کے وقت دونوں نکلے تو

---

[1] رضی الدین احمد نام تھا، باقی باللہ کے لقب سے مشہور ہیں، قاضی عبدالسلام کے لڑکے تھے، مولانا محمد صادق کے شاگرد تھے، حضرت خواجہ امکنگی سے بیعت تھے، سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک تھے ۹۷۱ھ میں، تولد ہوئے جلال الدین محمد اکبر شاہنشاہ کا عہد حکومت تھا۔ وفات ۱۰۱۲ھ میں واقع ہے۔

دونوں ایک صورت شکل اور ایک لباس میں تھے، صرف فرق اتنا تھا کہ حضرت باہوش تھے اور نانبائی بے ہوش، پھر وہ سات روز کے بعد مر گیا، اسی ذکر کے ضمن میں فرمایا کہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بے مرشد ظاہر کے بھی جذب ہوجاتا ہے، مگر بہت کم، چنانچہ اصحاب کہف کا حال دیکھ لیجئے، کہ بے پیغمبر اور بے مرشد کے ان کو ہدایت حق نصیب ہوگئی، اس کے متعلق کلام اللہ شریف کی ایک آیت تلاوت کی کہ خود مرشد نے اور خود پیغمبر نے اور خدا نے بزرگ نے ان کو ہدایت کی اور بلا کسی واسطہ کے ان کو قبول کر لیا اور یہ عجیب بات ہے فرمایا اگر کوئی مشکل آن پڑے اور اصحاب کہف کی روح کو ثواب بخشا جاوے جلد مقصد حاصل ہوجاتا ہے بہت مجرب ہے ایک مرید نے عرض کیا میں تو کرتا رہتا ہوں فرمایا مشکل اور سختی کے وقت کرنے کا ایک خاص طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ پونے چار سیر گیہوں کا آٹا، پونے چار سیر بکری کا گوشت، اس کے نصف گھی لیوے اور پیاز اور دہی وغیرہ ملا کر بہت اچھی طرح تیار کرکے آدھ آدھ سیر کے سات حصے کرے سات آدمیوں کو جو صالح اور متقی ہوں دیدیوے خواہ وہ خود کھالیں یا اپنی طرف سے کسی آدمی کو دیدیویں اور ایک روز پہلے سے کسی کتے کی دعوت کر دیں، اگر آجاوے تو بہتر ورنہ جو کتا ملے اس کو باقی کھانا کھلا دیویں ایک مرید نے عرض کیا کہ شیخ سعدی کے اس شعر کے کیا معنی ہیں ؎

سگ اصحاب کہف روزے چند　　　پے نیکاں گرفت و مردم شد

فرمایا بعض لوگوں سے یہ سنا ہے کہ قیامت کے دن برصیصا راہب کی شکل بن کر اصحاب کہف کا کتا بہشت میں داخل ہوگا، اس لئے کہ اس کتے کا بہشت میں کیا کام ہے، برصیصا راہب کا قصہ جو حضرت موسیٰ کے ساتھ واقع ہوا ہے، اس طرح پر ہے کہ حضرت موسیٰ کو حکم ہوا کہ عمالقہ کی قوم پر جو نہایت قوی الجثہ ہے تسلط کریں اور ان کو نکال دیں، جب موسیٰ وہاں تشریف لے گئے، عمالقہ کے آدمیوں پر غالب ہوتے، وہ آدمی بلعم باعور کے پاس گئے اور کہا کہ کچھ دعا کرو، اس نے جو باہر آکر دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے گرد اگرد فرشتے موجود ہیں، کہا اب میری دعا و عمل کچھ کارگر نہ ہوگا، آخر اس کی عورت کو جو نہایت ان کی محبوبہ تھی، تیس ہزار اشرفی کا لالچ دے کر اس سے تدبیریں دریافت کیں، اس نے کہا عمدہ تدبیر یہ ہے کہ بدکار عورتوں کو ان کے لشکر میں بھیجدو، لوگ ان پر مفتون ہوں گے، بدکاری کریں گے، اللہ کا فضل ان پر

سے اٹھ جائے گا، ایسا ہی کیا گیا، موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کے آدمی مبتلائے عصیان ہو گئے، لہٰذا موسیٰ مغلوب ہوتے، اور بد دعا کی کہ کتے کی شکل ہو کر دنیا سے اٹھو، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کتے کی صورت میں وہ مر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے پھر ایک زمانہ کے بعد ان کی اولاد سے یہ ملک فتح کیا، ایک مرید نے عرض کیا کہ قیامت میں کیا تبدیل جسم بھی ہوگا فرمایا، ہاں، مگر بہشت میں داخل ہونے سے پیشتر ہوگا، اپنے اپنے اخلاق اور اعمال کی صورت پر اٹھیں گے، بعض سیاہ رو بعض سپید رو، جیسا کہ حدیث و تفاسیر میں مذکور ہے۔

فرمایا، بزرگ چار قسم کے ہوتے ہیں، اول، سالک مجذوب کہ ابتداء زمانہ میں تو خود کوشش کی اور آخر میں کشش ہوئی یہ سب سے بہتر ہیں، دوسرے مجذوب سالک کہ اولاً جذب سے سرفراز ہوئے پھر سلوک اختیار فرمایا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ لینے کو تشریف لے گئے، تجلی باری نصیب ہوئی، تیسرے سالک بحت، کہ مشرف بجذب نہیں ہوتے ہیں، چوتھے مجذوب محض کہ تجلی باری کی وجہ سے ان کی عقل سلب ہو گئی ہے، یہ لوگ بانجھ عورت کی مثل ہیں، ایک مرید نے عرض کیا کہ سلوک اور جذب کے کیا معنی ہیں فرمایا سلوک مجاہدات و ریاضت کا نام ہے، جذب محض عنایت خداوندی ہے ؎

تا کہ از جانب معشوق نباشد کششے   کوشش عاشق بیچارہ بجائے نرسد

ایک مرید نے عرض کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ جذب کے مختلف مراتب ہیں بعض کو محض توفیق طلب اسی طرح اس تجلی تک جو اقصاء غایت ہے فرمایا ایک مرید نے عرض کیا کہ خلاف شرع شریف حرکات کرنا سلوک کے لئے بالکلیہ سد راہ ہے یا کچھ فرمایا خلاف شرع افعال سے بکدر عذر در حاصل ہوتا ہے اور بعض افعال خلاف شرع کا تو یہ اثر ہے کہ جو نسبت طالب کو اللہ کے ساتھ حاصل ہوتی ہے بالکل قطع کر دیتے ہیں جیسے مکر، دغابازی، فریب دہی، نخوت، تکبر، خود نمائی، طلب دنیا، طلب جاہ وغیرہ اور بعض احکام شرع کے خلاف اگر اتفاقی طور پر صادر ہوتے ہیں ان سے چنداں نقصان نہیں ہوتا جیسا کہ بعض گناہ صغیرہ جو بلا ارادہ سرزد ہوں۔

فرمایا ایک شخص نے جنید رحمہ سے سوال کیا کہ کیا عارف زنا کرتا ہے، پہلی بار تو وہ خاموش ہو گئے، پھر پوچھا

فرمایا کہ اگر مقدر میں ہے تو کیوں کر رکے گا فرمایا اعمال میں نیت کا اعتبار کیا گیا ہے ایسے ہی سلوک میں بھی، فرمایا عبدالقادر نام کے ایک بزرگ تھے، کچھ نہ کھاتے تھے نہ کچھ پیتے تھے اور ہر آدمی کو زبردستی مرید کر لیتے تھے، یہاں تک کہ دن میں دو دو بار لوگ تنگ ہو کر بھاگنے لگے، ان بزرگ سے اس شوق کا سبب لوگوں نے دریافت کیا، فرمایا، حضرت سرور عالم نے خیبر کو رخصت کرتے وقت حضرت علی سے فرمایا تھا کہ اگر تیرے ہاتھ پر ایک آدمی بھی ہدایت پاتے یہ اس سے بہتر ہے کہ تو خزانہ کثیر مساکین کو خیرات کر دے ایک دوسرے عالم کا تذکرہ کیا جو ہر شخص کو پکڑ لیتا تھا کہ علی معاویہ سے برسر پیکار ہیں میں صلح کراتا ہوں، شیرہ انگور اور عرق تاڑ اور کھجور علماء میں زیر بحث تھا فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تازہ نشہ نہیں لاتا ہے پس حرام نہ ہوگا اور جب تک نشہ پیدا ہو یعنی دیر تک نہ رکھا جائے. ایک مرید نے عرض کیا کہ مولنا عبدالعلی صاحب جو مشہور فاضل ہیں انھوں نے نان پاؤ کے حرام ہونے پر فتویٰ دیا ہے، اسی بناء پر کہ اس کے خمیر میں کچھ شیرۂ انگور ڈالا جاتا ہے فرمایا بیشک احتیاط اسی میں ہے کہ اس کو نہ کھایا جائے۔ کیونکہ اس وقت وہ ڈالا جاتا ہے جب مُسکر ہو جاتا ہے اگرچہ احناف کے نزدیک اس میں مضائقہ نہیں ہے. اس کے بعد مولینا عبدالعلی فاضل نے فرمایا کہ مُسکر کا ایک قطرہ بھی حرام ہے.

فرمایا درخت کا پانی نجس نہیں ہے البتہ جب نشہ کی حد تک پہونچے گا، بیشک نجس ہو جائے گا، فرمایا کہ بعض جگہ کی زمین اور بعض ملکوں کی ہوا میں یہ اثر ہے کہ چیزوں میں نشہ لاتی ہیں چنانچہ ملک ایران کے کسی شہر کا نام لیا کہ وہاں گیہوں کی روٹی نشہ پیدا کرتی ہے اور وہاں کے آدمی وہی تازی روٹی بے خمیر کی کھاتے ہیں لہٰذا گیہوں کو حرام نہ سمجھنا چاہیئے فرمایا پنجاب کے ملک میں چھاچھ نشہ پیدا کرتی ہے اس کو حرام نہ سمجھنا چاہیئے، اس طرح چند چیزیں بیان فرمائیں اور فرمایا کہ مصلحت وقت البتہ دوسری چیز ہے فرمایا برہان الدین ابوالخیر بلخی لڑکپن میں اپنے والد کے ہمراہ جاتے تھے، برہان الدین مرغینانی صاحبِ ہدایہ بھی تیز تیز جا رہے تھے، برہان الدین کی طرف دیکھ کر کہا کہ میرا خدا کہلواتا ہے کہ یہ لڑکا مرجع خلائق ہوگا ان کے باپ نے کہا، آمین، اب برہان الدین ابوالخیر کی قبر کی خاک میں یہ تاثیر ہے کہ جو کوئی کھاتا ہے، اس کا حافظہ اور ذہن اچھا ہو جاتا ہے۔

بیت

گر کرمت عام شد رفت زبر بان عذاب　　در بہ عمل کار شد وہ کہ چہا دیدنی است

فرمایا ہر دین میں احوال خمسہ کی رعایت واجب ہے، عقل کی حفاظت، نفس کی حفاظت دین کی حفاظت، نسب کی حفاظت، مال کی حفاظت ایک شخص سے ارشاد فرمایا کہ خواب کی ڈر کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے تم نے وظیفہ یا شدید بہت پڑھا ہے فرمایا خانقاہ خانگاہ کا معرب ہے یعنی بادشاہوں کی جگہ، فرمایا مسجد میں تین درجے بھی ہوتے ہیں، چنانچہ مدینہ منورہ کی مسجد میں تین درجے ہیں شاہجہاں آباد کی عرب سرائے کے بھی تین درجے ہیں۔

ایک شخص کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ محتاج بھوکے کو ضرور کھانا دینا چاہیئے خواہ کافر ہو یا مسلمان ایک مرید نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ[۱] معین الدین صاحب پر کسی کو طعن کرتے ہوئے نہ دیکھا نہ سنا، بخلاف حضرت غوث پاک اور حضرت نظام الدین صاحب وغیرہ بزرگوں کے، فرمایا بیشک یہی بات ہے، سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ہندوستان میں علماء وقت کم تھے اور ہندو ان کے کثرت سے معتقد تھے، فرمایا نظام الدین اولیاء کے وقت میں تین ضیاء تھے ایک ضیائے سنامی جو حضرت کے منکر تھے، دوسرے ضیائے نقشبی جو نہ معتقد تھے نہ منکر تیسرے ضیائے برنی جو حضرت کے مرید تھے، حضرت نظام الدین کی بزرگی اس درجہ پر پہونچ گئی تھی کہ دوسرے مذہب والے بھی ان کو ولایت کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

فرمایا بزرگوں کے رشتہ دار اکثر بد اعتقاد ہوتے ہیں اور ہم عصر لوگ خواہ مخواہ نفرت کیا کرتے ہیں وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ برے بھلے ہر قسم کے کام ان پر ظاہر ہوتے ہیں اور ہر طرح کا ان سے معاملہ پڑتا ہے لہذا ناخوش رہتے ہیں، کسی نے خوب کہا ہے المعاصرۃ اصل المنافرۃ چنانچہ نوعمری کے زمانہ میں میں نے سنا ہے کہ بعض لوگ وعظ کے روز اپنی چھتوں پر کھڑے ہو کر بآواز بلند پکارا کرتے تھے کہ یار لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور آدمی جوق در جوق سننے کے لئے آتے ہیں، پھر کچھ تعریف کتاب سلک السلوک کی فرماتے رہے کچھ دیر تک باندی کے جاگنے اور اپنے آقا سے گفتگو کرنے کا حال بیان کرتے رہے، ایک مرید کے سوال کے جواب میں

---

[۱] حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رح، ۵۳۷ھ میں پیدا ہوئے، ۶۳۳ھ میں وفات پائی۔

ارشاد فرمایا کہ قرآن کی آیتیں جو فرض نماز کی دعا پر مشتمل ہیں بہتر یہ ہے کہ ان کو قرأت کے طریقہ پر اول پڑھے اور نیت دعا کی رکھے چنانچہ تہجد میں آنحضرت ؐ نے تمام تمام رات دعا کی آیتیں پڑھی ہیں۔ ایک مرید کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا اگر حافظ نے دو چار جگہ تراویح پڑھی سب جگہ سنت ادا ہوگی، چنانچہ میرا بیٹا یعقوب بھی ایسا ہی کرتا ہے کہ ہر رات میں ایک سپارہ مدرسہ میں پڑھتا ہے اور پھر وہی سپارہ جماعت کے ساتھ گھر میں جاکر پڑھتا ہے، تاکہ دو قرآن شریف معاً ایک دو روز کے فرق سے ختم کرلے فرمایا چونکہ میں نے کئی گھنٹے کچھ نہیں کھایا ہے لہٰذا درد سر وغیرہ اور ضعف بہت ہے یہ بھی وجہ ہے کہ بہت عورتیں آتی ہیں اور طرح طرح کے سوال کرتی ہیں، کوئی ذکر اذکار پوچھتی ہیں، کوئی فقہ کے مسئلہ دریافت کرتی ہے، مرید نے عرض کیا حضرت عورتیں بہت خوش عقیدہ ہوتی ہیں اور ان کو کمال درجہ بزرگوں سے خلوص اور محبت ہوتی ہے فرمایا ٹھیک ہے جیسا کہ حضرت سفیان[۱] ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے (یعنی تم لوگ بڑھیوں کا طرز اختیار کرو) جیسے عورتیں بلا دلیل شادی وغمی میں اپنی رسومات کو نہیں چھوڑتیں، ایسے ہی تم بھی اپنے نیک عقیدوں کو نہ چھوڑو اور ان میں ثابت قدم رہو ——— ایک مرید نے سوال کیا لوگ جو مختلف بیعت کرلیتے ہیں، کبھی چشتی خاندان میں بیعت ہوگئے، کبھی قادری میں، کسی سے نقشبندی میں یہ جائز ہے یا نہیں فرمایا جس طریقہ میں کہ اول بیعت کی ہے اس کو طے کرلینا چاہیئے، تب دوسرے سلسلہ میں مرید ہوئے، دوسرے سلسلوں سے کسب فیض کرنے میں مضائقہ نہیں۔ لیکن طریقۂ اول میں سلوک طے کئے بغیر دوسرے طریقہ سے کسب فیض بھی مناسب نہیں بیعت کو لڑکوں کا کھیل نہ بنانا چاہیئے۔ البتہ جو بیعت کپڑے وغیرہ سے پیر کے ساتھ کرتے ہیں وہ اور چیز ہے ایک شخص نے تاکیداً عرض کیا کہ حضور میں دکن سے حاضر ہوا ہوں، یہ اشتیاق ہے کہ زبانِ مبارک سے کچھ ارشاد ہو تو میں اس کو اپنا ورد کروں فرمایا نماز صبح کے بعد لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین پڑھ لیا کرو، انشاءاللہ ظاہر و باطن کا فائدہ ہوگا، پھر فرمایا سلسلے تو سب اچھے ہیں اور ہر ایک

---

[۱] ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق ۹۳ھ میں پیدا ہوئے ۱۶۹ھ میں وفات پائی۔ علم حدیث میں آپ کا درجہ بلند تھا، ابو اسحاق سبیعی سے حدیث پڑھی۔

اپنے سلسلے پر فخر کرتے ہیں، سب نے سلوک طے کرنے کے قاعدے معین کئے ہیں، لیکن بزرگان نقشبندیہ کے قواعد مجھ کو بہت پسند ہیں، ان کے قاعدے انگریزوں کی لڑائی کے مشابہ ہیں یعنی بہت نظام اور نہایت بندوبست کے ساتھ ہیں شروع میں ان پر کسی نے طعن کیا تھا، جامی نے اس کا جواب دیا ہے۔

نقشبندیہ عجیب قافلہ سالاران اند   کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ باز

فرمایا ایک شخص سماع سنتا تھا اور وجد کیا کرتا تھا، لوگوں نے کہا تم تو نقشبندی ہو یہ وجد اور سوزش کیسی، کہا جس جگہ میری شادی ہوئی ہے، وہ لوگ چشتی ہیں، وجد اور سماع انہوں نے مجھ کو جہیز میں دیا ہے، اسی اثنا میں فرمایا کہ ہر فرقہ میں عجیب عجیب قصے مشہور ہیں چنانچہ نارنگ لوتی مشہور ہے پہلے لکھا جا چکا ہے، ——— اور اسی طرح نقالوں کا قصہ اہل کشمیر سے تواتر کے ساتھ مشہور ہے، میں نے سنا ہے کہ کشمیر میں نقال لوگ زیادہ رہتے ہیں اور اپنے فن کے لئے کامل ہوتے ہیں بات یہ ہے کہ ہر صاحب فن کے لئے ایک شہر یا ایک جگہ خاص کر دی گئی ہے۔ فرمایا کہ ایک نقالوں کی جماعت کشمیر سے تبت کی طرف گئی وہاں ان کی نقلوں کو بہت عجیب و غریب چیز سمجھا انہوں نے بہت انعام اور اکرام دیا، تھوڑے دنوں کے بعد بہت خوشی کے ساتھ وہاں سے لوٹے اور قریب کشمیر پہونچے، کشمیر کی تازگی اور فرحت تو مشہور ہے ہی، ایک جنگل میں عمدہ ہوا اور دلکش سبزہ دیکھا، اُن کو بھی اچھا معلوم ہوا، آپس میں کہا کہ ساری عمر تو مخلوق کی خوشی کے واسطے تماشا کیا ہے، آج خالق کی خوشی کے واسطے تماشہ کریں اور انتہائی کوشش کریں کوئی دقیقہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا کچھ گاؤں کے لوگ دور سے اس تماشہ کو دیکھ رہے تھے یکایک انہوں نے دیکھا کہ نقالوں کے کپڑے موجود ہیں اور تمام نقال نظر سے غائب ہیں چنانچہ وہاں کے لوگوں نے اس جگہ ایک عمارت (یادگار) بھی تعمیر کرائی ہے۔

سید حسن کی اولاد میں سے کسی نے جو شاہ صاحب سے بیعت تھا، بیان کیا کہ سید حسن صاحب سماع و نقل اور رقص میں دلچسپی سے حصہ لیتے تھے۔ مرید کی زبانی یہ سن کر شاہ صاحب نے فرمایا اگر ایسا ہے (یعنی جو کچھ تم سید حسن کی بابت بیان کرتے ہو یہ سچ ہے، تو پھر زنا خانہ میں جانے میں کیا مضائقہ تھا، پھر فرمایا خیر ہو گا۔ پھر ایک مرید کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ عارفوں کی محفل و مجلس

بھی تم نے دیکھی اور سُنی کہ اس میں یہ ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بہروپیوں کے تماشہ میں عجیب عجیب حالات اور حضرت حق مجدہ کے مظاہر قدرت کا مشاہدہ کیا اور بھانڈوں کے تماشوں میں پیروں کا اتباع اور پری پیکروں کے حسن وجمال پر رقص کرنے والوں کی محفلوں میں ذات وصفات اور کیفیات دیکھیں۔ چنانچہ باوجود زہد و تقویٰ کے حضرت مجد داوائل حال میں عام مجمعوں میں شریک ہوتے تھے اور ان پر حال وکیفیات بھی طاری ہوتی تھیں لیکن احتیاط کے طور پر یہ کہا گیا ہے کہ مباح جلسوں کے علاوہ دوسری جگہ نہ جانا چاہئے کیونکہ اس قسم کی عام مجلسوں میں جانے سے عوام کے میل جول کا اشتباہ ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کو یعنی شریک ہونے والے کو، نقصان نہ پہنچے اور فی الواقع اس کو نقصان بھی نہیں ہوتا۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ مردہ کی قبر میں پکی اینٹ لگاتے ہیں **فرمایا** اندر نہ رکھنا چاہئے باہر مضائقہ نہیں ہے، بیری کے تختے دوسرے سے بہتر ہیں یا کچی اینٹ یا کھوکھرے بانس رکھ دینا بہتر ہے فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیری کا درخت کاٹنا برا ہے بلکہ فرمایا ہے کہ کاٹنے والا دوزخ میں اوندھے منہ کرکے ڈالا جائے گا، پس چاہیئے کہ بے ضرورت نہ کاٹے اور کاٹنے سے مراد جڑ سے کاٹ دینا ہے، اگرچہ فقیہ لوگ اس پر فتویٰ نہیں دیتے ہیں، مگر احتیاط اس میں ہے۔ اس آدمی نے پھر عرض کیا کہ شہید کو اسکے کپڑوں سمیت دفن کر دینا چاہیئے اور موزہ، اور پگڑی اور روئی دار کپڑوں کا کیا حکم ہے **فرمایا** روئی کے کپڑے اور موزہ نکال لینے چاہئیں باقی کپڑے چھوڑ دینا چاہئیں ایک شخص نے عرض کیا کہ ایک شخص تمام شب ایک عورت کے ساتھ مزامیر والے گانے میں مشغول رہا۔ صبح کو وضو کر کے امام بن گیا اس صورت میں مقتدیوں کی نماز کا کیا حکم ہے، اگر کسی کو شبہ ہو لوٹا دے؛ **فرمایا** نماز ہو جاتی ہے اور اگر لوٹائے تو اختیار ہے، ایک شخص نے عرض کیا . . . [۱]؛ فرمایا سب سے بڑا گناہ زنا ہے ایک شخص نے پوچھا بعض

---

[۱] متن کتاب میں عبارت اس طرح ہے "عرض کرد از ہر کدام فرق است یا نہ" معلوم ہوتا ہے کتابت میں یا طباعت میں کچھ لفظ چھوٹ گئے ہیں جس سے ترجمہ واضح نہیں ہوتا۔

دگ کہتے ہیں کہ اگر پانی کے موجود ہوتے ہوئے ڈھیلے سے استنجا کرنے سے طہارت حاصل نہیں ہوتی فرمایا اگر اعضائے تناسل کے سوراخ سے ایک درہم کے مثل یا اس سے کم نجاست تجاوز کر گئی ہے بے پانی کے پاک نہیں ہوتی مگر بضرورت ورنہ ڈھیلے مثل یا اس سے کم نجاست تجاوز کر گئی ہے، بے پانی کے پاک نہیں ہوتی، مگر بضرورت ورنہ ڈھیلے سے بھی جاتی ہے اور اگر درہم کی مقدار سے زیادہ ہے تو سب کا اتفاق ہے کہ پانی سے دھونا چاہیئے، اور اگر درہم کی برابر ہے تب بھی دھونا چاہیئے اس سے کم معاف ہے، لیکن اس کا دھونا بھی سنت ہے، پھر عرض کیا جب نجاست زیادہ ہو جاتے تو درم کا حکم ہے اور بعض کے نزدیک ساڑھے تین ماشہ اور ہتھیلی کی اس مقدار کے موافق ہوتا ہے کہ جتنی جگہ میں پانی ٹھہر سکے، جیسے روپیہ، کلدار، ایک مرید نے عرض کیا کہ ہر ایک آدمی اضافت کرتا ہے۔ جانِ من، عقلِ من، جسدِ من، اس میں اضافت کرنے والا کون ہوا؟ فرمایا کہ روح۔ پھر عرض کیا کہ روح من بھی استعمال کرتے ہیں فرمایا کہ روح خود اپنی طرف اضافت کرتی ہے جیسے روح الروح وہ بھی ایک وجود ہو گا جیسا کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ چنانچہ عبدالرحمان جامی نے فرمایا ہے۔ رباعی

حق جان جہاں است و جہاں جملہ بدن ۔۔۔ ارواح ملائکہ حواس ایں تن

افلاک و عناصر مو الید اعضا ۔۔۔ توحید ہمیں است دگر ہا ہمہ فن

پھر فرمایا یہ بھی ایک توحید کا مرتبہ ہے جو جامی نے اجمال کے ساتھ بیان کیا ہے پھر فرمایا کہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ توحید ایسا قرض خواہ ہے جس کا دین ادا نہیں کیا جاتا ہے پھر فرمایا انشاء اللہ کسی دن بتاؤں گا ایک مرید نے امام مقیم کے پیچھے مسافر کی نیت کی بابت استفسار کیا یا ایسے امام کے پیچھے جس کے مقیم یا مسافر ہونے کی حالت کا علم نہ ہو۔ فرمایا اگر حال جانتا ہے تو اس جیسی نیت کرے ورنہ کہدے کہ اس امام کا میں نے اقتدا کیا ہے تو اس کی نیت امام کی نیت کے مطابق ہو جائیگی اگر نیت دو کی ہے اور چار پڑھ لیں جب بھی نماز ہو جاتی ہے، اس کا حکم مسبوق جیسا ہے فرمایا پہلی تمثیل بحر امواج کی دوسری واحد اور اعداد کی تیسرے صورت خطے الف کی، رباعی،

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است ۔۔۔ گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ

تعلیم کن اگر ترا دسترس است　　درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

چوتھی شعاع و اشکال والد ماجد سے

وے دلبر من چو خودنمائی ہا کرد　　جانہا بخشیدہ دلربائی ہا کرد
بیگانہ نمودہ آشنائی ہا کرد　　در کسوت بندگی خدائی ہا کرد

دیگر

البحر بحر وعلی ما کان فی القدم　　ان الحوادث امواج وانہار
لا یحجبنک اشکال یشاکلہا　　این المتشکل فیہا فہی استار

خواہی اگر ز نکتہ توحید مثال　　منگر سوے فانوس خیال
یک نور بسیط است مبرہ ز صور　　ظاہر شدہ در صورت چندیں اشکال

پانچویں بسائط و مرکبات کی صورتوں میں عناصر کا ہیولی

چیست آدم عکس روئے لم یزل　　چیست عالم موج بحر لا یزال
عکس را کے باشد از نور انقطاع　　موج را چوں باشد از بحر انفصال

چھٹی کلی طبعی افراد کے ساتھ

کلما فی الکون وہم او خیال　　او عکوس فی المرایا او ظلال
لاح فی ظل السویٰ شمس الہدی　　لا تکن حیران فی بیت الظلال

ساتویں فرشتہ اور جن مثالی صورتوں کے ساتھ، جیسے بہروپیہ، آٹھویں شخص لباس کے ساتھ

دم بدم گر شود لباس بدل　　شخص صاحب لباس را چہ خلل

نویں روح اعضا اور قویٰ کے ساتھ، قطعہ

حق جان جہانست جہاں جملہ بدن　　ارواح ملائکہ حواس ایں تن
افلاک و عناصر و موالید اعضا　　توحید ہمیں است دگرہا ہمہ فن

دسویں مرئی اور مرایائے متعددہ جیسا کہ شاعر نے اشارہ کیا ہے۔

وما الوجہ الا واحد غیر انہ
اذ أنت عددت المرایا تعدد

فرمایا ان تمثیلوں میں نقصانات ہیں تمثیل اول میں نقصان یہ ہے کہ موجوں کا پیدا ہونا یا ہوا کی تحریک سے ہے یا اس جوش کی وجہ سے ہے جو جذر و مد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور یہاں کوئی غیر سوائے ذات کے نہیں ہے کہ بحر قدم میں تاثیر کرے اور امواج کے پیدا ہونے کا باعث ہو۔

دوسری تمثیل کا نقصان یہ ہے کہ ایک ذات سے اعداد غیر متناہیہ کے مراتب کا ظاہر ہونا تکرار واحد کے سبب سے باعتبار معتبر ہے اور یہاں نہ تکرار واحد ہے نہ اعتبار معتبر کو کوئی دخل ہے۔

تیسری تمثیل میں یہ نقصان ہے کہ الف کی صورت خطی فی حد ذاتہٖ دوسرے حروف کا منشا نہیں ہو سکتی ہے جب تک دوسرے لفظوں اور دائروں کو اس میں شامل نہ کیا جائے لیس فی الدار غیرہ دیار یعنی مکان میں بجز ذات واحد کوئی دوسرا مکین موجود نہیں۔

چوتھی تمثیل کا خلل یہ ہے کہ شکلیں دوسری چیز پر قائم ہیں جو نور کے سوا ہیں جیسے کاغذ اور کپڑا وغیرہ اس لئے کہ نورانی نقطہ کوئی شکل نہیں رکھتا ہے نہ اس کی ساتھ شکلیں قائم ہو سکتی ہیں اور یہاں نور کے سوا کوئی چیز نہیں کہ جس کے ساتھ اشکال قائم ہو سکیں اور کاغذ یا کپڑے کے ساتھ قائم ہو سکتی ہیں

پانچویں تمثیل میں خلل یہ ہے کہ ہیولیٰ استعداد محض رکھتا ہے اس میں فعلیت بالکل نہیں ہے اور فعلیت بلکہ اپنے وجود میں صورت کا محتاج ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات خود ہر چیز کے وجود و فعلیت کے لئے منشاء ہے اور ہر چیز کا قیام اسی کی ذات سے ہے۔

چھٹی تمثیل کا یہ خلل ہے کہ کلی طبعی افراد سے معرا ہو کر اپنا وجود نہیں رکھتی اور اگر یہ کہا جاوے کہ کلی طبعی اپنے اشخاص کے وجود کے تعین کے ساتھ موجود ہے تب بھی کلی طبعی کے وجود کا منحصر ہونا اشخاص کے وجودات میں ہو کر لازم آئے گا۔ اور اگر کہا جائے کہ کلی طبعی کا وجود اس معنی کو ہے کہ اشخاص کا وجود ہے پس درحقیقت کلی طبعی موجود نہ ہوئی اور یہ معنی دونوں تقریروں کی بناء پر اس مسئلہ میں موجود ہیں اور جو نقصان بہروپیہ والی تمثیل میں پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ بہروپیہ ایک ہی آن میں مختلف شکلوں میں متشکل نہیں ہو سکتا

البتہ فرشتوں اور جنات میں یہ نقص نہیں پایا جاتا اور یہ تمثیل حیثیتوں سے زیادہ مشابہ ہے بہ نسبت دوسری تمثیلات کے۔ اسواسطے کہ فرشتے اور جن کی روح تمام صورتوں میں متشکل ہو سکتی ہے۔ اس تمثیل میں احتیاج اور انحصار کا توہم نہیں پایا جاتا اور اسی طرح آن واحد میں متعدد صورتوں کو اختیار کرنا دشوار نہیں ہے۔ جو خلل آٹھویں تمثیل میں ہے وہ یہ ہے کہ لباس حقیقت میں ذات کے مغائر ہوتا ہے اور عینیت کے معنی اس میں نہیں پائے جاتے بالکلیہ عینیت ہے اور غیریت محض اعتباری ہے۔

نویں تمثیل میں یہ خلل ہے کہ روح کو قوی اور اعضاء کے ساتھ عینیت کا درجہ نہیں ہے بلکہ روح کو اعضا کیساتھ تدبیر اور ایصال تصرف اور تحریک و تسکین وغیرہ کی نسبت ہے۔ دسویں تمثیل کا نقصان یہ ہے کہ مراۃ یعنی آئینہ میں اور اس شے میں جو آئینہ میں معکوس ہوتی ہے مغائرت کلی ہے، باعتبار وجود کے بھی اور باعتبار ذات کے بھی اور اگر یہ کوئی شخص کہے کہ اس صورت سے بھی جو آئینہ میں منطبع ہوتی ہے، صورت منطبعہ مراد ہے تو یہ جواب ہوگا، کہ وہ محض عرض ہے جو آئینہ کے ساتھ قائم ہے اور آئینہ کی صفات سے ہے اور شخص جوہر ہے۔ یعنی قائم بنفسہ ہے۔ اور ان تمام مذکورہ بالا تمثیلات کے نقصانات کا ازالہ اس طرح ہوگا کہ ہر تمثیل مراتب حق کے ایک مرتبہ کے احوال کو ظاہر کرتی ہے اور ذات حق سبحانہ کسی کے احاطۂ علم و فہم میں نہیں آسکتی۔ پس ہر ایک تمثیل مراتب حق میں سے ایک مرتبہ کے احوال کے ظاہر کرنے میں صادق ہے۔ چنانچہ اس کے کہنے والے نے کہا ہے:

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد ٭ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

ایک مرید نے عرض کیا کہ شریعت مصلحت ظاہری کی بنا پر بھی آئی ہے فرمایا قرآن شریف اور احادیث میں بعض بعض مقامات پر مصالح ظاہر کی بناء پر احکام آتے ہیں جن کا باطن سے کوئی واسطہ نہیں۔ بجز ثواب اطاعت کے یا کسی متوقع ضرورت کے رفع کرنے کی خاطر۔ پھر عرض کیا کہ آیا دف مزامیر سے مستثنیٰ ہے اور اچھی آواز بھی جائز ہے اور عجم کی بانسری اور حلقوزہ اور طبل غازی جس کو نقارہ اور ڈھول کہتے ہیں یہ سب اسی زمانہ میں جائز تھے اور نے عراق، ستار اور سارنگی و قانون نے کیا قصور کیا ہے اور ان میں کیا قباحت ہے جو حرام کر دیئے گئے فرمایا درحقیقت اس میں بہت گفتگوئیں ہیں محدثین سماع اور مزامیر کی اباحت کے قائلین کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے اور اس سلسلہ میں متعدد رسالے لکھے گئے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ

اس مسئلہ میں بہت کچھ تحقیق کی ہے اور بہت سے آلات کو مزامیر سے خارج کیا ہے وقت نہیں ہے کہ ان تمام تفصیلات کو بیان کروں۔ اس باب میں بہت کچھ دیکھا اور سنا ہے۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ ہر وہ آلہ جس سے حرف وصوت کی آواز پیدا ہو جیسے سارنگی اور ستار وغیرہ کہ تعبیر الفاظ خوب کرتے ہیں حرام ہیں بخلاف طنبورہ کے کہ وہ آواز مطلق نہیں کرتا۔ مگر وحرام ہونے کی، کوئی علت نہیں ظاہر کی۔

ایک دن ایک شخص نے سوال کیا۔ میں اس کے جواب دینے میں حیران تھا۔ اچانک القا ہوا مزامیر کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ محض اچھی آواز جس سے اچھے معنی کے الفاظ ظاہر کئے جاتیں اور جس سے عقل میں ایک کیفیت سرور پیدا ہوتی ہو اور پھر قلب حرکت میں آجاتا ہو اس فائدہ کی خاطر ایسی آواز کو مباح کیا گیا ہے اور مزامیر کی آواز جو محض ایک بے معنی آواز ہے اور جس سے طبیعت میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ قلب بھی مسرور ہوتا ہے لہٰذا ان مزامیر کو ممنوع قرار دیا گیا ہے کیونکہ طبیعت کو اتنا جوش میں لانا شریعت میں مقصود نہیں ہے اور دف نے اور غازیوں کے طبل (ڈھول) وغیرہ جن کو آنحضرت نے سنا ہے اور ان کے سننے سے آپ نے منع نہیں فرمایا، اس علت سے یہ چیزیں حرمت سے مستثنیٰ ہیں

فرمایا حکمت بھی ہمارے خاندان میں معمول تھا۔ چنانچہ فقیر کے دادا اور چچا علاج کیا کرتے تھے صرف میں نے اور میرے والد ماجد نے چھوڑ دیا۔ ہاں شرح داؤد طائی وغیرہ میرے مطالعہ میں بھی ہے بعض مشکل کتابوں میں تحقیق مطالب کے لئے حکماء آتے تھے۔ اب کتاب دانی ختم ہو چکی ہے اور اس سے نجات مل گئی ہے۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ مغلق تصنیف کی وجہ سے علم کو اور مشکل کر دیتے ہیں اس میں کیا نفع ہے۔

فرمایا بعض لوگ اختصار کی وجہ سے کر دیتے ہیں، بعضوں کو مختصر اور مغلق کلام بالطبع محبوب ہوتا ہے، یہی وجہ ہے، سید رکن الدین نہایت غالی شیعہ تھا میرے نام پر تف کیا کرتا تھا، اور میرے مار ڈالنے کی فکر میں رہتا تھا، فصول اکبری کتاب پڑھنے کی خواہش رکھتا تھا اور کیونکہ بے شرح دیکھے ہو کوئی اس کو پڑھا نہ سکتا تھا، کسی نے اس کو میری طرف رہنمائی کی مگر اس نے پڑھنے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ اس کی صورت بھی نہیں دیکھا چاہتا ہوں، چونکہ کتاب پڑھنے کا شوق غالب تھا، مجبور ہو کر میرے پاس آیا، کچھ

مقامات پوچھے اور رفتہ رفتہ شاگرد ہو گیا ایک دن کہنے لگا کہ آپ کی تحقیقات اور فکر سب سے بہتر ہیں. میں نے اس سے کہا کہ منجملہ میری تحقیقات کے ایک یہ ہے کہ صحابہ کو میں قابل احترام سمجھتا ہوں اور ان کے سب دشتم کو برا جانتا ہوں. اس نے توبہ کی مگر جناب معاویہ کی شان میں کبھی بے ادبی کر بیٹھتا تھا اور مجھ کو وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد تم ہی میری تجہیز وتکفین کرنا.

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میرے ہاتھ پر صدہا ہندو مسلمان ہوتے ہیں، مگر شیعہ ثانی صرف دو ہی ہوتے ہیں ایک تو یہی شخص جس کا ذکر ہوا دوسرا دلی بیگ نام، اور دو چار آدمی قریب ہے مسلمان ہوں گے، ایک شخص نے سوال کیا کہ قصبات اور دیہات میں بعض آدمی کلمہ صحیح نہیں جانتے ہیں، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہوتا ہے یا نہیں فرمایا اگر ضروریات دین کا انکار نہیں کرتے ہیں جائز ہے، چنانچہ فرمایا کہ صحابہ میں ایک صحابیہ باندی تھی، بکریاں چرانے کے لئے جاتی تھی راستہ میں ایک بکری قریب المرگ ہو گئی، ایک پتھر کے ٹکڑے سے بکری کو ذبح کر لیا اور صحابہ کی خدمت میں اس کو لاتی صحابہ نے اس کے کھانے میں اور حلال ہونے میں تامل کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیا حضرت نے باندی سے سوال کیا کہ خدا کہاں ہے، اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا، فرمایا درست کہتی ہے: خلاصہ یہ کہ خدا کو صفات کمالیہ کے ساتھ متصف جانتا ہو. گو حقائق اور دقائق سے ناواقف ہو- ایک مرید نے عرض کیا کہ بعض عوام بتوں کو پوجتے ہیں اور پھر کلمہ بھی پڑھتے ہیں، خدا کو واحد اور بتوں کو اسکی مخلوق سمجھتے ہیں. فرمایا جب تک بتوں سے بیزاری کا اظہار نہ کرینگے مسلمان نہ ہونگے بر سبیل تذکرہ فرمایا محمد علی خان ارکاٹی کے لڑکے نے تحفہ اثنا عشریہ کا مولوی اسلمی سے عربی زبان میں ترجمہ کرا کر ملک عرب میں بھیجا تھا، ایک نسخہ مصنف کے پاس بھیجنے کا ارادہ تھا، مگر شاید اتفاق نہیں ہوا، کسی نے تحفہ کی تاریخ کہی ہے. قطعہ

تحفہ را یک فن مداں کہ درد — سوئے ہر معرفت سراغ آمد
سوئے الفاظ معانی اش بنگر — ہست دریا کہ در ایاغ آمد
بسکہ نور ہدایت است و یقین — سالِ تصنیف او چراغ آمد
۱۲۰۴ھ

تذکرۃً فرمایا کسی نے کہا ہے ؎

جامع علم وعمل شیخ الوری عبد العزیز   آنکه او اندر جوانی کار پیراں میکند
بس کہ استمداد دارد از سحاب معنوی   بحر مواج است چوں تفسیر قرآں میکند

ذکر کے طور پر فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر رسی ساتویں آسمان سے زمین کے نیچے کے طبقہ تک ڈالی جائے تو اس کا پہنچنا ممکن ہے۔ لیکن خدا کو تم کسی نہ کسی مکان میں پا سکتے ہو اور نہ کسی مکان کو اس سے خالی پاؤ گے۔ پھر فرمایا جان جسم کے کون سے حصہ میں ہے۔ سر میں، پاؤں میں ناخن میں یا بال میں ؟ ایک شخص نے سوال کیا کہ پائے شریف کے نقش کی اصلیت حدیثوں سے ثابت ہے جس کو قدم شریف کے ساتھ شہرت دی گئی ہے۔ فرمایا محدثین صحیح نہیں جانتے ہیں۔ مگر علامہ جلال الدین[1] سیوطی نے لکھا ہے۔ میں نے ہر چند اس کی مسند کو تلاش کیا مگر نہ پایا البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نقش قدم مکہ میں موجود ہے اور حضرت کی تجسّر کے قدم کا بھی اس موقعہ کا جبکہ وحی نازل ہونے کے وقت بار وحی سے حضرت زمین پر گر پڑے تھے۔ نشان موجود ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ ایسے مقام پر جہاں قدم شریف معلوم ہو فاتحہ پڑھنا بوسہ دینا واجب ہے فرمایا فقہا تجویز نہیں کرتے ہیں مگر محبت کا تقاضا یہ ہے کہ درود شریف ضرور پڑھے پھر پوچھا کہ ماں باپ اور بزرگوں کی قبر پر بوسہ دینا، پھول بکھیرنا اس کا کیا حکم ہے فرمایا قبروں کی زیارت کے باب میں کثرت سے بدعتیں ہو گئی ہیں، فقہا بوسہ وغیرہ سب کو منع کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر خاص طور سے ماں باپ کی قبر کو لمس کرے یا بوسہ دیوے مضائقہ نہیں فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے کہ راستہ میں آنحضرت تشریف لے جا رہے تھے دو قبریں راستہ میں دیکھیں۔ فرمایا ان کو عذاب ہو رہا ہے ایک تو پیشاب سے چنداں پرہیز نہیں کرتا تھا دوسرے کا کچھ اور گناہ فرمایا اور ایک لکڑی منگوائی۔ لکھا ہے کہ وہ

---

[1] جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمان بن ابی بکر کی ولادت ۸۴۹ھ میں ہوئی، آپ کے والد ماجد قاہرہ میں قاضی تھے، اوائل عمر میں والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ تحصیل علم میں سے جب فارغ ہوتے تو آپ کے استاد علامہ بلقینی نے مدرسہ شیخونیہ میں مدرس اعلیٰ کے عہدہ پر بٹھا دیا آپ صاحب التصانیف عالم تھے۔ حدیث پر آپ کی کتاب جمع الجوامع مشہور ہے وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی۔

لکڑی بیلے کے درخت کی تھی، دو ٹکڑے کر کے دونوں قبروں پر رکھ دیئے اور فرمایا جب تک یہ لکڑیاں خشک نہ ہو جائیں گی عذاب موقوف رہے گا۔ اس امر میں بہت احتمالات ہیں۔ بعضوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مطلقاً عذاب رفع ہو گیا تھا اور اگر قبر کے سرہانے پھول رکھے جائیں تو مردہ کو اس کی خوشبو سے راحت پہنچتی ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ خوشبو مردہ کی روح نکلنے کے وقت لاتے ہیں۔ پھر اس شخص نے کہا کہ تعزیہ میں احتمال پیدا ہو سکتا ہے۔ فرمایا تم طالب علم ہو وہاں قبر کا وجود نہیں ہوتا جس طرح کہ مسئلہ تحری قبلہ میں ہوتا ہے اور اس جگہ حضرت کا مزار معلوم ہے فرمایا قصیدہ بردہ میں لکھا ہے کہ قدم شریف کا اثر ریت میں نہیں ہوتا۔ پتھر پر البتہ نقش ہو جاتا تھا۔ اگرچہ اثر کے معنی دوسرے بھی لئے جا سکتے ہیں۔

ایک شخص کے جواب میں فرمایا کہ چاندی مرد کے لئے پہننا جائز ہے اگرچہ بعض نے انگشتری کی مقدار بتاتی ہے اور سنہرا کپڑا بھی جائز ہے بشرطیکہ ملمع کیا ہوا ہو۔ عورتوں کے لئے سونا جائز ہے اگرچہ بعض علماء نے ٹھوس کڑا وغیرہ جائز نہیں کیا ہے اور مردوں کے لئے (حرام ہے) تاکہ عورتوں سے مشابہت نہ ہو۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ آدم علیہ السلام کو کس قدر مدت ہوتی ہوگی فرمایا کہ آٹھ ہزار سال فرمایا کہ جو باتیں کہ آدم علیہ السلام سے پہلے زمانہ کی نقل کی جاتی ہیں کہ آدم سے پہلے آدم اسی طرح سلسلہ لاالی نہایہ غلط ہیں۔ توریت میں آدم۔ نوح اور حضرت ابراہیم تک پیغمبروں کی عمریں لکھی ہیں۔ پس اس میں کوئی شک نہیں ہے اور یہ آدم جہاں اور جس قوم میں پائے جائیں گے انھیں خاکی آدم کی اولاد سے ہوں گے۔ حدیث میں آیا ہے کہ آدم علیہ السلام سے قبل جنات اور دوسرے جانور اور بعض ایسے جانور جو انسانی صورت سے بھی مشابہ تھے اور جانوروں سے بھی مشابہ تھے دنیا میں آباد تھے، جیسا کہ بعض مسلمان اور بعض ہندو کہتے ہیں فرنگی بندروں کی اولاد سے ہیں یا ان خنزیروں کی اولاد سے جو انسان کی صورت سے مسخ ہو کر خنزیر بنا دیئے گئے تھے۔ یا ان بندروں کی اولاد سے ہیں جو سراندیپ سے لائے گئے تھے اور اس ملک کی عورتوں سے میل جول کے بعد تولد و تناسل کا سلسلہ جاری ہوا۔ یہ سب غلط ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ ہندوؤں کی غلطی کا منشاء

کہ وہ خود کو ان کی اولاد کہتے ہیں کیا ہے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کے وقت میں آدمی اور جنات باہم مل جل کر رہا کرتے تھے اگرچہ یہ امر منع تھا لیکن نوح علیہ السلام کے طوفان تک ایسا رہا جیسا کہ ہم بعض جانوروں اور پرندوں کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں اسی طرح سے ہم اپنے جنات کے ساتھ مل کر رہتے تھے اور طوفان نوح کے بعد سے ہم جدا ہو گئے ہیں۔ جب قابیل نے بھائی کو قتل کیا اور اس کی پاداش میں مردود ہو گیا اور جنوں میں چلا گیا اور وہیں شادی کی۔ جنوں میں یہ رسم ہے کہ متبنیٰ کرتے ہیں چنانچہ وہی رسم یہاں بھی بعض جگہ جاری ہے۔ پس اس متبنیٰ ہونے نیز مادری قرابت کی وجہ سے آدم کی اولاد اپنے آپ کو جنات میں سے سمجھتی ہے اور اعمال واخلاق وغیرہ جنوں جیسے ہیں۔ چنانچہ ایک صندوقچہ ایک جگہ سے برآمد ہوا تھا اس پر لکھا ہوا تھا کہ اس کے بناتے وقت نسر طائر اس جگہ تھا جب اس کا حساب میں کرتا ہوں اٹھارہ ہزار سال ہوتے ہیں۔

ایک مرید نے عرض کیا یہ کون تھے فرمایا وہی قوم سابق جنوں وغیرہ کی آدم کو آٹھ ہزار سال ہوتے ہیں اور اس خاکی آدم کی بابت تحقیق یہ ہے کہ یہ متاخر ترین مخلوق ہے۔ صاحبزادہ میاں موسیٰ صاحب نے سوال کیا کہ جسم بے روح پانی کے اوپر آجاتا ہے اور جسم ذی روح پانی میں بیٹھ جاتا ہے اس کے باوجود کہ روح ایک شئی لطیف ہے فرمایا وہ چیز جس میں ہوا داخل ہو جاتی ہے خواہ ہزار من کی اینٹ ہو وہ پانی کے اوپر آتے گی اور ماشہ بھر سنگ ریزے پانی کی تہہ میں بیٹھ جاتیں گے یوں سمجھو، کہ جب تک روح بدن میں ہوتی ہے ہوا کو اندر نہیں آنے دیتی اور جب اس کا تعلق نہیں باقی رہتا تو ہوا جسم کے اندر داخل ہو کر اس کو لطیف کر دیتی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ مخالف ہوا کے نہ ہونے کے سبب۔ پھر فرمایا۔ یہ منجملہ ۲ مشکل سوالوں کے ہے۔ چنانچہ ہر جانور کا بچہ پیدا ہوتے ہی دوڑنے لگتا ہے اور آدمی کا بچہ دو تین برس کے بعد اور وہ بھی بہت کمزوری سے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آدمی کا سر اس کے قد کے اعتبار سے بڑا ہے بخلاف دوسروں کے کہ ان کا سر ان کے قد کے اعتبار سے چھوٹا ہوتا ہے بڑا سر آدمی کو اسواسطے دیا گیا ہے کہ اس کی قوت متخیلہ وفکریہ کی زیادہ ضرورت ہے تاکہ تمام مہمات امور کو سرانجام دے سکے۔ تیسرے یہ کہ اس کا کیا سبب ہے کہ باعتبار بائیں ہاتھ کے

دہنے ہاتھ پر چیز رکھنے سے زیادہ بوجھ معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ داہنا ہاتھ جملہ امور کو سر انجام دیتا ہے پس مزید بار ڈالنا اس کو ناگوار معلوم ہوتا ہے اور بایاں اکثر بیکار رہتا ہے اسلئے اس پر زیادہ گرانی معلوم ہوتی ہے فرمایا کہ بعض کام تجربہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مطالعہ کتابوں کا وہ شخص خوب دیکھے گا جس کو علم نحو خوب یاد ہوگا۔ مناظرہ میں وہ شخص ہمیشہ غالب رہے گا۔ جس کو اصول خوب یاد ہوں گے، فکر گھر میں بیٹھ کر وہ خوب کرے گا جس کو منطق خوب یاد ہوگا فرمایا پختہ عالم وہ ہے جس کو چار چیزوں میں ملکہ ہو۔ درس تدریس [1]، مطالعہ کتب [2]، تحریر و تقریر [3]، مناظرہ [4]، پھر فرمایا ہر علم کے درس کا طریق اس جگہ جداگانہ ہے چنانچہ بیان فرمایا کہ تصوف کا درس ہم اس طرح سے کرایا کرتے تھے کہ بجائے میزان کے اول لوائح جامی پڑھایا کرتے تھے بعد اس کے لمعات بعد اس کے شرح لمعات پھر درہ فاخرہ جو شاگرد محی الدین قونوی کی تصنیف ہے بعد کے فیوض الحرمین پھر فتوح الغیب، منشی نعیم الدین خان صاحب کے ذکر میں فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص آنحضرت کے روبرو آیا۔ عرض کیا کہ چار بری عادتیں مجھ میں ہیں اگر فرمائے گا تو ایک ان میں سے چھوڑ سکتا ہوں چاروں نہیں چھوڑوں گا فرمایا کون کون سی ہیں عرض کیا چوری۔ زنا۔ شراب خواری۔ جھوٹ بولنا۔ حضرت نے فرمایا ان کی تعزیرات (سزائیں) کا حال بھی معلوم ہے عرض کیا۔ ہاں۔ پھر فرمایا صرف جھوٹ بولنا چھوڑ دو، اس شخص نے قبول کر لیا اور چلا گیا۔ جب ارادہ گناہ کرنے کا کیا فوراً جھوٹ کے ترک کرنے کا اقرار یاد آیا، ادھر سزا کا خوف ہوا عرض عاجز ہو گیا اور کہا کہ مجھ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرف سے پابند کر دیا ہے ایک مرید نے عرض کیا فقط نام کے واسطے مرید ہو جانا یہ بھی برکت سے خالی نہیں ہے فرمایا ہاں۔ تجربہ ہے کہ نام کا مرید بھی کبھی پیران طریق کا مرکز توجہ بن جاتا ہے۔ بطور تذکرہ کے فرمایا کہ شیخ اکبر کا قول ہے کہ الصوفی لامذہب لہ ایک مرید نے عرض کیا کہ یہ قول بظاہر مذہب کے اختیار کرنے کے بارہ میں ہے یا پھر یہ قول تاویل کا محتاج ہے فرمایا کہ اس میں بڑی گنجائش ہے اس لئے کہ صوفی سے اس مقام پر وہ صوفی مراد ہے کہ جو وحدت الوجود کا معتقد ہے ایسا شخص ہر جگہ وحدت کے پردہ میں حق کا ہی ظہور دیکھتا ہے اور حق و باطل میں، باطل کو بھی وہ حق ہی سمجھتا ہے۔ اس وقت میں تفصیل سے نہیں کہہ سکتا۔ کسی نے کہا ہے ؎

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ   چو ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

فرمایا علم تصوف نہایت دقیق علم ہے جس کو یہ علم حاصل ہوگیا ہے اس کے سامنے کتاب صدرا وغیرہ کی کچھ حقیقت نہیں، ایک بزرگ سمرقند کی طرف سفر میں جاتے تھے آپ نے فرمایا کیا حفیظ دو کم ہزار بار اور سورہ لایلاف بلا تعیین جس قدر ہو سکے پڑھتے رہا کرو، ایک مرید نے عرض کیا کہ کتب سماوی نازل کرنے سے اور انبیاء علیہ السلام کے دنیا میں بھیجنے سے بالذات مقصود وصول الی اللہ ہے یا احکام ظاہری کی اتباع و سپردگی فرمایا تم نے وعظ میں ضرور سنا ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین درجے ارشاد فرماتے ہیں۔ اسلام۔ ایمان۔ احسان۔ مقصود اصلی ہر تینوں سے احسان ہے چنانچہ اسلام بغیر ایمان کے معتبر نہیں اور بعض حکما جیسے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ بے احسان ایمان کو معتبر نہیں کہتے ہاں نجات اس سے ممکن ہے پھر فرمایا کہ عبادت بدون احسان کے جسم بے روح کے مانند ہے پھر فرمایا کہ ان تینوں میں سے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ خاصہ ہے جو شخص اسلام یعنی ظاہری طاعت کا پابند ہو اس کا مال اور اس کی عزت بادشاہ اور طعن کرنے والوں سے محفوظ رہیں گے اور جو شخص اسلام اور ایمان دونوں رکھتا ہے اس کو نجات نصیب ہوگی اور جو احسان کے مرتبہ تک پہنچ جائے اس کو اللہ تعالے تبارک کی قربت نصیب ہوگی کہ احسان ایمان کا کامل مرتبہ ہے۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کا لکھا ہوا سب صحیح ہے فرمایا بے شک عرض کیا کہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو عقائد عام لوگوں کو سکھائے جاتے ہیں۔ وہ اصل میں باطن کے عقائد کے بمنزلہ ہیں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ عوام کا عبادت سے مطمح نظر بہشت ہوتا ہے اور خواص کا حاصل عبادت ذات الٰہی ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ (امام غزالی کا یہ قول) بہشت کے بطلان کو مستلزم ہے (یعنی عبادت سے مقصود بہشت نہ ہونا چاہیئے جو بظاہر نصوص قرآنی سے متضاد معلوم ہوتا ہے) فرمایا امام غزالیؒ کا منشا یہ ہے کہ عوام کی نتہا کے نظر بہشت تک ہے۔ اور خود امام غزالیؒ نے عبادت کے سیلسلے میں اوران کی تقسیم میں مثالوں سے سمجھایا ہے کہ بعض (عبادت کرنے والے) ان غلاموں کی طرح ہیں جو آقا

کی سختی اور تشدد کے خوف سے اس کی بندگی کرتے ہیں۔ اور بندگی کرنے کی وجہ سے آقا کے تشدد سے ان کو نجات حاصل ہوتی ہے اور بے خوف ہو جاتے ہیں۔ جیسے مسلمان۔ اور بعض نوکر چاکروں کی مانند ہوتے ہیں جو انعام و اکرام اور تنخواہ کے اضافہ کی طمع میں آقا کی فرماں برداری کرتے ہیں جیسے مومن جس کو بہشت کی طمع ہوتی ہے اور ایک گروہ عشاق کا ہے جو امید و بیم سے قطع نظر محض رضاء الہٰی اور خوشنودی آقا کی خاطر بندگی کرتے ہیں۔

اسی اثنار میں ایک مرید نے عرض کیا کہ یہ مسئلہ میں نے ایک فاضل سے دریافت کیا تھا۔ انھوں نے اول تو یہ کہا کہ ـــــ عبادت سے مقصود خدارسی ہے اور یہی افضل ہے اور پھر لکھ کر بھیجا کہ اعمال ظاہری ہی مقصود اور افضل ہیں کیونکہ انبیاء علیہ السلام کی بعثت انھیں امور ظاہری کی تبلیغ و تعلیم کے لئے ہوئی جیساکہ قرآن میں صراحتاً موجود ہے، فرمایا، نہیں بلکہ اعمال کی فضیلت رُوح سے ہے۔ کیونکہ روح کو قالب پر فوقیت حاصل ہے، جیساکہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اعمالکم ولاکن ینظر الی قلوبکم د نیاتکم

فرمایا کہ کل رات میرے درد تھا۔ اسی اثنار میں ایک مرید نے عرض کیا کہ بندہ کا پہلے یہ حال تھا کہ جس سے محبت ہوتی تھی اکثر اس کے درد کو منتقل کر دیتا تھا، بقصد یا بلا قصد۔ بارہا یہ بھی اتفاق ہوا کہ یہ مرض مجھ کو بھی لاحق ہوا ہے۔ فرمایا کہ کیا نسبت صفا بھی ہوتی ہے؟ چنانچہ گھوڑے کا اور اس کے قمچی مارنے کا اور شاہ عبدالاحد نقشبندی کے پیشاب کرانے کا قصہ بیان کیا اور فرمایا کہ یہ نقشبندیوں کے عجائبات میں سے ہے۔ فرمایا کہ تین لطیفوں کو حکماء بھی مانتے ہیں۔ ایک تو لطیفہ نفسی جس کو طبعیت کہتے ہیں۔ اس کا خاصہ ہے کہ کھانا اور سبزہ اور خوشبو اور خوشرو چیزیں اور ان کی حقیقتیں اور باریکیاں امیرزادوں کو نظر آتی ہیں۔

دوسرے، عقل ہے جس کا کام سمجھنا اور جاننا ہے یہ قسم عالموں میں نہایت قوی اور مضبوط ہوتی ہے، تیسرے قلب فقرار میں قوت کے ساتھ ہوتا ہے۔ مختلف کیفیات سے متاثر ہونا اور

ان کیفیتوں کو سمجھنا یہ قلب کا کام ہے۔ اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں چیز ہم کو اچھی معلوم ہوتی۔ حالانکہ وہ طبیعت کا خاصہ ہے۔ اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں ایسے ہی جانتا ہوں۔ حالانکہ جاننا یہ عقل کا کام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ میں غم یا خوشی کی حالت سے متاثر ہوا حالانکہ یہ قلب کا کام ہے۔ اسی طرح ذکاوت، بلادت۔ ان ہر سہ لطیفوں سے حکماء بھی واقف ہیں۔ فرمایا کہ سید احمد بریلوی شہید نہایت ذکی القلب ہیں اور تم بھی نہایت ذکی معلوم ہوتے ہو فرمایا ایک فاضل بڑے عالموں میں سے میرے پاس آئے۔ میں نے ان سے، توریت تحقیق کی جو عبرانی زبان میں ہے چنانچہ انھوں نے توریت کی چند آیتیں معہ ترجمہ کے پڑھ کر سنائیں۔ اور فرمایا کہ بلاشبہ یہ خدا کا کلام ہے اس کی جلالت عظمت معلوم ہوتی ہے وہ آیت یہ ہے ہے "براسیت مارائی الوہین ات ہماین وات ہاارض دہاارض ہتیاتہوہ (یہوہ) واسود یخ وعلفنا ہوم" پھر فرمایا کہ زبور انجیل دونوں کی ایک زبان تھی عربی اور عبرانی میں صرف ایسا فرق ہے جیسا کہ بنگالی اور ہندی میں ہے فرمایا کہ توریت کے شروع میں بسم اللہ کی جگہ کلمات عشرہ لکھے ہیں اور پھر فرمایا کہ یہ چاروں انجیلیں جو آج کل نصاریٰ کے پاس ہیں۔ خدا کا کلام نہیں۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوستوں (حضرت عیسیٰؑ سے دوستی کا دم بھرنے والوں) نے اپنے طور پر لکھ لی ہیں جو خدا کا کلام تھا وہ تو ان سے پہلے ہی گم ہو گیا۔ اسی اثنار میں حضرت حافظ شیرازی رحمتہ اللہ کا ذکر شروع ہوا جو تیمور شاہ کے ہم عصر تھے اور حضرت سعدی علیہ الرحمتہ سے ایک سو پچاس برس بعد ہوئے ہیں۔ اور شیخ سعدیؒ حضرت مولانائے روم کے معاصر تھے (چنانچہ یہ قصہ مشہور ہے) کہ شیخ سعدیؒ نے اپنی کتاب گلستاں اور بوستاں مولوی رومؒ کی خدمت میں پیش کیں مولانا روم کو آدمیوں کی کثرت کے سبب سے ان کے مطالعہ کی فرصت نہ تھی پوچھا کیا ہے عرض کیا کہ شکرانہ فرمایا کہ بچوں کے کام میں لاؤ چنانچہ ان کے ارشاد گرامی کا اثر۔ ہوا کہ آج تک نصاب تعلیم میں پڑھائی جاتی ہیں پھر فرمایا کہ جب شاہ شجاع کو تیمور نے مار ڈالا تو حافظ شمس الدین کو بلا کر گفتگو کے درمیان دریافت کیا کہ سمرقند اور بخارا جو ہمارا وطن ہے کس طرح

بخشدیا کہا اسی بخشش کی بدولت میں فقیر ہوگیا۔ ایک مرید نے پوچھا کہ چودہ خانوادوں کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا جیسے باوجود کثرت ائمہ کے چار امام زیادہ مانے جاتے ہیں وجہ یہ ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے طریقے خود مدوّن کئے ہیں اوران کی اصل وفرع کو دُرست کیا ہے۔ چنانچہ علمائے ظاہر بھی اسی وجہ سے صاحب مذہب گذرے ہیں، اگرچہ یہ انھیں اسلاف کے شاگرد ہیں۔ اوران کے علاوہ باقی سب انھیں کے شعبے اور فروع ہیں۔ چنانچہ سلسلہ سہروردیہ کی ہر دو شاخوں اور قادریہ کی دوسری شاخوں کا ذکر فرمایا۔ پھر فرمایا کہ شہاب الدین[1] مقتول شعبدہ باز اور ملحد وضع اورستاروں کا معتقد تھا۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ بعض بزرگوں کی صحبت میں باوجود مقامات طے کرنے کے حالت بے خودی نظر نہیں آتی اور بعض جگہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے سے وقت میں حالت متغیر ہوجاتی ہے فرمایا اکثر آدمی مرید کی استعداد کے موافق تعلیم نہیں دیتے ہیں بلکہ ہرایک کے ساتھ ایک ہی معاملہ کرتے ہیں۔ چاہیئے یہ کہ جس کسی کو نماز روزہ اور اخلاق حمیدہ کی طرف زیادہ راغب پائے اس کو اشغال اور تلاوت قرآن مجید اور ترک تجرید وغیرہ کی تعلیم دے دیں۔ اس کو طریق پارسائی کہتے ہیں۔ اور بعض کو طریق جذب کی تعلیم دیں اور توجہ قوی ڈال کر اس کے نفس کو مضمحل اور پامال کریں اس کو طریق قلندریہ کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے ؎ شعر

منارۂ قلندر سزد ار بمن نمائی　　که دراز و دور دیدم رہ رسم پارسائی

تیسرے طریق عرفان کا یعنی اشیاء کی حقائق کا منکشف ہونا اس موقعہ پر توحید وجودی بھی سامنے آتی ہے، جس کو لوگوں نے (نا واقفیت کی بنا پر) دُوسرے مقامات پر غلو بہ کردیا ہے اور حکماء

---

[1] ابوالفتح یحییٰ بن حبش بن امیرک الملقب شیخ شہاب الدین سہروردی الحکیم مقتول مراغہ میں شیخ مجدالدین جیلی سے اصول فقہ اور علوم حکمیہ کی تحصیل کی فلسفہ پر بڑا عبور تھا، شافعی المذہب تھے، علماء حلب نے قتل کا فتویٰ دیا الملک الظاہر والی حلب نے قتل کرادیا۔ ۵۸۷ھ کا واقعہ ہے۔

کے طریق پر علاج نہیں کرتے، بلکہ بلا تشخیص مرض (غیر مستند) تجربہ کاروں کا سا علاج کرتے ہیں۔ اتفاقاً اگر کسی شخص کے مزاج کے مطابق علاج ہو گیا تو معتدبہ فائدہ ہو گیا (ورنہ فبہا) اسی ضمن میں اس بڑھتی ہوئی بیماری پر افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا کہ دونوں طریقوں میں سے اول طریقہ کے مطابق اگر کوئی آئے تو اس کو تعلیم دیا کرو، کیونکہ دوسرا طریق مشکل ہے، اور اس کے لائق استعداد اور تعلیم بہت دشوار ہے ایک مرید نے عرض کیا کہ بعض بزرگ زانیہ عورتوں طوائفوں اور رافضیوں اور ہندوؤں کو مرید کر لیتے ہیں فرمایا غالباً ان کی نیت اچھی ہوگی۔

چنانچہ ایک دن فرصت میں مولوی فخرالدین سے میں نے دریافت کیا جو ایسا کیا کرتے تھے، جواب میں فرمایا کہ شیعہ اس (بیعت کرنے کی وجہ سے) سب وشتم اور تبرّا سے باز آ جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں فرمایا کہ اس نیت صادق کا ثواب ان بزرگ کو تو ضرور ہوگا۔ اگر بیعت بغیر توبہ کے دُرست نہ ہوگی۔ کیونکہ شریعت مستقل طریقت کا نام ہے، مگر اس وقت جب کہ وہ تائب ہو جائے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال سے خوب واقف ہے۔ چنانچہ ایک نارنگ لولیہ (ایک مشہور گویّے کا نام) کا قصہ بیان فرمایا اور ایک ڈوڈ مخنث کا قصہ جو سلطان المشائخ کے زمانہ میں تھا بیان فرمایا پھر فرمایا کہ جنوں کو (مسخر کرنے کا) ایک عمل ہے لیکن یہ ولایت کا درجہ نہیں۔ چنانچہ محمد حسن جنی کا قصہ، جو زیادہ متقی بھی نہ تھا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ایک لڑکی کو جس کی عمر بارہ سال کے قریب ہوگی جن لے گئے تھے اور کبھی ایسا کام شیاطین سے بھی وقوع میں آتا ہے (اپنے عمل کے زور سے) لڑکی کو چند دن کے بعد اس نے بلا لیا تھا اور اسی طرح ایک مرتبہ ایک امیر کی لڑکی گم ہو گئی تھی چنانچہ ایک دن وہ کسی جگہ جا رہی تھی، ایک دبیر (محافظ) تابع تھا، اس نے لڑکی کے سر کے اندر سے جس کی شکل چھپکلی کی مانند تھی، بندر کا سا مُنہ نکالا۔

اِس قِصّہ کو بہت سے آدمیوں نے بچشم خود دیکھا ہے اور مجھ سے بیان کیا ہے اس کے علاوہ
دو قصّہ میرے چچا کے مریدوں کے بہت عجیب وغریب ہیں۔ اگرچہ بیعت کے بعد عمل موقوف کردیا تھا ایک روز
سب مِل کر قطب صاحب کو جارہے تھے۔ ان کے لڑکوں نے راستہ میں سنگترہ کی خواہش کی،
پہلے تو بہت عذر کیا پھر دستک دی اور رتھ کی چھت سے (سنگترے) آنے شروع ہوئے۔
سترہ سنگترے جمع ہوگئے۔ سب نے مِل کر خوب کھائے۔ اتنے میں سنگترے فروش نے آواز دی کہ میرے
سترہ سنگترے گئے ہیں۔ آپ نے اِن کی قیمت ادا فرمادی۔ دوسرا قصّہ یہ ہے کہ کشتی میں بیٹھے
ہوئے دریا کی سیر کر رہے تھے۔ ان کے پیرزادہ نے ان سے تازہ ریوڑیوں کی فرمائش کی،
پہلے تو عذر کیا پھر ایک کڑھائی تیار ریوڑیوں سے بھری ہوئی اِن کے سامنے آئی۔ سب حاضرین
نے خوب کھائیں۔ بعد دریافت کرنے ریوڑی اور کڑھائی کی قیمت اس کے مالک کو ادا کی۔
ان صاحب کا یہ معمول تھا کہ ہر سفر میں ایک جِن ضرور اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ چنانچہ اس کے
بوجھ اٹھانے کا قصّہ بیان فرمایا مگر جب میرے چچا سے انھوں نے بیعت کی۔ اس روز سے
یہ عمل موقوف کر دیے تھے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ جن کی اصل شکل کیا ہے۔ فرمایا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کبھی ہوا کے ٹیلے کی شکل میں جس میں آگ کے شعلے ملے ہوئے
ہوں اور کبھی آدمی کی صورت میں اور کبھی کتے اور سانپ کی شکل میں آتے ہیں۔ چنانچہ ایک
صحابی کے انتقال فرمانے کا واقعہ اور صحاح کی ایک حدیث بیان فرمائی اور پھر ایک حدیث کی
روایت جو صحاح میں ہے۔ بیان فرمائی جو اِن جنوں سے جن کو صحابہ ہونے کا فخر حاصل تھا پہونچی
تھی۔ پھر فرمایا کہ جن ہوا کے مثل ہوتے ہیں مسامات کے راستے سے روح ہوائی پر غالب ہوجاتے
ہیں پھر فرمایا کہ حدیث صحیح ہے کہ کم آؤ تاکہ محبّت زیادہ ہوجائے پھر فرمایا کہ ملاقاتی
چار قسم کے ہوتے ہیں ایک قسم تو وہ ہے جو بمنزلہ غذا کے جیسے خادم اور منکوحہ عورت۔
اور ایک قسم وہ ہے جو بمنزلہ دوا کے ہوتے ہیں جیسے حاکم دوسرے برادری والے کہ
ان لوگوں سے کبھی کبھی واسطہ پڑتا ہے اور ایک قسم وہ ہے جو مانند زہر کے ہوتے ہیں۔

جیسے بدکار اور کافر اور مرتد لوگ جو ضعیف الاعتقاد ہوتے اور بعض مانند سانس کے ہوتے ہیں یا جو ہمہ وقت ساتھ رہتے ہیں جیسے معشوق وغیرہ شعر

نیست در رخسار نشانِ عاشقان
سخت مشتاق است جانِ عاشقان

سید احمد صاحب نے سوال کیا کہ کیا سبب ہے کہ جاڑے کے دنوں میں کنویں کا پانی گرم ہوتا ہے اور گرمیوں میں اس کے برعکس سرد ہو جاتا ہے فرمایا کہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی پوچھی گئی تھی آپ نے فرمایا آفتاب چونکہ گرمی میں دن کو بہت دیر تک آسمان پر گردش کرتا ہے (جس سے دن کا بڑا ہونا مراد ہے) لہذا کنویں کا پانی (اسفل میں رہ کر) سرد رہتا ہے اور اس کے برعکس جاڑے میں چونکہ زمین کے نیچے زیادہ سفر کرتا ہے (جس سے رات کا طویل ہونا مراد ہے) لہذا پانی میں آفتاب کی حرارت زیادہ اثر کرتی ہے اور گرم رہتا ہے اور حکماء نے بھی اسی کے قریب قریب بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب تپش صحن میں ہوتی ہے تو برودت (ٹھنڈ) وہاں سے منتقل ہو کر مکان کے اندر چلی جاتی ہے اور اسی طرح سردی کے زمانہ میں مکان کی تمام رطوبات اس کے برعکس وہاں سے چلی جاتی ہیں اور گرمی میں چونکہ تپش زیادہ ہوتی ہے تو اجزاء مرطوب اس مقام سے علیحدہ ہو کر کنویں کے اندر چلے جاتے ہیں۔ اور سردی میں اس کے برعکس کیونکہ اضداد کا ایک وقت اور ایک مقام پر جمع ہونا محال ہے۔ ایک شخص نے کیمیا سیمیا ریمیا اور ہیمیا کے علم کا ذکر کیا۔ فرمایا ہند کے حکماء نے تو لکھا ہے (خواص) اجسام کے بدلنے کو کیمیا کہتے ہیں اور بدنوں کے بدلنے کو سیمیا کہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے دیکھنے والوں سے سنا ہے کہ ایک شخص میرے پیدا ہونے سے پہلے تھا وہ اپنی روح کو ہوا میں معلق کر دیا کرتا تھا اور گھڑیال کو جو اس کے سر پر لٹکی رہتی تھی بجایا کرتا تھا اس توہم کے معلق کرنے کو سیمیا کہتے ہیں۔

اسی ضمن میں ایک مرید نے عرض کیا کہ یہ علوم صحیح ہیں اور اجسام واقعی بدلے جا سکتے ہیں یا نہیں فرمایا فلاسفہ کے قوانین کے اعتبار سے ان میں بدلے جانے کی صلاحیت معلوم ہوتی ہے اور

قادر مطلق کی قدرت کا اندازہ کسی کو نہیں. چنانچہ اپنے جد امجد کے کچھ خوارق عادات اور روحی بروحی اور اس قسم کے واقعات و شواہد حدیث صحیح سے بیان کئے. حضرت آدم اور حضرت داؤد علیہ السلام کے تذکرے اور اپنی عمر میں سے چالیس سال بخشنے کا واقعہ بیان فرمایا۔ نیز ارشاد فرمایا کہ تقدیر معلق اس طرح ہوتی ہے کہ فلاں ایسا ایسا کرے گا اور ایسا یا ویسا ہوگا. اسی سلسلہ میں ایک شخص نے اولیا اور انبیا کی موت کی بابت استفسار کیا فرمایا کہ پیغمبروں کو قریب المرگ اختیار دیا جاتا ہے اور اولیاء کبھی گاہے اپنی موت کے وقت سے اور مرنے کے طریقہ سے آگاہ کر دیئے جاتے ہیں.

پھر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا قصہ بیان کیا. پھر نواب نوازش علی خاں صاحب نے ہزاری روزہ کی بابت دریافت کیا فرمایا میں نے حدیث شریف میں نہیں دیکھا ہے. مگر شیخ عبد الحق نے اپنی کتاب میں لکھا ہے پھر آپ نے اس حدیث کی صحت سے انکار فرمایا البتہ دن بہت اچھا ہے و نیز رجب کا روزہ نہایت مبارک ہوتا ہے اور تین روزے ہر مہینے میں سنت ہیں۔ مہینہ کے ابتدائی تین دن کے روزوں کو غرر اور آخر ماہ کے تین روزوں کو سُرر اور وسط ماہ کے تین دن کے روزوں کو بیض کہتے ہیں، چنانچہ ایام بیض کے روزوں کا اکثر ذکر (حدیث میں) آیا ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ حضرت عائشہ اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی کبھی عورتوں کی امامت کی ہے فرمایا نہیں اور یہی وجہ تو عورتوں کی امامت مکروہ ہونے کی ہے. حضرت کے زمانہ میں صحابہؓ کو جب جماعت مسجد میں نہیں ملتی تھی تو اپنے گھر میں آکر اہل و عیال کے ساتھ نماز با جماعت ادا کر لیتے تھے. اگر اپنے گھر میں صرف ایک ہی فرد ہو تو مضائقہ نہیں (جماعت کر لے)، صرف عورتوں کی جماعت اگرچہ جائز ہے۔

بطور تذکرہ کے فرمایا بچپن کے زمانے میں میں نے قرآن شریف حفظ کر لیا تھا، اس کا دور کر رہا تھا۔ سورہ طٰہٰ کی آیت سیبطلہ پر پہنچا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت اور اس کا خاوند شیر کو مسخر کئے ہوئے گھر گھر تماشہ دکھلاتے پھرتے ہیں اور انعام پاتے ہیں، ہمارے گھر بھی لائے۔ ایک لمحہ کے بعد اس عورت نے کہا کہ شیر کی حالت عجیب سی ہوتی جاتی ہے۔ جلد یہاں سے رخصت ہو۔ چنانچہ وہ چلے گئے۔ پھر اس عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ جادو کا اثر باطل ہوتا معلوم ہوتا ہے جلد کوئی تدبیر کرنا چاہیئے

چنانچہ اسی وقت اس کو مضبوط پکڑ کر لے گئے فرمایا ایک عورت نے ایک بار ایک ہندو کو مار ڈالا اور تھوڑے ہی عرصہ میں دو تین آدمیوں کا یہی حال ہوا تھا مجبور ہو کر غازی الدین خاں وزیر نے اس کو شہر بدر کرا دیا

تذکرۃ فرمایا گرم ملک میں سیاہ ہاتھی زندہ نہیں رہتا ہے۔ چنانچہ مدینہ و مکہ میں بھی اسی وجہ سے نہیں پایا جاتا۔ پہلا ہاتھی جو مدینہ منورہ میں بعثت کے بعد خلیفہ اول کے عہد میں جنگ یزدجرد میں تھا وہ سفید ہاتھی تھا۔ چنانچہ خلیفہ نے تمام شہر میں اس کی تشہیر کر کے واپس کر دیا تھا۔ ملک حبش میں ہاتھی زیادہ پائے جاتے ہیں بلکہ حبشی لوگ ہاتھی کا گوشت بھی کھاتے ہیں۔ چنانچہ شاہ حبش کے باورچی خانہ میں دو تین ہاتھی روز ذبح کئے جاتے تھے۔ پیگو کے ملک میں ہاتھی سپید رنگ ہوتا ہے فرمایا ؎

سوزش اہل جنوں را مرگ ہم تسکیں نداد — گرد باد خاک مجنوں تا فلک پیچیدہ رفت

شب خیال چہرۂ شوخاں بدل پیچیدہ رفت — ساعتی شبقدر چوں از بزم او جوشیدہ رفت

خانہ زین ست دنیا عیش او بادر رکاب — آنکہ آمد زود تر از دامن خود چیدہ رفت

بیا ساقی بگرداں جام مُل را — حنا بندی است مشب شاخ گل را

فرمایا حضرت اویس قرنی کی دنداں شکنی کا قصہ جو مشہور ہے غلط ہے، اگرچہ غلبہ حال سے ایسے امور وقوع میں آ جاتے ہیں۔ اور انسان اس وقت معذور ہوتا ہے حضرت عبداللہ بن زبیر نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک پیا تھا[۱] اور بعض اصحاب نے پیشاب بھی پیا تھا[۲] اس وقت حضرت نے فرمایا تھا کہ لوگ اس کا خون بہائیں گے اور دوسروں کا خون یہ بہائے گا (یعنی خوں ریزی کا سبب ہوگا) (چنانچہ، ماہ رجب کی پانچویں تاریخ کو جب یزید بادشاہ ہوا تین آدمیوں نے اس کی بیعت کی اور مکہ کی طرف چلے گئے۔ ایک عبداللہ بن زبیر تھے جن کا ذکر اوپر ہوا ہے اور دوسرے عبداللہ بن عباس اور تیسرے حضرت امام حسین تھے اور اس وقت مکہ کی حرمت اس درجہ تھی کہ کوئی

---

[۱] دیکھو ترجمہ خصائص کبریٰ صفحہ ۱۳۰ جلد اول

[۲] دیکھو ترجمہ خصائص کبریٰ صفحہ ۱۲۷ جلد اول

شخص فوج کشی نہیں کرتا تھا۔ اب بھی مسئلہ یہی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کو قتل کر کے مکہ معظمہ میں چلا جاوے تو وہاں جا کر اس کو نہ قتل کرنا چاہیئے۔ البتہ تنگ کر کے اس کو جانے پر مجبور کر دیا جائے۔ چنانچہ مسلم بن عقبہ (باعث واقعہ حرہ) کو اس مہم کے لئے مامور کیا گیا۔ حجاج جو اعراب قرآن کا موجد ہے اس نے حضرت مصعب بن زبیر کو جو حضرت امام حسین کے داماد تھے اور حضرت سکینہ بنت حسین کے حبالۂ عقد میں تھیں اور سعید بن جبیر اور نسفی محدث وغیرہ اسی حجاج ناصبی ثقفی کی تلوار سے شہید کئے گئے تھے۔ کیونکہ یہ مقتولین شہداء حضرت علی کے محبت کرنے والے اور ان کے خیر خواہوں میں سے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ کمیل بن زیاد کو بھی جو حضرت صلعم کا نہایت مخلص تھا حجاج نے شہید کیا حضرت حسن بصری بھی اس کے ظلم و تشدد سے بہت خائف تھے فرمایا خارجی لوگ شیخین کے سوا سب سے عداوت رکھتے ہیں۔ مگر حضرت حسنین رضی اللہ عنہ اور دیگر سادات سے خوش عقیدہ ہیں اور فرقہ ناصبیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین کو دشمن سمجھتے ہیں فرمایا خارجیوں کا تسلط آج تک کسی ملک پر نہیں ہوا۔ عمان اور مسقط وغیرہ اپنے ملک میں رہتے ہیں اور کہیں نہیں دیکھے جاتے ہاں ناصبی دیکھے ہیں چنانچہ اگر کسی روہیلہ سے تنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کریں تو وہ بددل ہو جاتا ہے چنانچہ حافظ آفتاب ہمیشہ میرے درس میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک روز حضرت امیر علیہ السلام کا ذکر شروع ہوا جیسا کہ سنیوں کی عادت ہے کہ کسی صحابی کا ذکر ہو تو جان و دل سے اس کے فضائل و مناقب میں بیان کرتا ہوں اور میں نے ایسا ہی کیا مجھ سے بددل ہوا اور مجھے شیعہ سمجھ کر درس میں آنا موقوف کر دیا۔

ایک مرتبہ میرے والد ماجد سے کسی نے شیعوں کے کافر ہونے کی نسبت مسئلہ دریافت کیا جیسا کہ اس باب میں احناف کا اختلاف ہے، بیان کیا۔ اس نے دوبارہ دریافت کیا تو بھی وہی جواب ملا میں نے سنا کہ وہ شخص یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ یہ مولوی صاحب شیعہ معلوم ہوتے ہیں۔ شاہ عباس (شاہ ایران) نے ملا دوپیازہ سے کہا کہ آؤ اپنے اپنے مذہب کی صداقت کا امتحان کریں اپنی اپنی تسبیح بازی میں ڈالیں۔ اس وقت بادشاہ کے ہاتھ میں لکڑی کے دانوں کی تسبیح تھی اور ملا دوپیازہ کے ہاتھ میں

پتھر کی تسبیح تھی۔ ملا نے کہا کہ حق تعالیٰ نے پانی کو امتحان کے لئے نہیں پیدا کیا، بلکہ آگ کو اس امتحان کے لئے بنایا ہے۔ آپ بھی آگ میں تسبیح ڈالیں اور میں بھی ڈالوں (جس کی تسبیح نہ جلے وہی حق پر ہے) بادشاہ نے ایک مرتبہ ایک سنی سے پوچھا کہ ملا شیعہ ہے یا سنی۔ اس نے کہا کہ شیعہ ہے پوچھا کہ کیسے معلوم ہوا کہ شیعہ ہے کہا کہ گوہ کھاتا ہے۔

فرمایا کہ ایک روز ایک کرگس دیوار پر بیٹھا ہوا تھا جو مردار کھاتا ہے اور جس کی عمر دراز ہوتی ہے شاہ عباس نے بندوق منگوائی کہ اس کو مارے پھر ہاتھ روک لیا اور کہا کہ یہ کرگس شاید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کا ہو۔ مُلا نے سن کر کہا کہ جب آنحضرت کی صحبت یا برکت کا اس قدر لحاظ اور پاس ہے تو پھر صحابہ کرام جنھوں نے آنحضرت کی صحبتیں اٹھائی ہیں ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کیسے کریں گے فرمایا کہ جس وقت حضرت سرور عالم صلعم کا نام مبارک صراحتاً یا کنایتاً سنا جائے بعض کے نزدیک تو درود شریف پڑھنا سنت ہے اور امام کرخیؒ کے نزدیک واجب ہے فرمایا حدیث میں آیا ہے کہ چیونٹی اور گاہری اور مینڈک اور شہد کی مکھی اور ہدہد کو نہ مارنا چاہیئے۔ علماء اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں ان کا ذکر ہے۔ واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تذکرہ میں ہے جس سے تمام لشکری متاثر ہوتے۔ چیونٹی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دانستہ یہ پامال نہیں کرینگے کیونکہ یہ نبی کے صحابی ہیں، اور وحی کو ایک موقع پر شہد کی مکھی کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور مینڈک نے جہاں تک اس سے ہو سکا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ بجھانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن گرگٹ جو آگ کو پھونکوں سے تیز کرتا تھا جہاں ملے اس کو مار ڈالنا چاہیئے اور ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کا پیغامبر تھا اس جگہ ایک نکتہ نہایت لطیف بیان فرمایا کہ رافضی حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی سے بھی زیادہ کم عقل ہیں کیونکہ چیونٹی سمجھتی تھی کہ سلیمان علیہ السلام کی صحبت اٹھانے کی وجہ سے لشکری ارادۃً ایذا نہیں پہنچائیں گے۔ اور یہ رافضی آنحضرت کے صحابیوں کے حق میں اتنا بھی نہیں سوچتے فرمایا وہ پنکھا جو بڑا ہوتا ہے اور جس کو کسی اونچی چیز سے لٹکاتے ہیں فارسی زبان میں بادآہنج کہتے ہیں فرمایا ایک ہندی کی پہیلی ہے۔ ایک نار ات سُندری داین انکھی کھور: چھاتی لاگ پیا کی دیکھی اور کی ٹھور۔ سچ ہے جب آدمی با خدا

ہو جاتا ہے پھر کیوں دوسری طرف دیکھے شعر

زاہد بیا بمیکدہ دنیائے دیگر است ؛ آب دگر ہوائے دگر جائے دیگر است

پھر اس شعر کے کچھ معنی تصوف کے اعتبار سے بیان فرماتے اور یہ فرمایا کہ میکدہ سے یہاں دنیاوی شراب خانہ مراد نہیں ہے۔ کبھی کوئی احمق سمجھ جاوے بلکہ وصال الہٰی اور قربت حضرت نامتناہی کا وہ مقام مراد ہے جہاں پہنچکر آدمی اس دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ ایک سوال کرنے والے کے جواب میں فرمایا کہ یا حی حین لا حی فی دیمومۃ ملکہ وبقائہ یا حی روزمرہ ڈیڑھ سو بار اس طرح سے کہ کچھ بار اول آخر درود شریف پڑھ لیا کرے کیسی بیماری سخت ہو انشاء اللہ جاتی رہے گی مجرب ہے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ چوسر اور گنجفہ بھی ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ شطرنج حرام ہے فرمایا بلکہ اس سے زیادہ۔ کیونکہ بعض نے شطرنج کو مباح بتایا ہے۔ پھر فرمایا کھیلنے والے اور دیکھنے والے دونوں پر لعنت ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے جس پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔ پھر سائل کے جواب میں فرمایا کہ اگر بازی بد کر نہ کھیلیں اور تصویر بھی اس میں نہ ہوں تو گناہ کسی قدر کم ہو جاتے گا۔ مگر پھر یہ بات ہے کہ اس کمی سے کیا مفاد ہے فرمایا کافروں سے سب بازی درست ہیں اور کافر حربی سے سود لینا بھی درست ہے اس میثاق کے ٹوٹنے کی وجہ سے جو ہم دونوں میں باہم تھا اس لئے یہ ظلم نہیں ہے لیکن اگر وہ بخوشی سود یا بازی کا روپیہ ادا کریں لینے میں مضائقہ نہیں ہے۔

نواب نوازش علی خاں نے ہنڈیوں کا حکم دریافت کیا فرمایا اس کی بابت کسی کتاب میں نہیں دیکھا لیکن میری تحقیق یہ ہے کہ ہنڈی ایک ایسا قرض ہے جو ساقط ہو جاتا ہے۔ تلف ہو جانے کے خوف سے یہ طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ انیس ۱۹ روپیہ نقد اور روپیہ کے پیسے دیوے اور کہدے کہ یہ پیسے اس زر نقد کے عوض یا بقدر زر میں نے فروخت کئے اس صورت میں تو مباح ہو جائے گی فرمایا کہ اگر نسب آدمی کا ماں کی طرف سے صحیح ہو تو صاف ظاہر کر دینا چاہیئے کہ فلاں ماں کی طرف سے سید ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ مولی القوم منہم و ابن اخت القوم منہم پس غلام کو چاہیئے کہدیوے کہ میں قریشی ہوں یا مولی یا ہاشمی ہوں ماں کی محبت سے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ مرغ وغیرہ جانوروں کے لڑانے کے بارے میں کیا حکم ہے فرمایا رسول اللہ

نے کل وحوش وطیور کے آپس میں لڑوانیکی نسبت یا ان کو لڑائی پر آمادہ کرنے کی نسبت سخت ممانعت فرمائی ہے۔ البتہ پالنا طیور کا اگرچہ صحرائی ہوں مضائقہ نہیں ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ حضرت رسول اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ نے کن جانوروں کو پالا ہے۔ فرمایا کہ اگرچہ حدیث ضعیف ہے لیکن بہت جگہ دیکھی گئی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک بار عرض کیا کہ تنہائی میں مجھ کو بہت وحشت ہوتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کبوتر کا ایک جوڑا پال لو اس سے دل بہلایا کرو۔ بعضوں نے ہرن پالا ہے۔ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی نے جو نہایت کم عمر تھے ایک مرتبہ لا[illegible] جس دن وہ مرا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر مزاحاً یہ جملہ ارشاد فرمایا یا ابا عمیر ما فعل النغیر تمہارے لال نے کیا کیا گویا آپ نے ان کی تعزیت فرمائی۔

بعض حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے حکم فرمایا کہ کبوتر پالو۔ کیونکہ جنّ کی نظر تمہارے بچوں پر ہے اس سے دفع ہو جاتی ہے۔ لیکن ان کے شکار سے اور اڑانے (کبوتر بازی) سے منع فرمایا ہے طبیبوں نے بھی اس کے پالنے کے بہت سے فوائد بتاتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ کبوتروں کے پروں کی ہوا میں یہ تاثیر ہے کہ لقوہ اور فالج اور خفقان دفع ہو جاتا ہے اور کتاب خواص الحیوان میں عجیب عجیب تاثیرات اور خواص حیوانوں کے لکھے ہیں فرمایا کہ بعض لوگ علاج یا خاصیت یعنی ٹوٹکہ سے کہتے ہیں چنانچہ مجھ کو نقرس کے درد کی شکایت رہتی تھی۔ جاتی نہیں تھی ایک کتاب میں دیکھا کہ ایسے بچے کے سر کے بال جو چالیس روز سے کم نہ ہو اور چھ مہینے سے زیادہ نہ ہو درد کے مقام پر باندھے جاویں انشاء اللہ آرام ہو جائیگا چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اور شفا ہوئی پھر فرمایا کہ عشق کے دفعیہ کے لئے دو تین مرتبہ تجربہ میں یہ آیا ہے (اور ایک علاج اس کا یہ بھی ہے) کہ جس جگہ خچر بندھتے ہوں ننگا ہو کر اس طرح خاک پر لوٹے کہ تمام بدن میں مٹی لگ جاوے۔ اگر معشوق مرد ہے تو گدھے کی خاک پر اور اگر معشوق عورت ہے تو مادہ گدھی کی خاک پر لوٹے۔ دوسری ترکیب عشق جاتے رہنے کی یہ بھی ہے کہ ایسے مقتول کی قبر کی مٹی لاوے جو ناحق تلوار سے مارا گیا ہو اور اس کا قصاص بھی ہنوز کسی نے نہ لیا ہو اس مٹی کو پانی میں ملا کر بطور شربت مریض عشق کو پلائیں۔ تیسری ترکیب یہ ہے کہ چھڑی جو اونٹ کے

جسم میں ہوتی ہے عربی میں اس کو قراد اور قمل کہتے ہیں عاشق کی آستین میں باندھ دی جائے. غالب گمان ہے کہ عشق رفع ہو جائے گا فرمایا سیدوں کو صدقہ کا مال لینا یا گھوڑے اور تیتر وغیرہ کی جفتی کراتے پر عوض لینا منع ہے۔

فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انیس ۱۹ بیٹے تھے پانچ حضرت امام حسین کے ساتھ شہید ہو گئے تھے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے نو بیٹے تھے صرف قاسم لاولد رہے باقی سب کی اولاد روئے زمین پر موجود ہے۔

فرمایا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے امام محمد باقر اور امام زین العابدین[1] سے کم اور حضرت زید شہید سے زیادہ روایت کرتے ہیں۔ امام اعظم صاحب کے تلامذہ کی تعداد کافی ہے جیسے فضیل ابن عیاض. ابراہیم ابن ادہم. عبداللہ[2] ابن مبارک وغیرہ. امام اعظم ابوحنیفہ کا مذہب تمام اماموں کے مذہب کی نسبت زیادہ آسان ہے اور امام اعظم کا تقویٰ و پرہیزگاری اور آپ کی کرامتوں کے سلسلے میں کپڑے فروخت کرنے کا واقعہ اور بکری کا گوشت سات سال تک نہ کھانے کا واقعہ بوجہ زیادہ عمر ہونے بکروں کے اس شہر میں، نیز بخارہ کی عورت اور امام شافعی کی روایت سے سگ سواروں کا واقعہ بیان کیا۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ میاں محمد علی نام ایک بزرگ ہیں صوبہ الہ آباد کے رئیسوں میں سے ہیں۔ آرزوئے قدمبوسی کی ظاہر کرنے کے بعد انھوں نے عرض کیا ہے کہ مجھ کو ایک بزرگ سے کمال عقیدت و ارادت تھا کہ ان سے بیعت کروں گا۔ اور ان سے تبرک بھی ملا تھا۔ لیکن نہ بر سبیل ارادت و عقیدت، آیا اسی پر اکتفا کروں یا کسی کے ہاتھ پر پھر سے بیعت کروں فرمایا اس بیعت پر بھی اعتماد کیا جا سکتا ہے کیونکہ عوارف میں (شیخ شہاب الدین سہروردی) نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص کہے کہ میں فلاں بزرگ کا

---

[1] امام زین العابدین کا نام علی بن حسین تھا۔ ۹۴ھ میں وفات ہوئی۔ تہذیب التہذیب جلد ہفتم صفحہ ۳۰۶

[2] عبداللہ بن مبارک، ہشام بن عروہ اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے، صاحب تصانیف تھے، کتاب الزہد والرقاق آپ کی مشہور تصنیف ہے ۱۸۱ھ میں وفات پائی۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد اول ص ۲۵۰

مرید ہوں اور بزرگ کہیں کہ نہیں۔ جب بھی مرید ہو جاتا ہے لیکن اس کے برعکس صورت میں نہیں۔ یعنی پیر تو کسی کے مرید کرنے کا اقرار کرے اور مرید اس سے بیعت کا انکار کرے اس صورت میں بیعت نہیں سمجھی جاتی گی، لیکن یہ مناسب ہے کہ ظاہر میں بیعت کرلے اگر اس میں صلاحیت دیکھے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ کیا بیعت نیابتہ درست ہے **فرمایا** حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ بہت سی عورتیں جمع ہوکر بیعت ہونے کو آئیں۔ آنحضرت کو فرصت نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ نیابتاً ہماری طرف سے جاکر مرید کرلو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرید ایک جگہ اور پیر دوسری جگہ ہو تو بیعت شجرہ ہوسکتی ہے۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ شاہ نجم الحق (جانتیں لدھا پنجابی زبان میں کھلاڑی) کا مزار کہاں ہے **فرمایا** فرید آباد کے قریب عرب کی جانب ایک قصبہ ہے جس کا نام سہنہ ہے۔ وہاں ایک چشمہ ہے اس کا پانی نہایت گرم ہوتا ہے اور وہ ہندوؤں کا معبد ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ لفظ علو دینوری کی کیا تحقیق ہے **فرمایا** عین کا کسرہ لام کا سکون واؤ کے وقف کے ساتھ مہملہ دال کے فتح اور یا کے سکون کے ساتھ جس کے معنی بزرگ ہیں اور اہل عرب اکثر اس کو استعمال کرتے ہیں اور جس کسی کو بزرگ سمجھتے ہیں اسی لقب سے پکارتے ہیں۔ دینور عراق عرب میں ایک قصبہ کا نام ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ علماء کا اختلاف رحمت ہے اس کے کیا معنی ہیں، آیا یہ صحیح ہے؟ **فرمایا** حدیث میں اسی معنی سے مذکور ہے۔ چنانچہ ایک دن ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں کوئی بات نہ کہوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا فرمایا تمام عمر بات نہ کرے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا آپ نے فرمایا چالیس سال بات نہ کرے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا فرمایا چھ ماہ کسی سے کلام نہ کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا فرمایا کہ ایک نماز کے وقت تک بات موقوف رکھیں وہ شخص پریشان ہوکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سب ماجرا سنایا۔ استفسار فرمایا، ہر ایک نے اپنے اپنے قول کی تائید میں کلام اللہ کی آیت سے استدلال پیش کیا۔ حضرت صلعم نے فرمایا کہ اختلافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ یعنی میری امت کا

اختلاف رحمت ہے۔ ایک دن یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اختلاف صحابی رحمۃ یعنی میرے صحابہ کا اختلاف رحمت ہے اختلاف کا مطلب یہ کہ قرآن وحدیث سے مفہوم استنباط کرے اور رحمت کے معنی ہیں کہ حالت اختلاف میں جس کے قول پر بھی عمل کر لیوے گا مواخذہ سے بری ہو جائے گا اس طرح عمل کا دائر کتنا وسیع ہو گیا۔
ایک مرید نے عرض کیا کہ اگر ضرورت کے وقت حنفی شافعی کے قول پر عمل کر لیوے یا کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کرے کیا یہ صحیح ہو سکتا ہے **فرمایا** اگر کوئی ضرورت شرعی ہے مجبور کرے تو جائز ہے لاز نفسانی حیلہ کے تقاضے سے ایسا نہ کرنا چاہیئے کہ مثلاً ایک امام کی تقلید کرتا ہے۔ کسی مسئلہ میں عملاً دوسرے امام کا قول آسان اور سہل پایا اس وقت اس کو ہی اختیار کر لیا۔ یہ بری بات ہے۔ میں نے اس کی تفصیل الگ فتوی میں لکھی ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کو مخلوق کی پیدائش سے اپنی بندگی ہی مقصود ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ حکما۔ کہتے ہیں کہ نجات امر عقلی ہے **فرمایا** ہاں۔ مگر بعض جگہ عمل کی تاثیر اسی طور پر ہوتی ہے ایک مرید نے عرض کیا کہ تانبے اور پیتل کے برتن استعمال کرنا ایک ہی حکم رکھتا ہے **فرمایا** کہ تانبے کے برتن کا استعمال درست ہے مگر چونکہ بغیر قلعی کے برتن میں کھانا خراب ہو جاتا ہے اس لئے اس پر قلعی کرا لینا چاہیئے اور بغیر قلعی مکروہ ہے اور پیتل کے برتن میں اگر قلعی نہ ہو ہندوؤں سے مشابہت لازم آتی ہے۔ نیز یہی حکم ان برتنوں کا ہے جو اس ملک میں خاص کر ہندو استعمال کرتے ہیں جیسے تھالی، لوٹا برخلاف کٹورے کے کہ سقے ان کو اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اس میں ہندوؤں کی تخصیص نہیں۔ اسی طرح سلیچی اور آفتابہ یہ بھی مسلمان استعمال کرتے ہیں۔ **فرمایا** دوغ چھاچھ کو اور جغرات دہی کو کہتے ہیں اور عربی میں رائب کہتے ہیں اور ایران کی اصطلاح میں اس کو جکہ بولتے ہیں **فرمایا** اللہ تعالی نے پہلے لوگوں کی عمروں میں برکت عطا فرمائی تھی چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی مصری شافعی کی تصانیف کثیر تعداد ہیں۔ ۱۵ سال بچپن کی عمر کو علیحدہ کر کے حساب کیا تو بارہ ورق روزانہ تصنیف کے ہوتے ہیں۔ حج کس زمانہ میں کیا ہوگا۔ قرآن شریف کس وقت میں حفظ کیا ہوگا اور درس و تدریس و علوم دینیہ اس کے علاوہ **فرمایا** کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی تصنیف جو رسالہ عزیزیہ ہے فی الحقیقت نہایت عمدہ رسالہ ہے۔ ایک رسالہ علیہ وحدت الوجود کے بیان میں بہت عمدہ تصنیف ہے اور دوسری تصانیف آداب السلوک وغیرہ بھی بہتر ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ شیخ حسن ظاہر کی کتاب مفتاح الفیض علم سلوک میں بہتر تصنیف ہے فرمایا جن علوم کا میں نے مطالعہ کیا ہے اور جہاں تک مجھے یاد ہے ایک سو پچاس علوم ہیں نصف سابقین اولین کے ہیں اور نصف علم اس امت میں ہیں۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ چودہ علم جو مشہور ہیں یہ کون سے ہیں فرمایا یہ علوم تحصیل کے اعتبار سے ہیں ایک شخص نے عرض کیا کہ منظوم خطبہ کا ہندوستان سے رواج ہوا ہے یہ جائز ہے یا نہیں فرمایا رواج تو ہے مگر کراہیت ہے اگر تمام خطبہ ہندی یا فارسی یا عربی نظم میں ہو اگر کبھی کوئی شعر نثر میں آجادے تو مضائقہ نہیں۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ حرام کام پر ملازمت کرنا یا بھنگ اور افیون وغیرہ کی تجارت کرنا کیسا ہے فرمایا دو صورت ہیں ایک تو یہ کہ وہ حرام مال جیسے مال غصب و چوری کہ اس میں ملک ثابت نہیں معلوم ہو جانے کے بعد اس کا کھانا، لینا بلکہ خرید نا بھی جائز نہیں مگر اضطراری صورت میں دوسری صورت یہ ہے کہ وہ مال حرام اپنی ملک ہو جاتا ہے جیسے جوئے سے حاصل کیا ہوا مال یا مزامیر وزنا کی اجرت لینا اس کو ملک میں لانا جائز ہے لیکن اس قسم کے مال کو اگرچہ قلیل ہو کسی سے دوسرے مال سے بدل لے۔ گھوڑے کو خادم کو یا کفار کو اجرت میں دیدے (فقہانے لکھا ہے کہ اس قسم کا روپیہ بلاتعین دیا گیا ہو یعنی دینے والے نے روپیہ دینے کے وقت یہ نہ کہا ہو کہ خاص یہ روپیہ یا یہ نفع اس خدمت کے صلہ میں تجھ کو دیتا ہوں تو جائز ہے مگر پھر بھی ایسے مال کے خرچ کرنے کی نسبت حدیث شریف میں تحریر ارشاد فرمائی ہے کہ اگرچہ قلیل ہو۔ مسلمان کو یہ چاہیئے کہ اُس مال کو اس کی مثل کے ساتھ کسی سے بدل لیوے یا گھوڑے و جانور وغیرہ کے خرچ میں اس کو صرف کر دے یا اگر اس کے یہاں کافر ملازم یا مزدور کے طور پر ہوں ان کی مزدوری میں دیدیوے احتیاط اسی میں ہے۔ یعنی اس مال کو اپنے کھانے کے صرف میں نہ لاتے باقی اللہ سے دعا کرے کہ وہ مال حرام سے بچاوے، فرمایا یہاں لوگ مجھ کو جانتے ہیں کہ میں اس قسم کا مال نہیں کھاتا اس لئے اس قسم کے کھانے میرے پاس نہیں بھیجتے ہیں ایک روز ایک شخص مداری نام جو عورتوں کی پرورش اور کفالت کرتا تھا اور ان سے کسب کراتا تھا اور کسب اور رقص کے ساتھ ممکن ہے زنا اور بدکاری بھی کراتا ہو اس مداری نے میرے پاس کھانا بھیجا، میں نے اس کے لینے سے عذر کیا لیکن اس نے میرا عذر قبول نہ کیا میں

اس فکر میں تھا کہ کیا کیا جاوے اور کیونکر اس کو قبول کیا جائے اتنے میں میرے چند اقارب شیعہ آگئے میں نے وہ کھانا ان کے پاس بھجوا دیا اور انھوں نے خوش ہو کر اس کو کھا لیا۔ فرمایا دو سال پہلے شیعوں سے قرابت کی وجہ سے خلاء ملاء تھا مگر اب کچھ اختلاف ہو گیا ہے مگر مجھ سے نہیں ہے میرا حال تو وہ جانتے ہیں اس لئے اختلاف میرے بھائی اور بھتیجوں سے ہے۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ شیعوں کے گھر کا کھانا کھانا اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کیسا ہے فرمایا کھانا کھا لینا چاہیئے ذبیحہ سے البتہ پرہیز کرے اور بہتر ہے کہ نہ کھاوے اور مجبوری کی صورت میں اگر کھائے تو مضائقہ نہیں۔ ایک مرید نے عرض کیا جو شیعہ اپنے مذہب میں ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں وہ کٹر شیعوں سے تو بہر حال اچھے ہی ہوں گے فرمایا بشرطیکہ صحابہ کی شان میں سب وشتم نہ کریں ان کے حق میں کفر کا حکم لگانے میں توقف کرنا چاہیئے۔ تذکرۃ کتاب اعجاز خسروی سے پڑھا ؎

منک جبنین جو ہری یا کی منک چنیں جوہری ساکی

منک چنیں جوہر باکی الیقا قد قلت لہا ہلک زوج بعرس قالت بلی

فرمایا کہ فوائد الفواد علم سلوک کا دستور العمل ہے اور نہایت عمدہ کتاب ہے اگرچہ خسرو نے بھی ملفوظات جمع کئے ہیں لیکن ان کی یہ عام قبولیت نہیں ہوتی فرمایا حضرت سلطان المشائخ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ کیسے کیسے خلف ہوئے جیسے ارخی سراج اور نصیر الدین وغیرہ۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ تین کوڑی کی فاتحہ انھیں نصیر الدین کے نام پر ہوا کرتی ہیں۔ فرمایا کہ ہاں پھر فرمایا کہ سماع کے بارے میں کچھ افراط و تفریط واقع ہوئی ہے اور اس کی وجہ سے متقدمین صوفیاء پر مخالفین کو طعن و تشنیع کا موقع مل گیا اگرچہ خاندان قادریہ و نقشبندیہ اور چشتیہ کی کتابوں میں سماع کے آداب لکھے ہوتے ہیں فرمایا کہ سلسلۂ چشتیہ کے متقدمین نے آلات اور مزامیر سے ہرگز سماع نہیں سنا ہے چنانچہ سلطان المشائخ باوجودیکہ سماع سے ان کو بہت شغف تھا فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص مزامیر سے میری محفل میں ہرگز نہ آوے ہاں شاہ عبد القدوس گنگوہی نے مزامیر کے جواز میں کئی رسالے لکھے ہیں اور آپ نے مزامیر سے سماع بہت سنا ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ مباح باندیوں کی تعداد کہاں تک ہے اور مباح باندیوں کس طرح

حاصل ہوتی ہے فرمایا باندیوں کی تعداد متعین نہیں ہے اور باندی یا دوسرا مال و اسباب تین طریقے سے اپنی ملک ہو سکتا ہے یا خریدنے سے یا کسی کے بخشنے سے یا میراث میں پہنچنے سے اور خاص کر باندی کے مباح ہونے کی چند شکلیں ہیں اول یہ کہ اس امر میں شک نہیں ہے کہ مسلمان جس وقت کفار حربی کے ساتھ جہاد کریں گے اس لڑائی میں کافروں کے لڑکے اور عورتیں اور مال و متاع جو کچھ ہاتھ لگے سب ان کے لئے مباح اور جائز ہوگا۔ دوسری یہ شکل ہے کہ کافر حربی اپنی رضا و خوشی سے اپنی مملوکہ کو فروخت کرتے ہیں جیسا کہ کوہستانی اپنی مملوکہ کو بخوشی فروخت، کرتے ہیں یہ بھی بلاشبہ درست ہے۔ تیسرے یہ کہ اپنے لڑکوں کو بیچیں حنفی اور شافعی کا اس میں اختلاف ہے۔ شافعی چونکہ غلام ہونے کا سبب ان کے کفر کو گردانتے ہیں لہٰذا جواز پر فتویٰ دیتے ہیں اور حنفی رقیت ملت حرب کو جانتے ہیں۔ لہٰذا منع کرتے ہیں۔ چوتھی بیع مخمصہ جیسے قحط اور شدت احتیاج کی حالت میں اگر ذمی مسلمان کے ہاتھ اپنے لڑکے یا لڑکی کو فروخت کر دیں یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے اور صحیح یہی ہے کہ ناجائز ہے اور فتویٰ اسی پر ہے اور ایک قسم بیان فرمائی جو یاد نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ خریدنے کے وقت نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

ایک مرید نے عرض کیا جیسا کہ لونڈی مرد کی ملک ہو جاتی ہے کیا ایسے ہی غلام عورت کی ملک ہو جاتا ہے یہ کس طرح ہے فرمایا کہ غلام خریدنے کے بعد ہی عورت کا بجائے فرزند اور محرم کے ہو جاتا ہے اور ان سے تمتع حاصل کرنا جائز ہے۔ فرمایا شیخ سدو کی فاتحہ کا کھانا ہرگز نہ کھانا چاہیئے اسواسطے عام لوگ بھوگ کے طور پر کرتے ہیں کہ شیخ سدو کو نقصان و ضرر رسانی میں موثر جانتے ہیں اور اس کو جن سمجھتے ہیں اگر اس کو ایک مسلمان سمجھ کر اس کے لئے ایصال ثواب کیا جاوے اس کے کھانے میں مضائقہ نہیں۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ بعض جگہ جنوں کی نیاز اس خیال سے دلاتے ہیں کہ وہ فلاں بزرگ کے ساتھ صلح و آشتی رکھتا تھا کبھی پختہ خام چیز پر فاتحہ دلاتے ہیں فرمایا نہیں چاہیئے ہاں مسلمان جنوں کی فاتحہ دلانا درست ہے مگر کون کرتا ہے۔

ایک شخص نے سوال کیا۔ بعض ہندو جو مسلمان ہو گئے ہیں وہ اپنے ان بزرگوں کی جنکے مسلمان ہونے میں درحقیقت شبہ ہے فاتحہ دلاتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں فرمایا اگر ان کا مسلمان ہونا

یقینی ہو تو مضائقہ نہیں ورنہ فاتحہ دلائے یا یہ کہدے کہ یہ ثواب بشرط اسلام ان کو پہنچے فرمایا بدکاروں کو کرائے پر جگہ دینا اگرچہ وہ کرایہ جائز وصول ہے لیکن کراہیت سے خالی نہیں پھر فرمایا کہ چھوٹے چھوٹے کاموں پر جیسے فال دیکھنے کی مزدوری لینا۔ یا گھر بتلانے کی مزدوری لینا۔ مثلاً کوئی پوچھے کہ فلاں شخص کا گھر کہاں ہے اس پر مزدوری لینا ناجائز ہے مگر تعویذ نویسی کی اجرت یا جھاڑ پھونک وغیرہ کی اجرت حلال ہے،

حدیث شریف میں آیا ہے کہ چند صحابہ کہیں گئے ہوئے تھے وہاں کسی شخص پر جن کا اثر تھا۔ ان لوگوں کی خبر سن کر لوگ آئے اور کہا کہ ایسے پیغمبر کے پاس سے آتے ہو جو مشہور ہیں، اگر کچھ کر سکتے ہو تو اس کی تدبیر کرو۔ انھوں نے کہا لوگ ہماری دعوت کرتے ہیں لیکن تم نے نہیں کی اگر کچھ دینا قبول کرو مضائقہ نہیں رکوتی تدبیر کی جاتے گی، غرض تین روز تک فاتحہ پڑھی اس شخص کو صحت ہو گئی۔ ایک بکری جوان سے حاصل ہوئی تھی آنحضرت کی خدمت میں لائے اور آنحضرت نے اس کو حلال فرمایا اور ان کی خاطر سے کچھ خود بھی اس میں سے کر تناول فرمایا۔ فرمایا قرآن شریف کی تعلیم پر اجرت لینا یا اذان پر اجرت لینا یا جنازہ کی نماز پر اجرت لینا منع ہے پھر فرمایا یہ قاعدہ کلیہ یاد رکھو کہ اجرت فرض عین پر لینا یا فرض کفایہ پر لینا یا حرام کام کی اجرت لینا جیسے مزامیر وغیرہ۔ کی سب حرام ہیں اور جو اس قسم سے نہ ہو درست ہے اور رشوت کا حال بھی ایسا ہی ہے اگر رشوت کسی امر کی انجام دہی پر حاکم حاصل کرے جیسے بجنگی نوکر رکھنے کے لئے حکم دے اس قسم پر اجرت کا طلب کرنا ناجائز ہے۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ کمشنری (کی ملازمت) اور وکالت کے پیسوں کا کیا حکم ہے فرمایا ایک شخص سے لینے کی وجہ سے شبہ ہو گیا ورنہ حلال ہے ایک فاضل شخص نے ایک حدیث بیان کی کہ مری کا کیا حکم ہے فرمایا مُری کو فارسی میں آب کاتواں عربی میں کنج اور ہندی میں کانجی کہتے ہیں۔ مشرق کی طرف بہت بناتے ہیں جائز ہے جیسے کہ شراب نمک ڈالنے سے اور کچھ دیر دھوپ میں رکھنے سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہو جاتی ہے۔ شافعیہ کے نزدیک جائز نہیں۔ کیونکہ جو چیز نجس ہوتی ہے اس سے نجاست کا اثر دور نہیں ہوتا۔ تذکرۂ فرمایا کہ میرے دادا شیخ عبد الرحیم جو بہت قوی توجہ اور کشف رکھتے تھے چند لوگوں

نے ایک پتھر کو جو وزن میں ہندی ایک من سے زیادہ ہو گا اپنی طرف سرکانا چاہا۔ مراقبہ کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ وہ پتھر ایک بالشت سے زیادہ ان کی طرف سرک گیا ہے اور ایک روز شاہ گل صاحب تین ضرورتوں کی وجہ سے بادشاہ عالمگیر کے پاس آتے تھے اور اپنے ملک کا کوئی تحفہ میرے دادا کے لئے بھی لاتے۔ چونکہ وہ میرے دادا کے بہت معتقد تھے اور دادا صاحب بھی صاحبزادگی کے سبب سے ان کا بہت ادب کیا کرتے تھے۔ شاہ گل نے عرض کیا اجازت ہو تو کچھ عرض کروں ورنہ نہیں ایک درخواست ہے کہ جو چیزیں حضرت کے لئے لایا ہوں، آپ پہلے بتادیں کہ وہ کیا ہیں۔ حضرت نے تھوڑی دیر تامل کے بعد فرمایا کہ فلاں فلاں چیز لاتے ہو اور وہ چیزیں ڈوریہ کے کپڑے میں بندھی ہوتی ہیں۔ شاہ گل صاحب نے عرض کیا کہ آپ کا سب فرمانا صحیح ہے لیکن ڈوریہ کے کپڑے میں بندھنے کی بابت کچھ تامل ہے۔ دادا صاحب نے کچھ دیر تامل کیا اور پھر ان اشیاء کو منگایا تو ڈوریہ میں بندھی تھیں۔ خادم سے جب پوچھا گیا تو اس نے عرض کیا کہ رات کو جب نیا رومال آپ نے طلب کیا تو وہ رومال کھول کر دے دیا اور دوسرے کپڑے میں باندھ دیا گویا حضرت کا فرمانا بالکل صحیح ہوا اور بہ ظاہر یہ خلاف واقعہ رومال کھول کر دوسرے کپڑے میں باندھنے کی وجہ سے پیدا ہوا **فرمایا** میرے شاگردوں میں دو آدمی نہایت لائق اور عمدہ ہیں مولوی رفیع الدین اور مولوی الٰہی بخش جو بقید حیات ہیں اور کلکتہ میں مولوی مراد علی ہیں اور انہوں نے پڑھنے پڑھانے کا شغل چھوڑ دیا ہے تجارت کرتے ہیں اور بقیہ دوسرے شاگرد فوت ہو گئے **فرمایا** مولوی رفیع الدین نے ریاضیات میں اس قدر ترقی کی کہ اس فن کے موجد محمد علی نے بھی اس سے زیادہ نہ کی ہو گی **فرمایا** کہ حضرت والد ماجد صاحب نے ہر فن میں ایک آدمی تیار کیا تھا اور اس فن کے طالب علم کو اس کے سپرد فرماتے تھے اور خود معارف گوئی اور معارف نویسی میں مشغول رہتے تھے اور حدیث شریف پڑھایا کرتے تھے۔ مراقبہ کے بعد جو کشف ہوتا تھا لکھ لیتے تھے۔ باوجود محنت شاقہ بہت کم بیمار ہوتے تھے۔ عمر شریف اکسٹھ برس چار ماہ کی ہوئی چوتھی شوال ۱۱۱۴ھ کو پیدا ہوئے تھے اور انتیسویں صدی محرم کو وفات پائی۔ شاہ ولی اللہ رح کی تاریخ ولادت ۴ر شوال بروز چہار شنبہ ۱۱۱۴ھ ہے وفات کی تاریخ امام اعظم ۱۱۷۶ ہے۔ دوسرا مادہ تاریخ ہے ہائے دل روزگار رفت ہے ۲۹ر محرم الحرام اور بوقت ظہر یا ۲۱ر محرم وقت سحر **فرمایا**۔ ۱۱۷۶ھ

فرمایا حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر زمانہ میں نصاریٰ کا تسلط ہوگا۔ ایک مرید نے
عرض کیا کہ وہ یہی نصاریٰ ہیں یا اور ہوں گے فرمایا غالباً یہی ہوں گے کیونکہ اہلِ اسلام میں
ظلم نہایت درجہ شائع ہوگیا ہے اور ملک کفر کے ساتھ تو قائم رہ بھی سکتا ہے مگر ظلم کے ساتھ نہیں
آنحضرت نے فرمایا ہے کہ اے مسلمانو اہلِ فارس تمہارے ساتھ ایک دو ٹکر یعنی مقابلہ کریں گے
پھر غائب ہو جائیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا اور فرمایا تھا کہ اہلِ روم یعنی نصاریٰ یکے بعد دیگرے
جماعت جماعت مقابلہ کریں گے کیونکہ یہ صابر ہیں اور آہستہ آہستہ کام کرتے ہیں اور کتنا عرصہ باقی ہے
فرمایا ان کو حضرت مہدی علیہ السلام قتل کریں گے دیکھا جاتے کہ کب ہوتا ہے فرمایا کہ چنگیز خاں
کے پوتے ہلاکو کا پوتا تغلق داد خود مسلمان ہوگیا تھا جس کا اسلامی نام احمد تھا اور اس روز تین لاکھ آدمیوں نے
اسلام قبول کیا۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ فلاں شاہزادہ نے آرزوئے قدمبوسی ظاہر کی ہے اور عرض کیا ہے کہ اس کو
جریان کی شکایت ہے اگرچہ کپڑا بھی نیچے پہنتا ہے مگر پاجامہ پھر بھی نجس ہو جاتا ہے نماز کی کیا صورت ہو؟
فرمایا نماز ادا کرے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ دو چار دن میں کسی دن ایسی حالت ہوتی ہے کہ وضو
باقی نہیں رہتا فرمایا اگر چار رکعت کی مقدار بھی وضو باقی نہیں رہ سکتا تو ہر مرتبہ تازہ وضو کرے اور
جو کچھ پڑھ سکے ادا کرے۔ ایک مرید ایک ایسے شخص کو دوسرے لوگوں کی معیت میں حضرت کی خدمت میں
لے کر حاضر ہوا جو جاہلوں کے اس طریقہ پر بیعت کرنے کی خواہش کرتا تھا کہ سوائے اپنے خاندان کے دوسرے
کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرنا چاہیئے۔ ارشاد فرمایا کہ اسی مرید سے اس کو بیعت کرا دو کہ اس سے بیعت
کرنا گویا میرے ہی ہاتھ پر بیعت کرنے کے مرادف ہے۔ جب اس مرید نے زیادہ اصرار کیا تو حضرت نے اس
کو بیعت اور تعلیم فرمانے کے بعد اس مرید کے سپرد کر دیا اور ان سب آدمیوں کو جو اپنے اعزاء واقارب
مرد و عورتوں کے بیعت کرنے کا اشتیاق ظاہر کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں مرید جو تمہارے پڑوس میں
رہتے ہیں ان سے بیعت کر لو اور یہ بیعت ایسی ہی ہے جیسے میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ چنانچہ بعض لوگ ان
مرید کے پاس جا کر کہتے کہ ہم تمہارے سپرد کئے گئے ہیں، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ درحقیقت یہ بیعت

رسول اللہ بلکہ خدا سے ہوتی ہے سب آنحضرت کے نائب ہیں اور مرید بشرط اجازت پیر کے نائب ہوتے ہیں ایک دن شاہ صاحب اپنے بھائی مولوی عبد القادر مرحوم کے عرس کی تقریب میں اپنے والدماجد اور جدامجد کی قبروں پر تشریف لے گئے اور باوجود مسافت بعیدہ کے پاپیادہ تشریف لے گئے اور واپسی میں سواری میں تشریف لاتے اور پیروں کی قبروں کو ہاتھ سے بوسہ دیا جن میں آپ کے والد ماجد اور جدامجد کی قبریں بھی شامل تھیں اور قرآن شریف اور فاتحہ سے فارغ ہو کر ایک خوش الحان سے فرمایا کہ مولینا روم کی مثنوی سے کچھ سناؤ۔ اس نے صدر جہاں کا قصہ سنایا۔ ایک مرید کو وجد آگیا، اور دوسرے مرید اور خلفاء بھی اس سے متاثر ہوئے۔ اس مرید نے ایک نعرہ لگایا اور قریب تھا کہ گر جائے، حضرت نے اپنے پاس بلا کر توجہ دی، وہ مرید اپنا سر آپ کے زانو پر رکھے ہوتے روتا رہا۔ اس مرید کے سر اور تاج پر آپ کے قطرات اشک اور لعاب دہن ٹپک گیا اس مرید نے اس تاج کو تبرکاً محفوظ رکھ لیا۔ اس کے بعد مرید نے کہا کہ حضرت اس وقت بندہ کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنے پیر کی محبت بدرجہ احسن نصیب فرمائے اور جو کچھ ہے اس میں ترقی عطا فرمائے، آپ نے دعا فرمائی کہ مجھ کو اور تجھ کو خدا کی محبت زیادہ نصیب ہو۔ آمین یارب العالمین۔

فرمایا معجزہ اور کرامت دونوں ولی اور نبی سے ظاہر ہوتی ہیں چنانچہ آنحضرت کے اکثر معجزے جو مشہور ہیں وہ کرامت ہیں۔ معجزہ وہ ہے جو بر بنائے تحدی واقع ہو ورنہ کرامت ہے۔ چنانچہ حضرت معین الدین چشتی سے اکثر معجزے ظاہر ہوئے ہیں جو حد تواتر تک پہنچے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک قصہ جوگی جے پال نامی کا مشہور ہے، اور (اس واقعہ کی وجہ سے) حضرت معین الدینؒ کو نبی الہند کہا جاتا تھا اور بہت سے ہندو بھی آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔ شاہ معین الدینؒ کی کرامتوں کی عام مسلمانوں میں شہرت تھی چنانچہ قصہ صاحب اوراد سبعات عشر مشہور ہے اور بعض نادر اور غریب حدیثوں میں بھی یہ بات حضرت خضر علیہ السلام سے مروی ہے۔ پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی عجیب وغریب شانیں بےشمار اور لامتناہی ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بعض مومن دعا کرتے ہیں اور فرشتے سفارش کرتے ہیں حکم ہوتا ہے کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں لیکن چاہتے نہیں کہ اس کا مدعا حاصل ہو جائے۔

چنانچہ مولنائے رومؒ جن کی تمام مثنوی جواہر نفیسہ اور بے مثل ہے، ان کا ایک شعر لاکھ روپیہ کا ہے ؎

بہر تقریب سخن باو دگر ٭ در کند در لطف اوشد بیشتر

اسی اثناء میں ایک شخص نے مثنوی شریف کے دو شعروں کا مطلب دریافت کیا وہ شعر یہ ہیں۔

ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام	ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام
کور کورانہ مرو در کربلا	تا نیفتی چوں حسین اندر بلا

ارشاد فرمایا کہ آخری مصرع میں "تا" اس معنی کو ظاہر کرتا ہے کہ تا وقتیکہ تو سید حسین علیہ السلام کی طرح امتحان و آزمائش میں نہ ڈالا جائے اندھا دھند بے سوچے سمجھے مت جا ورنہ تو اس مقام صبر و رضا کو نہیں سمجھ سکتا، **فرمایا** اہل تناسخ کہتے ہیں کہ آدمی ایک جاندار کے بدن سے دوسرے جاندار کے بدن میں چلے جاتے ہیں لیکن کوئی یہ نہیں کہتا کہ سبزہ بن گئے۔ پس تم اپنی اصل حقیقت پر نظر کرو کہ نطفہ اور حلقہ سے تدریجی مدارج طے کر کے کہاں سے کہاں پہنچا، پھر فرمایا، کہ پہلی غذا کیا چیز تھی، چاول یا گیہوں، اور اسی طرح گوشت وغیرہ، اور پھر اسی طرح غذا میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں۔ پھر **فرمایا** کہ گندم سبزہ میں بدل گیا اور سبزہ گندم بن جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ تمام اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تصرف و دسترس حاصل ہوتی ہے کہ وہ اپنی حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہیں پس اس بناء پر ان حالات کا معائنہ کرنے کے بعد وہ بلکہ ان کی حالت خود بزبان حال کہتی ہے پھر **فرمایا** ایک اور دقیق بات ہے کہ صوفیا کی ایک ایسی حالت ہوتی ہے جس کو انقطاع انانیت کہتے ہیں یعنی اپنی انانیت (خودی) کو قطعاً فراموش کر دیتے ہیں۔ پس وہ حالت یعنی وہ ذات بے مثال خود گویا ہوتی ہے کہ میں وہ ہوں جو اس حال کو پہنچ گئی ہوں اور مختلف مظاہر رکھتی ہوں **فرمایا** جب مرزا[1] مظہر جان جاناں رح کا نکاح ہوا تو ملاقات ہونے پر خیریت

---

[1] مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ۔ نام خواجہ شمس الدین عرف جان جاناں اور تخلص مظہر تھا۔ والد کا نام مرزا جان جاں تھا سیدنا نور محمد بدایونی سے بیعت تھے۔ تفسیر مظہری آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ ۱۱۹۴ھ میں وفات ہوئی۔

کے جواب میں آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

تا چشم تو دیدیم زدل دست کشیدیم ٭ ما طاقت تیمار دو بیمار نداریم

ایک سائل کے جواب میں ارشاد **فرمایا** کہا جاتا ہے کہ سرخ خضاب کسی وقت آنحضرت نے بھی لگایا ہے۔ اگرچہ آپ کی ریش مبارک کے دس بیس بال سے زیادہ سپید نہ ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی سرخ خضاب کیا ہے اور یہ نیل کا خضاب سیاہ رنگ کا نہ تھا، بلکہ سرخ تھا، البتہ سیاہ خضاب کی حدیث شریف میں ممانعت آتی ہے۔ سنا گیا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے سیاہ خضاب کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ امام حسن کو آنحضرت کی حدیث ہی نہ پہنچی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ بربنائے مصالح حرب، جیسا کہ جنگ اور کافروں پر رعب ظاہر کرنے کے لئے جائز ہے سیاہ خضاب فرماتے تھے پھر آپ نے فرمایا کہ حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرتؐ نے دو تین مرتبہ پاجامہ زیب تن فرمایا ہے اور خواتین کو پہننے کا حکم کیا ہے اور اپنی پسندیدگی کا اظہار بھی فرمایا ہے تذکرۃً فرمایا ؎

گر ہمیں ابر طرف کوہسار است ٭ تو بہ ام را خدا نگہدار است

فرمایا گلستاں اس جگہ کو کہتے ہیں کہ جہاں ہر طرح کے پھول ہوں اور بوستان اس کو کہتے ہیں کہ جہاں خوشبودار پھول ہوں اور باغ اس کو کہتے ہیں کہ جس میں بڑے بڑے درخت ہوں۔ ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ بادل کتنی قسم کا ہوتا ہے ایک تو وہ ہوتا ہے جس میں اجزاء ارضی زیادہ ہوتے ہیں اور اس کو لوگ کوہی کہتے ہیں جس کو کھاتے ہیں اور وہ حلال ہے اس کو ابر مردہ بھی کہتے ہیں۔ بادلوں کے قصے بھی عجیب ہیں۔ کبھی اس کو کھاتے ہیں۔ اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ؟ پھر ارشاد فرمایا ؎

تند و پُر شور و سیہ مست ز کہسار آمد ٭ میکشاں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

اور بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ بے ابر، بارش ہوتی ہے۔ بیٹھے ہوتے ہیں کہ اچانک ترشح شروع ہو جاتا ہے ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ جن، جنت اور مجنون سب الفاظ ایک مادہ سے مشتق ہیں[1]۔ جن کے معنی لغت

---

[1] غالباً کاتب سے کچھ عبارت چھوٹ گئی ہے۔ ہم نے سیاق و سباق کی مناسبت سے ترجمے میں ضروری ترمیم کردی ہے۔

میں چھپانا اور ڈھانکنا ہیں۔ مجنون میں چونکہ عقل پوشیدہ ہوتی ہے اس لئے کہتے ہیں اور جنت بمعنی باغ ہے۔ کیونکہ باغ اپنے گھنے درختوں کے پتوں میں زمین کو سایہ سے پوشیدہ کر لیتا ہے اس لئے جنت کہتے ہیں جن چونکہ آدمیوں کی نظر سے پوشیدہ ہیں اس لئے ان کو جن کہتے ہیں۔

ایک سائل کے جواب میں **فرمایا** عربی اشعار ایک عرصہ تک میں کہتا تھا اب بیس پچیس سال سے چھوڑ دیئے۔ عربی تصانیف کی تعریف یہ ہے کہ اس میں عجمی بو نہ آتے چنانچہ ہمارے خاندان میں اسی طرح موجود ہیں۔ پھر فرمایا والد ماجد جیسی شخصیتیں فی زمانہ مغتنم ہیں۔ علم و فن کے کمال کے باوجود پابندی اوقات اور تنظیمی صلاحیت ایسی تھی کہ بعد اشراق بیٹھتے تھے تو دوپہر تک زانو نہیں بدلتے تھے۔ بلکہ کھجانے اور تھوکنے کی نوبت بھی نہ آتی تھی۔ ایک بزرگ نے عرض کیا کہ میں نے حضرت کے دادا (شاہ عبد الرحیم) کو خواب میں دیکھا ہے جو بالکل آپ کی صورت معلوم ہوتے تھے **فرمایا** واقعی میں ان سے نہایت مشابہ ہوں پھر فرمایا کہ میں نے نعتیہ کلام بہت کہا ہے اور والد ماجد کے ہر دو قصائد ہمزائیہ و بائیہ کو مخمس کیا ہے یعنی ہر شعر پر تین مصرعے اضافہ کئے ہیں۔ بید مجنوں کا تذکرہ آیا تو آپ نے فرمایا، میں نے بھی لکھا ہے ؎

درخت بید را دیدم کہ دائم بے ثمر باشد　　　زنازک طبع عیر از خود نمائی ہا نمی آید

فرمایا میرے والد ماجد صوفیانہ اشعار زیادہ نہیں کہتے تھے مگر کبھی کبھی اور میرا بھی یہی حال ہے لیکن فارسی شعر موزوں کئے ہیں جو موجود ہیں ؎

گل میشود چراغ چو صبح از افق دمید　　　منکر مشو توفیض سحر را کہ بے بہار

بطور تذکرہ کے فرمایا کہ میرے چچا علم طب میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ایک روز خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ خدا بیمار ہے علاج کیجیے۔ حضرت والد ماجد نے تعبیر ارشاد فرمائی کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن خدا کہے گا کہ میں بیمار تھا تو نے دوا نہ کی، اور بھوکا پیاسا اور ننگا تھا تو نے کھانا نہیں کھلایا، پانی نہیں پلایا، کپڑا نہیں پہنایا۔ بندہ عرض کرے گا کہ ۔ خدا تو ان ضرورتوں سے پاک ہے، خدا فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا، بھوکا تھا۔ گویا میں ہی بھوکا اور بیمار تھا اگر تو اس کا علاج کرتا

کھانا کھلاتا تو وہاں مجھ کو پاتا) ایک مرید نے عرض کیا کہ خدا کی رحمت خاصانِ خدا کے حق میں ہے یا عام بندوں کے لئے **فرمایا** کہ رحم وکرم کے مستحق تو سب ہیں لیکن خاصان خدا مزید رحمت خاص کے مستحق ہیں۔ اسی ضمن میں فرمایا کہ ہرچند والد ماجد نے دوا وطبابت کی بناء پر مصلحتاً مجھے منع فرما دیا تھا لیکن جان بخشی خوب چیز ہے۔ عالم طفلی میں بیمار ہوا، ایک طبیب نے علاج کیا، اچھا ہوگیا، والد ماجد نے اس طبیب سے فرمایا کہ تم نے ہم کو خوش کیا ہے اس لئے کہو تمہارے حق میں کیا دعا کریں۔ اگرچہ یہ آپ کی طبیعت کے خلاف تھا۔ لیکن آپ نے فرمایا۔ اس طبیب نے عرض کیا کہ میں نوکر ہو جاؤں۔ اسی وقت بلکہ رات سے ہی وہ طبیب سو روپیہ مع سواری کے ملازم ہوگیا۔

حکیم صاحب نے آکر عرض کیا کہ حضور نوکری مل گئی ہے۔ حضرت نے فرمایا تمہارا حوصلہ کم تھا، جو دنیا اور وہ بھی بہت کم پر قناعت کی۔ ایک شخص اپنے بچے کا نام رکھنے کے لئے شیرینی لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے نجم الدین نام رکھا اور پھر حضرت نجم الدین کبریٰ اور سگ شہید کا قصہ بیان فرمایا اور یہ مصرعہ پڑھا ؏

سگ کہ شد منظور نجم الدین سگاں را سرور است

ایک مرید نے عرض کیا کہ نفخت فیہ من روحی میں جو روح ہے وہی جانوروں میں بھی ہوتی ہے **فرمایا** نہیں ہاں ایک شمہ اس میں سے ہوتا ہے ورنہ بزرگوں کی توجہ سے روح حقیقی جانوروں میں سرایت کرتی ہے چنانچہ جانوروں کے مطیع ہو جانے اور فرماں بردار ہو جانے کے قصے مشہور ہیں اور مشہور ہے کہ حضرت نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کتے گرداگرد حلقہ باندھ کر اور کتے بیٹھا کرتے تھے۔ شاید استفادہ کرتے ہوں۔ پھر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ بجز نام کی عقل کے اور بھی چند صفتیں اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو عطا فرمائی ہیں اگرچہ ہم ان کو دریافت نہیں کر سکتے ہیں۔ پھر اپنے والد ماجد کے خلیفہ اور دوسروں کا زبانی قصہ ارشاد فرمایا کہ ایک عورت پر اونٹ عاشق ہوگیا اور اس کے خاوند کو مار ڈالا اور آخر میں اسی عورت کے دروازہ پر خود بھی مرگیا۔ ایک مرید کے جواب میں **فرمایا** معلوم ہوتا ہے کہ ہر شے میں روح حقیقی ہے مگر نہایت ضعیف ہے اور کسی بزرگ کی توجہ کاملہ سے قوی ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ دادا صاحب سے تواتر کے ساتھ خبر ملی ہے کہ ایک مرتبہ رویت ہلال کے بارہ میں از روئے تقویم بحث کر رہے تھے (دادا صاحب نے) فرمایا جانور کہتے ہیں کہ یہ لوگ

مباحثہ کرتے ہیں لیکن کل ہرگز چاند نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان پر کچھ غیب کی باتیں منکشف بھی کر دیتا ہے۔ ایسا ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہدہد اور (نملہ) چیونٹی کا قصہ بھی مشہور ہے فرمایا کہ قصر ہندوان حضرت بہاء الدین شاہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے دفن ہونے کے بعد قصر عارفان بن گیا یہ مقام شہر بخارا کے قریب ہے جیسا کہ سلطان المشائخ۔ مگر سمت کا فرق ہے اور بخارا بھی بڑا شہر ہے۔ جس کے ۱۲ دروازے ہیں۔

فرمایا جس زمانہ میں شاہ بوعلی قلندرؒ دہلی میں مقیم تھے مکھیاں نہایت کثرت سے پیدا ہو گئیں اور خلقت ان سے تنگ آ گئی سب نے شیخ کی طرف رجوع کیا زیادہ اصرار کے بعد آپ نے مکھیوں کے نام ایک حکم لکھا اور شہر کے دروازوں پر اس کو آویزاں کرا دیا۔ کہتے ہیں کہ مکھیاں جوق در جوق باہر جانے لگیں مگر شہر میں وبا پھیل گئی چنانچہ شیخ بھی اس کے بعد شہر سے باہر چلے گئے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ خدا کا نام ہندی میں کیا ہے فرمایا الکھ (ان دیکھا) اور پرمیشور اور چند دوسرے نام لئے۔ پھر اس شخص نے پوچھا اگر ہم لوگ ان ناموں سے یاد کریں فرمایا مضائقہ نہیں۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ ظاہری شریعت میں اس کی ممانعت ہے فرمایا اگر ان الفاظ کے ہم معنی جو شرع شریف میں آئے ہیں جیسے خدا اور جہاں آفریں اور ترکی میں تنگری تعالیٰ اور ہر وہ نام جو لغت میں خدا اور اس کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کی صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہے اس کے استعمال میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ ارباب صوفیہ نے عنقائی مغرب وغیرہ دیکھا ہے اور بہت سے نام اس کے رکھے ہیں فرمایا سب مجازات ہیں فرمایا حکماء کے نزدیک جو چیزیں کہ عالم میں موثر ہیں وہ یا آسمانی ہیں یا ارضی ہیں۔ جب موثرات سماوی کو موثرات ارضی کے ساتھ مخلوط کرتے ہیں تو عجیب عجیب افعال صادر ہوتے ہیں اس میں علم نجوم وغیرہ کی بھی ضرورت بہت پڑتی ہے۔ مثلاً تسخیر شیر کی حاجت ہے تو اب دیکھیں گے کہ مریخ اسد طالع میں ہے یا نہیں جب مریخ اسد طالع میں ہو اس وقت شیر کا تصور کریں جلد تابع ہو جائے گا، اسی طرح مناسبات کے ساتھ مثل طلاء وغیرہ کو طلسم کہتے ہیں ان سب میں علم نجوم اور علم حال زمین ضروری ہے پس دیکھنے والے اور جاننے والے کو علم نجوم اور اوقات معین

اور شکل معین کی رعایت رکھنا ضروری ہے اور جب قواتے ارضی کو قواتے ارضی کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس کو نیرنج کہتے ہیں۔ چنانچہ چارپائی میں جب کھٹمل ہو جاتے ہیں تو ان کو دفع کرنے کے لئے پارہ اور دھتورہ کی گولی بنا کر چراغ کے تیل میں ڈال کر چراغ روشن کرتے ہیں اس ترکیب سے تمام کھٹمل مرجاتے ہیں یا اس جگہ سے باہر چلے جاتے ہیں، آزمایا ہوا ہے۔

ذخیرہ اسکندریہ طلسم میں ایک بڑی کتاب ہے۔ لیکن طلسم[1] کا امتحان کم ہوتا ہے اور نیرنج کا امتحان زیادہ ہوتا ہے۔ اکثر کتابوں میں اشیاء کے خواص لکھے ہوئے ہیں جب ان کو باہم مخلوط کرتے ہیں تو مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ سحر تین قسم کے ہیں۔ اول یہ ہے کہ کواکب کی روحانیت کی اور ان کی دعوات اور مناجات اور ہیاکل وغیرہ کی تسخیر۔ اسی کو علم دعوت کہتے ہیں اور مریخ اور زہرہ میں سے ہر ایک کی دعوت جدا جدا ہے۔ اور دھونی دبخورات، ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ ہے۔ کسی کی دھونی لوبان ہے کسی کی گوگل ہے یہ یونانی سحر ہے۔ شریعت میں ان میں سے اکثر کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرک کے قریب ہے۔ دوسری سحر ہندی ہے۔ اسی کو تسخیر بیر کہتے ہیں اور اس بیر سے مراد مردوں کی روحیں ہیں جو یہاں آکر حالات معلوم کرلیتی ہیں۔ لیکن وہ مردے جو قوی القلب، شرارت پیشہ، خباثت اور تیز و تند ہوتے ہیں۔ شیاطین کے ناموں اور افسون پڑھنے اور خوشبودار کھانے وغیرہ کا بھوگ دینے سے مسخر ہوتے ہیں، کہ بعضے ارواح خبیثہ کہ اکثر ان میں سے خبیث جانوروں اور کھڑ کھوتجہ وغیرہ سے مناسبت تامہ رکھتے ہیں۔ اور تسخیر بیر کے لئے یہ تدبیر بھی کرتے ہیں کہ مردے کی پیٹھ کی ہڈی پر افسوں پڑھتے ہیں اس سے روح حاضر ہو جاتی ہے یہ تدبیر سابق تدبیر سے زیادہ موثر اور زود اثر ہے پس وہ تابع ہو جاتی ہے اور زیادہ دیرپا ہے۔ کیونکہ اس میں شدت ظلمت ہے اور کفر و شرک ہے اور تسخیر قلب (محبوب)، اور دشمن کا قتل جس کو موٹھ

---

[1] طلسم یونانی زبان کا لفظ ہے۔ طلسم اس کپڑے کو کہتے ہیں جس پر جادو کی عبارت لکھی ہوتی ہے یا وہ تختیاں جن پر کسی معبود باطل کی تصویر یا جادو کی عبارت کندہ ہو۔

(طبقات الامم ص ۲۷)

کہتے ہیں وہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ تیسری قسم وہ ہے جو تاثیر میں دونوں سے کمزور ہے لیکن مباح جنہوں پر جائز ہے اور وہ از قبیل طلسم ہیں اور تعویذات وغیرہ دوسری چیز ہیں جو ہندوؤں نے بھی ہم سے سیکھے ہیں اور شعبدہ بھی جادو کی ایک قسم ہے اور ایک قسم سحر بابل ہے جو نادر الوجود ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک قوی التاثیر شخص طالب کی نفس میں ایک قوت پیدا کرتا ہے اور اس قوت کی تاثیر سے عالم تصرفات کرتا ہے۔ جو ظلمت وخباثت کے ساتھ مقرون ہوتا ہے اور جو قوت کہ طالب کے نفس میں پیدا ہوتی ہے وہ خبیث اور تاریک ہوتی ہے اور جو ہر ذات کے لئے لازم ہوتی ہے جو کسی بھی عبادت سے نورانیت اور طہارت میں تبدیل نہیں ہوتی اور یہ سحر ہاروت و ماروت سے حاصل کیا ہوا ہے۔ ان میں قوت خبیثہ پیدا ہوگئی تھی اس سے جس میں چاہتے تھے اپنا اثر ڈالتے تھے آخر کار ان کو اس سے نجات حاصل ہوگئی لیکن اس کا نمونہ ڈائن میں آج بھی موجود ہے، ڈائن کو فارسی میں نظر گفتار کہتے ہیں اگرچہ ان میں خباثت وتاریکی پائی جاتی ہے لیکن بر بنائے مضرت اس کا سیکھنا جائز ہے۔ جیسے بعض وقت سحر کا سیکھنا۔

پہلی قسم کے جادو کی اصلاح ان اسماء الہٰی کی دعوت ہے جو مطالب جزئیہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اس دعوت میں چند شرائط ترک حیوانات وغیرہ بھی ہیں اور کبھی ستاروں کی روحانیت کی تسخیر بھی اس دعوت میں کرتے ہیں لیکن اس تسخیر اور دوسری تسخیر میں یہ فرق ہے کہ اُس تسخیر میں ستاروں کی ارواح کی طرف التجا ہوتی ہے اور اس تسخیر میں خاص حق سبحانہٗ اور اس کے اسماء کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور ان اسمآٔ الٰہیہ کی مدد سے ارواح کواکب پر تسلط وغلبہ حاصل کیا جاتا ہے اور پھر ان سے استمداد کی جاتی ہے۔ البتہ اس دعوت کے اسماء کی مناسبت بعض کواکب کی روحانیت کے ساتھ معلوم کرنا ضروری ہے۔ اور دعوات کی شرائط میں اس کوکب کے موافق عمل کرنا چاہیئے اور اس کوکب کی ساعت میں بیٹھنا اور عمل پڑھنا چاہیئے۔ ادریسی تسخیر کے نمونہ پر۔

دوسری قسم کی اصلاح اسماء کے موکلات کی تسخیر کا عمل ہے اور ان اسماء کے ذریعے جنات کو تابع کرنا ہے۔ اور یہاں دونوں تسخیر (عمل) میں وہی فرق ہے کہ یہ تسخیر سلیمانی تسخیر کے مشابہ ہے

جیسا کہ اول الذکر تسخیر ادریسی[1] کے نمونہ پر تھی۔

تیسری قسم کی اصلاح نقوش اعداد و اسماء و آیات یا مراجات و مثلثات حرفی (تعویذات) کے خانوں کو پُر کرنا اور کسی قدر مناسب اور مطالب سے موافق اسماء و آیات کو لکھنا اور بعض ارضی غذاؤں مثل قند و آدند وغیرہ کو اس میں ملانا چاہیئے جواز قبیل نیرنجات ہیں اور اس میں شامل ہیں۔

چوتھی قسم کی اصلاح[2]۔ انبیاء و اولیاء، ائمہ، اہلبیت عظام کی ارواح سے توسل حاصل کرنا ہے کیونکہ یہ بزرگ اس باب میں بڑی تاثیر رکھتے ہیں۔ اور دائمہ مستمرہ لازمہ قوت کا فائدہ حاصل کرنا جس سے عالم میں تصرف کیا جا سکتا ہے جیسے کہ امراض کا سلب کرنا۔ درد کو تسکین دینا، جمادات و حیوانات کو مسخر کرنا اور اس باب میں امداد حاصل کرنا، اِن بزرگوں کی ارواح طیبہ سے اور فاتحہ پڑھنا اور اس کا ثواب ان کی ارواح کو بخشنا، خاصکر رات کے آخری حصے میں مجرب ہے اور کبھی یہ استفادہ زندہ آدمی سے بھی کیا جاتا ہے اور فی زمانہ یہ معنی مثل معدوم کے ہیں اور وہ ارواح جن سے فی زمانہ اس قوت کا اکتساب کیا جا سکتا ہے اور اس میں مجرب و معمول ہیں وہ پانچ مبارک روحیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روحِ مبارک۔ تیسری حضرت غوث الاعظم کی روح چوتھے حضرت بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ کی روح۔ پانچویں حضرت معین الدین چشتی کی روح۔

اسی اثناء میں فرمایا کہ ایک شخص کو میں نے دیکھا ہے کہ اس کا نہایت درجہ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ سے رسوخ تھا اور اس کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے۔

---

[1] تسخیر ادریسی۔ حضرت ادریس علیہ السلام سے احکام نجوم کا استخراج کیا جاتا ہے۔ اسرائیلی ان کا نام اخنوخ کہتے ہیں یونانی ان کا نام ہرمس سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ قبل طوفانِ نوح تھے۔ (طبقات الامم ص ۲۰)

[2] متن کتاب صفحہ ۲ میں اصلاح قسم پنجم لکھا ہوا ہے۔ لیکن سیاق عبارت سے یہ قسم چہارم معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی اسی قسم کی ایک عبارت متن کتاب صفحہ ۲ میں گزر چکی ہے۔

آپ نے ایک خلیفہ سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا حال ہے۔ عرض کیا کہ کثرت تجلیات کے باعث تمام جسم کا نقشہ ہو گیا ہے۔ ارشاد **فرمایا** کہ مردہ کی روح کی وجہ سے قبر پر چراغ نہیں جلانا چاہیئے۔ کہ یہ فعل قابلِ لعنت ہے اور تقریبات شادی وغیرہ پر (مسجدوں میں گھی کے چراغ جلاتا) اور شب برات پر جگہ جگہ چراغاں کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ یہ عمل مشرکین سے حاصل کیا گیا ہے۔

ایک سائل کے جواب میں **فرمایا** کہ امام اعظم صاحب کے نزدیک گرم موسم میں عصر کا وقت جب ہوتا ہے کہ ساڑھے چار گھڑی دن باقی رہتا ہے اور امام شافعیؒ و مالکؒ اور امام احمد اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چھ گھڑی بیشتر ہو جاتا ہے **فرمایا** شاہ روم سلطان مراد نے ۱۰۱۶ھ میں جو مکہ میں تعمیر کرائی تھی وہ صحیح ہے۔

ایک سائل کے جواب میں **فرمایا** کہ اس خرجی پر سوار ہونا جائز ہے جس پر قرآن شریف رکھا ہو لیکن احتیاط ضروری ہے کہ اپنا بوجھ قرآن شریف پر نہ ڈالے بلکہ دوسری طرف ڈالے اور امام اعظم کے نزدیک سرہانے رکھنا حفاظت کے لئے جائز ہے تذکرۃً **فرمایا** کہ حضرت قطب صاحب کے منارہ کے اوپر سے جس کی پہلے سات منزلیں تھیں اب چھ رہ گئی ہیں ایک فقیر وہاں سے جست کیا کرتا تھا اور عجیب عجیب کرتب دکھایا کرتا تھا اس کے کپڑے ڈھیلے ڈھالے اور گھیر دار ہوتے تھے۔ کودتے میں ان کپڑوں کی وجہ سے ہوا میں معلق ہو جاتا تھا اور نہایت ہوشیاری سے تمام مجمع میں سے اس شخص کو پکڑ لیتا تھا جو پہلے سے اس کو روپیہ دکھاتا تھا۔ میں نے بچشم خود اس شخص کو دیکھا ہے۔ دیوانوں کا تذکرہ آیا حضرت نے **فرمایا** جنون کی بہت قسمیں ہیں جیسا کہ عربی محاورہ ہے "للجنون فنونٌ" کشمیر میں ایک دیوانہ تھا۔ جب کسی کو دیکھتا تھا اور قابل سمجھتا تھا کہتا تھا آؤ۔ جب آدمی قریب ہوتے تھے کہتا تھا بیٹھو۔ حضرت علی اور معاویہ برسر پیکار ہیں۔ صلح کراتا ہوں۔ ایک دوسرا پاگل آیا کہا حضرت للّٰہ حویلی دلوائیے آدمیوں نے چاہا کہ اس کو جھڑک دیں **فرمایا** کہ حویلی شاہی قلعہ کے ساتھ ہے جب تو قلعہ کو حاصل کرے گا حویلی بھی میں تجھے دیدوں گا اس دیوانہ نے کہا کہ قلعہ آئندہ سال لوں گا **فرمایا** خیر۔ اس نے کہا ایک سال تک کہاں رہوں فرمایا جامع مسجد کے منارہ پر رہ۔ جو بہت بلند مقام ہے۔ پھر اس نے استغفر اللہ کہا **فرمایا** میں پانچ

چھ سال کا تھا کہ والد ماجد صاحب نے ایک مسئلہ بیان کیا وہ شافعی مذہب کے مطابق نکلا فرمایا ایک رات جامع مسجد (دہلی میں)، میں نے شمار کیا تھا، پینتیس جگہ حفاظ جماعت سے تراویح پڑھاتے تھے۔ ایک بار ماہ رمضان میں جنتری کے اعتبار سے رویت ہلال مشتبہ تھی۔ لوگ مسئلہ دریافت کرنے آتے تھے اور کافی بحث وتحیص کرتے تھے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ابر سے مطلع صاف ہونے اور گرد وغبار نہ ہونے کی صورت میں فقہانے جم غفیر کی شہادت کی شرط رکھی ہے اور حدیث شریف میں اتنا ذکر ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا تو مسلمان ہے۔ عرض کیا۔ ہاں۔ آنحضرت نے فرمایا منادی کردو کہ کل روزہ رکھیں۔ علماء نے اس سے یہ اخذ کیا کہ ابر کی حالت میں ایک شخص کی شہادت کافی ہوتی ہے اگرچہ حدیث شریف میں مطلقاً ذکر ہے جماعت کثیر امام ابو یوسف کے نزدیک پچاس آدمی اور دیگر فقہانے ۲۵ بتایا ہے اور امام شافعی نے صرف دو عادل شخصوں کی شہادت کو کافی کہا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جگہ جگہ لوگوں نے دیکھا ہے اس لئے روزہ رکھنا چاہیئے پھر فرمایا اب حضرت امیر کی ایک کرامت کہنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ رجب کی چوتھی تاریخ جس دن ہوگی اسی دن رمضان کی یکم تاریخ اور عید اضحیٰ اسی دن ہوگی اور ہمیشہ سے ایسا ہی دیکھا گیا ہے۔ اس سال جنتری کے حساب سے چاند تحت الشعاع میں ہے ایک حصہ رات گزرنے کے بعد نکلے گا اور ہندوؤں کے دوج کا اعتبار کبھی نہیں کیا گیا۔ جب تک چاند کو نہ دیکھ لیا گیا۔ حکم نہیں کیا۔

ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ کلام اللہ کو وتروں کے بعد تراویح میں عمداً پڑھنا مکروہ ہے ورنہ نہیں۔ اور کلام اللہ ہر طرح پڑھنا جائز ہے ——— فرمایا خان دوران خان کی نواسی یعنی صمصام الدولہ کی بیٹی نے بڑی ہمت کا کام کیا۔ اس کو کئی ہزار روپے میراث میں ملے تھے سب قدم شریف کی تیاری میں صرف کر دیئے اور تمام عمر شادی نہیں کی۔ فرمایا ہر قسم کے نکاح کی بابت جدا حکم ہے کہ اگر شہوت کا غلبہ ہو یہانتک کہ خوف زنا وغیرہ میں مبتلا ہونے کا ہوئے اس وقت میں بشرطیکہ استطاعت نفقہ کی رکھتا ہو نکاح کرنا واجب ہے۔ اور اگر مقدرت نفقہ کی نہیں رکھتا ہے تو مناسب ہے کہ ایسی دوا استعمال کرے جو غلبۂ شہوت کو کم کرنے والی ہو یا کثرت سے روزے رکھا کرے کہ بہترین دوا یہ ہے مگر نامرد

ہونے کی دوا نہ کھاوے کہ ممنوع ہے۔

اگر شہوت کا غلبہ نہیں اور قدرت نان نفقہ کی ہے۔ ایسی حالت میں نکاح کرنا سنت ہے۔ منجملہ اُن دس سنتوں کے تمام انبیا علیہم السلام کی سنت ہیں اگر غنی اور مالدار ہے اور جانتا ہے کہ اگر نکاح کرے گا تو عورت کے حقوق ادا نہ ہو سکیں گے تو محض عورت اور اس کے اعزہ کو ایذا کی غرض سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اگر علم دین کی طلب میں یا جہاد یا عبادت و زہد و تقویٰ میں مشغول ہے اور گمان غالب رکھتا ہے کہ نکاح کرنے سے ان امور میں قصور اور کمی واقع ہو گی تو ایسی حالت میں نکاح کرنا مکروہ ہے اگر ایک عورت نکاح میں ہے اور اس کو قدرت وسعت زیادہ ہے اور اس کی طبیعت میں دوسری شادی کرنے کی خواہش ہے اور تجدید نکاح میں اس کو یقین ہے کہ سکون و اطمینان حاصل ہو گا اور تعدد ازواج کی صورت میں وہ عدل و مساوات کا برتاؤ کرے گا اور اپنی بیویوں میں سے ایک کی طرف زیادہ رجحان نہیں کرے گا اور ان مذکورہ شرائط پر نکاح ثانی مباح ہے اور دوسری، تیسری اور چوتھی تک کرنے کا اس کو اختیار ہے۔

اگر گھر میں کوئی بیوہ عورت رہتی ہے اور اس کے کوئی وارث وغیرہ نہ ہو اور یہ اس کا خرچ اٹھائے اور یہ شخص اپنے گھر میں اس کی نگرانی کرتا ہے اور اس سے اپنی خدمت کے عوض میں اس کو نان نفقہ کے طور پر کچھ ادا کرتا ہے اور اس کو اس امر کا خوف ہے کہ مبادا کام کے لینے کے سلسلہ میں خلوت و جلوت میں کسی وقت مس و تقبیل یا زنا کا مرتکب ہو جانے گا ایسی صورت میں اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ اس عورت سے نکاح کر لے۔ ارشاد فرمایا اگر انسان میں صداقت ہو تو بڑی چیز ہے۔ چنانچہ تصوف کی کتاب میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک چور نے اپنی قوم سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ سوائے بادشاہوں کے اور کہیں چوری نہیں کرے گا۔ ایک مرتبہ رات کو موقع دیکھ کر رات کو بادشاہ کے محل کی چھت پر جا پہنچا دیکھا کہ بادشاہ بیدار ہیں اور اپنی بیوی سے باتیں کر رہے ہیں اثنائے گفتگو میں اپنی بیٹی کی شادی کا ذکر آیا بادشاہ نے کہا کہ گرد و نواح کے سلاطین کو لڑکی دینے میں مجھے شرم آتی ہے اس لئے میرا ارادہ ہے کہ کسی ایسے شخص کے ساتھ لڑکی کا رشتہ کروں جو دین کا بادشاہ ہو۔ اس کی بیوی نے دریافت کیا کہ یہ کیسے معلوم ہو گا

بادشاہ نے کہا کہ جو شخص مجھے ایسا ملے گا جس کی کامل ایک سال تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی ہوگی بجز شرعی مجبوری کے تو وہ ضرور صالح اور متقی ہوگا اور کل میں اس کا اعلان کردوں گا۔ چنانچہ دوسرے دن یہ اعلان کردیا گیا۔

یہ چور دانستہ مسجد میں پڑا رہتا اور تکبیر اولیٰ کبھی قضا نہ کرتا اور دوسرا کوئی شخص مسجد میں سوائے اس چور کے نہ تھا جس کی سال بھر تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی ہو۔ بادشاہ کا اس طرف سے گزر ہوا اور اس کی سواری مسجد تک پہنچی۔ تھوڑی دیر اس چور سے گفتگو کی تعظیم اور تکریم کے بعد دریافت کیا کہ تمہارا پیرو مرشد کون ہے۔ اس چور نے عرض کیا کہ حضور ہی پیرو مرشد ہیں اور اپنا تمام ماجرا بیان کیا لیکن بادشاہ کو یقین نہ آیا۔ پھر حضرت نے **فرمایا** کہ نیت ہمیشہ ڈانواڈول رہتی ہے لہذا حکماء نے فرمایا ہے کہ طبیعت کو ہمیشہ عمل خیر میں مشغول رکھے انشاء اللہ تعالیٰ بہتر ہوگا۔

پھر حضرت احمد جام کا ذکر فرمایا کہ ابتدا میں ان کی طرف کوئی رجوع نہ کرتا تھا مزدوروں کو مزدوری دیکر بلاتے تھے یہاں تک کہ لوگ لذت اٹھانے لگے اور ان سے بیعت ہونے لگے اور حضرت احمد جام کی شہرت ہوگئی پھر **فرمایا** کہ بعض اوقات پیر کو مرید سے بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ پھر چند آدمیوں کے باہم متفق ہوجانے کا اور پیر کے تقریر کرنے کا اور جنازہ کے لوٹانے کا اور قُم باذن اللہ کے کہنے سے کرامت کے ظاہر ہونے کا، اور اس کی شہرت کا اور اس سے ایک شخص کے مرید ہونے کا اور اس کے کام کے تمام ہوجانے کا اور اسی قسم کی چند کراموں کے ظہور کا اور ان کے دست مبارک پر چند آدمیوں کا خدا تک پہنچنے کا قصہ بیان فرمایا ارشاد **فرمایا** کہ اسباب خیر کے جمع ہونے کو توفیق اور اس کے برعکس کو خذلان کہتے ہیں فرمایا کہ شاہ بھیک اپنے پیر کے فقیر ہوگئے تھے۔ ایک مرتبہ پیر صاحب اپنے اہل وعیال کو فقر وفاقہ کی حالت میں چھوڑ کر کسی جگہ دعوت میں گئے تھے۔ دعوت میں مختلف اقسام کے کھانے تھے شاہ بھیک تمام فقرا سے نصف حصہ لے کر پیر صاحب کے مکان پہنچاتے رہتے تھے۔ تین دن کے بعد جب پیر صاحب مکان تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ کیونکہ میں تم سب کو اس حالت میں چھوڑ کر گیا تھا اس لئے کھانا حلق سے نہیں اترتا تھا۔ بیوی نے کہا کہ فلاں فقیر بہت کھانا لاتا تھا۔ میں نے سمجھا کہ آپ نے بھیجا ہوگا اس واقعہ کے معلوم

ہونے کے بعد آپ بہت خوش ہوئے باہر آکر شاہ بھیک کو طلب فرمایا اور ان کی طرف توجہ ڈال کر فرمایا جاؤ تمہارا کام ہم نے بنا دیا، اس کے بعد سے فضل الٰہی ان کے شامل حال ہو گیا اور نواب روشن الدولہ ان سے بیعت ہوا اور درحقیقت وہ صاحب کمال مرد ہوا۔

فرمایا ایک روز روشن الدولہ کی سواری جہاں پناہ نہایت حشم و حذم کے ساتھ جا رہی تھی بندہ کے چچا شاہ اہل اللہ رح گمناموں اور دنیا داروں کی جماعت میں کھڑے ہوتے تھے۔ روشن الدولہ نے شاہ صاحب سے مصافحہ کیا اور حسب و نسب کے احوال و کیفیات اچھی طرح دریافت کئے اور یہ معلوم کر کے کہ شاہ عبدالرحیم کے صاحبزادے ہیں دونوں ہاتھ پکڑ کر کہا کہ میں نے چور پکڑ لیا۔ ارشاد **فرمایا** کہ مجنوں لیلیٰ کا عاشق نہایت عمدہ اشعار کہتا تھا۔ اپنی دیوانگی کے عالم میں وہ کہتا تھا کہ جب میں نماز پڑھتا ہوں اور لیلیٰ کی یاد آجاتی ہے تو رکعات بھول جاتا ہوں کہ کتنی پڑھی ہیں **فرمایا** مجنوں اور لیلیٰ دونوں مسلمان تھے اور دونوں قبیلہ بنی عامرہ سے تھے انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھا ہے اور دوسری روایتیں کوکہ وغیرہ کی بابت جو مشہور ہیں وہ غلط ہیں۔ اگرچہ اس روایت کی صحت نہیں معلوم ہوئی۔ مجنوں نے پوچھنے پر کہا تھا کہ حق لیلیٰ ہو گا وہ اکثر عاشقانہ اشعار پڑھا کرتا تھا آپ نے فرمایا کہ وہ مذہباً شیعہ تھا جب کبھی ایسا شعر پڑھتا تو کہتا کہ آج میں نے روزہ کو سنی کر لیا ہے۔

فرمایا پہلے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ سکہ پر بادشاہ کی تصویر کندہ ہوتی تھی۔ سب سے اول سکہ کا رواج اسلام میں بنی امیہ کے پادشاہوں سے ہوا ہے۔ حساب کرنے کے بعد فرمایا کہ حضرت ام حبیبہؓ کا مہر دو ہزار دو سو کچھ روپے تھا اس سے زیادہ مہر عہد نبوی میں کسی کا ثابت نہیں اور ہمارے خاندان میں دو ہزار روپے کا رواج ہے کیونکہ اس وقت سے قدرے کم ہے۔ کیوں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دوسرے نکاح میں آنحضرت نے فرمایا تھا مثلہا یعنی مہر مثل باندھ لو۔

لے بنی امیہ کے عہد اول میں رومی سکوں کا رواج تھا۔ عبدالملک بن مروان اموی نے سب سے پہلے اپنا سکہ رائج کیا جس پر تصویر نہ تھی بلکہ کلمہ لکھا ہوا تھا۔

فرمایا بڑے عرس اس ماہ مبارک میں ہوتے ہیں اول تیسری تاریخ کو حضرت فاطمہ کا عرس ہوتا ہے دوسرے سولہویں کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عرس ہوتا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انیسویں تاریخ کو زخمی ہوئے تھے اور اکیسویں تاریخ کی رات کو رحلت فرمائی اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کا عرس اسی دن ہوتا ہے جس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا۔ ارشاد **فرمایا** کہ جس فن میں چار پشتیں گزر جاتی ہیں وہ فن ہر طرح کامل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام چوتھی پشت میں نبی تھے، ان کی تعریف اس امر میں بہت ہے۔ ایک مرید کی تصدیق کی بنا پر **فرمایا** کہ چار پشتیں ایک فن کے لئے ایک اعتبار سے کم ہوتی ہیں پھر **فرمایا** کہ حضرت معین الدین چشتی رح سے خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کی پانچ پشت ہوتی ہیں۔ اگرچہ رنگ اور طور طریقے مختلف ہیں لیکن مرجع خلائق ہونے و شہرت دوام اور قوت حالات میں یکسانیت موجود رہی ہے اور یہ بڑی عجیب بات ہے اور دوسرے کسی سلسلہ میں یہ عجیب اتفاق نظر نہیں آتا۔

فرمایا نواب وزیر کے عہد میں یہ ملک (لکھنؤ) ابھی دارالحرب نہیں ہوا البتہ دارالرفض ہے یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ ان کی حکمرانی میں برکت اور طمانیت نہ تھی لیکن انگریزوں کے عہد میں اس سے بھی زیادہ بے برکتی ہے۔ مولانا عبد العلی بحر العلوم[1] کے تذکرہ اور آصف الدولہ[2] وغیرہ کے طلب کرنے پر **فرمایا** کہ غازی الدین حیدر بلا منصب و جاگیر مجھے طلب کرے میں جانے کو تیار ہوں بشرطیکہ تعرض نہ کرے اور ان شاء اللہ خلقت الٰہی کو بڑی ہدایت ہوگی اور میں اپنی تقریروں میں مناسب تبدیلی کرکے ان کو زیادہ مفید بنا دوں گا اور نئے انداز کی تقریریں کروں گا جو عوام میں مقبول ہوں گی اور لوگ فریفتہ ہوں گے

---

[1] عبد العلی ابن ملا نظام الدین سہالوی باپ سے تلمذ تھا۔ بدعات محرم کی بابت اظہار حق پر لکھنؤ سے شہر بدر ہونا پڑا شاہجہاں پور و رام پور گئے محمد علی والاجاہ نے مدراس بلا لیا بحر العلوم خطاب سے نوازا وہیں ۱۲۲۵ھ میں وفات پائی۔

[2] نواب آصف الدولہ ابن شجاع الدولہ ۱۷۹۷ء میں فوت ہوا

اور مذہب حق کو اختیار کریں گے پھر فرمایا کہ میں اپنے قتل سے ذرا بھی خائف نہیں ہوں مگر اس طرح کہ جس خدمت کی انجام دہی میں موت کی آرزو ہے کسی بہانے اس کام میں شہادت نصیب ہو۔

فرمایا کہ خان دوراں خان کی حویلی میں جو کالا محل کر کے مشہور ہے پرانی دہلی کے ویران ہونے کے بعد میں نے بھی اس میں کچھ عرصہ قیام کیا ہے اس میں پہلے جن رہتے تھے اور جو شخص وہاں جا کر رہتا تھا اس کو ایذا پہنچاتے تھے جب میں اس محل میں ٹھہرا تو مجھ سے بھی ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھ کو اور میرے متعلقین کو ایذا نہ دو گے تو مجھ کو بھی تم سے کچھ سروکار نہ ہوگا ورنہ میں بھی جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا کمی نہ کروں گا۔ اس روز سے مجھ کو کچھ تکلیف نہیں پہنچاتی۔ ایک ولایتی آدمی کو جنوں نے بہت سخت تکلیف دی تھی۔ نواب نجابت[1] علی خاں نے انگریزوں کے زمانہ میں اس محل کو خرید لیا تھا انھوں نے عجیب ترکیب کی تھی جب کبھی کسی جن کی شکل نظر آتی فوراً غلاموں کو حکم ہوتا کہ تلوار ننگی کر کے ان کا تعاقب کرو۔ چند بار ایسا گیا اور جن مکان کو چھوڑ کر چلے گئے۔ ایک تقریب کے موقع پر فرمایا کہ کم پانی پینے سے انسان میں طاقت لسانی زیادہ ہو جاتی ہے چنانچہ سنائی نے کہا ہے ؎

ذہن ہندی و نطق اعرابے ۔۔۔ بود از کم خوری و کم آبے

حضرت مولانا روم[2] علیہ الرحمۃ کا تذکرہ شروع ہوا فرمایا کہ شیخ صدیقی تھے ان کی کتابیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑے عالم تھے۔ فرمایا ہر قوم کو کسی نہ کسی فن کے ساتھ مناسبت ذہنی ہوتی ہے۔ چنانچہ ہندوؤں کو فنِ حساب میں مہارت ہے اہل فرنگ کو دستکاری اور دوسری صنعتوں اور فن ریاضی میں زیادہ مناسبت ہے مگر علم منطق الہیات و طبیعات کے دقائق تک ان کے ذہن کی رسائی کم ہوتی ہے۔ اِلّا ماشاء اللہ

---

[1] نواب نجابت علی خاں والی جھجر تھے۔

[2] مولانا جلال الدین رومی بن بہاء الدین ۶۰۴ھ میں پیدا ہوئے ۶۷۲ھ میں وفات پائی۔ قونیہ میں دفن ہوئے۔

ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ یہودی اصفہان اور مشہد میں کثرت سے آباد ہیں اور کسی قدر عرب میں بھی پائے جاتے ہیں
فرمایا ارسطو صاحب، اثولوجیا اور افلاطون دونوں اپنے فن میں ماہر تھے۔
کہا جاتا ہے کہ ایک یہودی نے ہمارے پیغمبر صاحب محمدؐ یا اپنے پیغمبر حضرت عیسیٰ کے بارے میں کہا تھا کہ وہ ناقصوں کے لئے تھے نہ کہ کاملوں کے لئے۔ پھر جالینوس کا ذکر شروع ہوا فرمایا ایک طبیب حاذق تھا اس کو اسلام کی حکمتوں سے کیا تعلق تھا۔
پھر فرمایا افغانی لہجہ نہایت خراب ہے۔ ورنہ ان کی زبان ہندی اور فارسی سے عمدہ ہے پروانہ کو پتنگ، چراغ کو دیوا کہتے ہیں۔ ڈوڈی خوری وغیرہ بولتے ہیں۔ وہ ملک ہندوستان اور ولایت افغانستان کے مابین واقع ہے اس لئے زبان میں باہم الفاظ کا تداخل ہو گیا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے
بطور تذکرہ کے فرمایا کہ مرزا بیدل کو نہایت عمدہ مضمون آم کی تعریف کے بارے میں سوجھا۔

تا انبہ نخو بیاد باغ اثار آورد   اسرار قدم جملہ باظہار آورد
اصل دو فرعش بجز حقیقت ننمود   مولا گل کرد و انبیا بار آورد

فرمایا حکماء کہتے ہیں کہ دو میوے ایسے ہیں جن سے تینوں حاسے (قوتیں) لذت پذیر ہوتی ہیں ولایت میں سیب ہیں، اور ہندوستان میں آم۔ کہ آنکھ ان کے رنگ دیکھنے سے دماغ ان کی خوشبو سے۔ زبان ان کے ذائقہ سے متمتع ہوتے ہیں فرمایا پیشوں میں تین پیشے اصل ہیں۔ زراعت، صناعت اور تجارت باقی سب اس کی فرع ہیں۔ فرمایا اس ملک میں کفو صرف نسب ہی کا اعتبار کیا جاتا ہے اور ولایت میں حرفہ اور پیشہ بھی نسب میں داخل اور معتبر ہے فرمایا اگرچہ اہل ولایت باندیوں کی اولاد کو باعث ننگ سمجھتے ہیں۔ مگر ان کے ساتھ قرابت کرنے میں چنداں عیب و عار نہیں سمجھتے پھر فرمایا نواب[1] سعادت خاں جو محمد شاہ اور نادر شاہ کی لڑائی میں زخمی ہوتے تھے ایک مقدمہ میں طہماسپ وکیل کے منہ سے ان کی شان میں ایک گستاخی کا کلمہ نکل گیا تھا، اس غیرت میں نواب صاحب نے زہر کھالیا

---

[1] نواب سعادت خان (برہان الملک) ایران کے ایک معزز خاندان کے رکن تھے، اودھ کے صوبہ دار تھے۔ اودھ میں جو عمارت مچھلی بھون کے نام سے مشہور ہے وہ آپ کی تعمیر کردہ ہے۔ دہلی میں آپ کا انتقال ہوا۔

جس سے ان کی وفات ہوئی۔ یہ سید تھے اور نواب منصور علی خاں[1] مُغل نواب سعادت خان کے بھانجے تھے ولایت وایران میں مغل چاپلوسی کر کے سیدوں کی بیٹی لے لیتے ہیں۔ وہ لوگ بھی قوم کو سید کرنے کی وجہ سے بیٹی دیدیتے ہیں۔ اسی لئے ولایت میں کثرت سے لوگ ماں کی طرف سے سید ہوتے ہیں **فرمایا** کسی نے خوب کہا ہے ؎

کیمیا خواہی زراعت کن کہ خوش گفت آنکہ گفت ؛ زرع او ثلثش زراست وثلث دیگر ہم زراست

کیونکہ عربی میں عین زر کو بھی کہتے ہیں **فرمایا** جب نواب فیض محمد خاں کی سواری جاتے ہوئے راستہ میں امراسے ملاقات کرتے تھے اور اکثر نواب صاحب سواری سے اتر کر ان سے مصافحہ کرتے تھے۔ بعض لوگ مشائیت (ساتھ چلنا) بھی کرتے تھے اس وجہ سے نواب صاحب سوار نہ ہوتے تھے۔ نواب صاحب نے فرمایا کہ لوگوں کی وجہ سے پیدل چلنے سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ دوسرے مرض سے نہیں ہوتی۔ پھر ارشاد فرمایا ؎

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوانِ عشق ؛ او بصحرا رفت من در کوچہا رسوا شدیم

پھر فرمایا جو اس کی رضا ہو، پھر خسرو کے اشعار پڑھے ؎

چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں ؛ خاک بر فرق قناعت بعد ازیں
حضرت دہلی ست کنف دین و داد ؛ جنت عدن است کہ آباد باد
ہست چوں ذات ارم اندر صفات ؛ حرسہا اللہ عن الحادثات
گر بشنود قصہ این بوستان ؛ مکہ گرد طائف ہندوستان
قبۂ اسلام شد اندر جہان ؛ بستہ او قبۂ ہفت آسمان
ساکنانش تابع دینِ متین۔ ؛ گوشہ گوشہ اند ہم ارکانِ دین

---

[1] نواب منصور علی خاں نواب وزیر کے لقب سے مشہور ہیں یہ سنہ ۱۷۴۰ء میں وزیر شہنشاہیت ہند مقرر ہوئے۔ وفات سنہ ۱۷۵۴ء میں ہوئی دہلی میں آپ کا مقبرہ صفدر جنگ کے مقبرہ کے نام سے مشہور ہے۔

مسجد او جامع فیض ا لہ | زمزمۂ گنبد او تا بماہ
عرش شد از خطبہ اش بیت اللہ | بر سر ہر تخت او بنشستہ شاہ
در تہ سقفش ز سما تا زمیں | نصب شدہ جملہ ستونہائے دین
ہست آں شکل منارہ رشک ماہ | ہم فلک گشتہ ز سقفش شیشہ گاہ
آں چناں او ساختہ سنگیں ستون | کہ سماء از سقفِ او گشتہ نگوں
تاج او از اوج بر گردوں شتافت | گنبدِ سنگ فلک بس سنگ یافت
سنگِ وے از بس کہ از خورشید سود | آفتاب از طلعتش روئے نمود
ماہ خسپد ہم بشب تا ختم سحر | وز سر صحنش ندارد ہم خبر
زاں خلہ ہر بار کہ داراتے داد | آں زجاج برق او اینجا فتاد
از پئے بر رفتن ہفت آسماں | شد زمیں بر کرۂ خود نردباں
مسجد جامع در و نش چون بہشت | حوض از بیرون شدہ کوثر سرشت
در کمر سنگِ میانش چون دو کوہ | آب گوہر صفوتِ دریا شکوہ
در تہ آتش صفا رنگِ او | کور داند این شب است آمد درو
موج بلندش کہ رسد تا بماہ | چوں ببارد بر سرش ابرِ سیاہ
سیل وے آہنگ بہ کہسار کرد | کوہ بہ تردامنی اقرار کرد

چہل قدمی کے بعد حضرت استراحت فرما رہے تھے کہ شاہ زادہ مرزا محمد جان تشریف لائے اور چارپائی کے نیچے بیٹھ گئے فرمایا کہ بندہ اس وقت معذور ہے معاف فرمائیے گا اور خدمت گار بھی مالش اعضاء کے واسطے چارپائی کے اوپر بیٹھے گا۔ ناگوار خاطر نہ ہو۔ شاہزادہ انتہائی عجز و انکسار سے پیش آیا اور اپنے ہاتھوں سے جسم مبارک کی مالش شروع کی لیکن حضرت نے ایسا کرنے سے اس سے معذرت کی اور منع فرما دیا۔ اسی اثنا میں ایک حافظ صاحب تشریف لائے۔ حضرت نے ان کی خیریت دریافت کی اور فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم خوش آوازی سے پڑھتے ہو اور مجھے سننے کا اشتیاق ہے اگر میری طبیعت کے موافق نہ ہوگا تو

میں خود تم کو روک دوں گا۔ تم معاف کرنا اور دل تنگ نہ ہونا۔

پھر ایک مرید سے ارشاد **فرمایا** کہ کلمات الصادقین جس میں دہلی کے صلحاء کے حالات ہیں سناؤ اس مرید نے دہلی کی تعریف میں اشعار پڑھ کر سناتے جو اوپر مذکور ہوتے آپ خوش ہوئے پھر حافظ صاحب سے پڑھنے کے لئے فرمایا، حافظ صاحب نے فرمایا کہ حضرت کے رعب کی وجہ سے مجھے سنانے کی جرأت نہیں ہوتی۔

فرمایا تم نے پہلے بھی شعر سناتے تھے۔ پھر اب رعب اور جھجک کی کیا وجہ ہے۔ چنانچہ ان حافظ نے دو چار غزلیں پڑھ کر سنائیں۔ ایسی کیفیت ہوئی کہ آجتک یاد ہے الحمد للہ علی ذالک ایک شخص سے فرمایا کہ ساچق ترکی لفظ ہے جس کے معنی پری کے ہیں۔ پھر ارشاد **فرمایا** کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو عورت زیارت کرنے آتے اس کی تواضع یہ ہو کہ اس کے سر کے بالوں میں تیل ڈالنا چاہیئے اور اگر مرد ملنے کے لئے آتے تو عود یا کوئی اور خوشبو سنگھانا چاہیئے۔ اسی طرح حکم ہے۔ ایک مرید نے سوال کیا کہ ابنِ جوزی[1] ایک جید محدث اور متقی و پرہیزگار اور صاحب علم تھے، حضرت غوث اعظم[2] سے ان کو کیوں اتنا تعرض ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ محدثین کی بابت لوگوں نے بہت سی ایسی بے سروپا باتیں اپنی طرف سے منسوب کر دی ہیں جن کی صحت میں کلام ہے یا لوگوں نے ایسی ضعیف و بے بنیاد باتوں کو حضرت غوث اعظم کی طرف منسوب کر دیا ہے اور اکثر فخریہ کلمات کا بھی اضافہ کر دیا ہے۔ اور اسی طرح اور دوسرے وجوہ بھی ہیں۔ غرضکہ بغض بھی اللہ کے واسطے رکھنا چاہیئے۔ اس صورت میں دونوں طرف صواب (صداقت) رہتی ہے۔ اور حضرت غوث اعظم کے جنازہ کی نماز علامہ ابنِ جوزی نے پڑھائی تھی۔ تذکرۃً **فرمایا** جب میں پرانی دلی میں تھا تو روافض، فساق اور بعض اقارب حاسدین کی طرف سے شدید ایذائیں پہنچائی گئیں۔

---

[1] ابو الفرج عبد الرحمان ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ احیاء العلوم صفحہ ۴۳۔

[2] محی الدین عبد القادر جیلانی غوث اعظم المتوفی ۵۶۱ھ، قلائد الجواہر

چنانچہ بعض لوگ میرے مکان کے قریب چھت پر تعزیہ کھڑا کرتے تھے اور تمام شب سب وشتم اور تبرا میں مشغول رہتے تھے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ایک فاحیر دیدکار عورت شراب پیتے ہوئے میرے سامنے آکھڑی ہوئی میں تراویح میں قرآن پڑھ رہا تھا اور حافظ شیرازی کا یہ شعر پڑھنے لگی ؎

درکوئے نیک نامی مارا گزر ندادند ٭ در تو نمی پسندی تغییر کن قضارا

اور بعض مفسدین ڈھول بجاتے اور شور وشغب کرتے جس سے قرأت میں اشتباہ پیدا ہوتا مولوی نذر محمد صاحب جو خداتی شہر کے محتسب یعنی کوتوال تھے پانسو چھ سو جنگی مغل ہمراہ رکھتے تھے۔ میرے دادا کے نہایت درجہ معتقد تھے اور باوجود اس کے کہ وہ کافی سفر کئے ہوئے تھے لیکن پھر سفر کے لئے آمادہ تھے۔ دادا صاحب نے فرمایا کہ تمام جہان کی تم نے سیر کر ڈالی ہے اب ذرا نفس کی بھی سیر کر لو۔ چنانچہ مولوی نذر محمد صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ اس دن میں نے ہر چند چاہا کہ باہر سفر میں جاؤں لیکن نہ جاسکا۔ ایک مرتبہ حضرت قبلہ گاہی نے ساتویں محرم کو عین تشدد کے زمانے میں فرماتے لگے کہ ہم تمہارے ساتھ شریک ہو کر رافضیوں کا استیصال کرتے ہیں۔ جناب قبلہ گاہی نے فرمایا کہ انشاء اللہ آئندہ سال سے ہمارے شہر میں ایک رافضی بھی نہیں رہے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور شاہ درانی نے دہلی میں خوب قتل وغارت کیا۔

فرمایا مولوی نذر محمد صاحب محتسب امر بالمعروف میں نہایت سرگرم تھے۔ ایک مرتبہ ایک راجہ کا حقہ توڑ ڈالا تھا۔ آٹے سے ہاتھ دھونے کے سلسلہ میں نواب وزیر کو بہت سخت وسست کہا پھر فرمایا کہ آٹے سے ہاتھ دھونے کی بابت اپنے بھائی سے احتساب کیا اور حدیث سے تقریر کی۔ بھائی نے اس کو مان لیا۔ جب مشائخ واولیاء کا ذکر ہوا اور اثنائے ذکر میں ان طعن وتشنیع کرنے والوں کا بھی ذکر آیا جو سماع کے بارے میں اکابر اولیاء پر اعتراض کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں جن میں ترک اولویت یا خطائے اجتہادی کا وقوع ہو اس پر طعن کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ ہر مسئلہ خصوصاً طعن وتشنیع میں راہ اعتدال اختیار کرنا مناسب ہے۔

پھر فرمایا کہ شاہ عبداللطیف گجراتی کو بادشاہ عالمگیر ملفوظات میں بہ لفظ پیر لکھتے ہیں یعنی پیر من ومرشد من۔ صاحبان نقشبندیہ بھی اس خاندان میں اپنی بیعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں

اور حضرت شاہ معصوم کے حلقہ میں شریک ہوتے ہیں۔ مگر بیعت ثابت نہیں ہے۔ جب دکن سے عالمگیر بادشاہ نے شاہ عبداللطیف کو خط لکھا کہ قدمبوسی کا اشتیاق غالب ہے۔ اجازت ہو تو بندہ حاضر ہو جواب میں شاہ عبداللطیف نے تحریر فرمایا کہ تمہارے یہاں آنے میں بڑی قباحت ہے اور وہ یہ کہ لوگ یہ کہیں گے کہ سابق اولیا بھی اسی طرح کے ہوں گے اور اس سے اولیاء کے حق میں سوءظنی کرنے کا موقع ملے گا۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ آنحضرت کی معراج کے سلسلہ میں سلم، براق اور سدرہ وغیرہ سے یہی ظاہری سواری کے جانور مراد ہیں یا کچھ اور معنی پوشیدہ ہیں جیسا کہ مولوی حضرات کہتے ہیں۔ **فرمایا** جو امور ظاہر اور ان کے معنی واضح ہیں ان کو تو بغیر کسی تاویل اسی طرح سمجھنا چاہیئے لیکن اسرار کو بھی سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیئے چنانچہ یہ کہ آنحضرت کے جانے کی کیفیت کیا تھی اور براق کیوں آیا اور آنحضرت کے جسم اطہر کی کیا صورت ہوتی۔ پھر **فرمایا** کہ بعض مقدمات صحیح بھی ہیں لیکن ان کے بیان کرنے میں عوام کی تشکیک کا اندیشہ ہے۔ سرمد علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے ؎

ہر کو کہ سر حقیقتش باور شد ⁂ او پہن تر از سپہر پہناور شد

ملا گوید کہ بر شد احمد بہ فلک ⁂ سرمد گوید فلک بہ احمد در شد

سرمد علیہ الرحمتہ نے ان اشعار میں جو معانی بیان کئے ہیں اگرچہ وہ درست ہیں لیکن خلاف ظاہر ہونیکی وجہ سے ان کی تفصیلات کے بیان کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔

ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص اظہار اسلام یا طلب علم دین کے لئے ماں باپ کو ناراض کر کے ہجرت کرلے تو جائز ہے چنانچہ اہل مکہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ ایک جگہ عرس تھا۔ چند آدمیوں نے بیان کیا کہ فلاں شخص خوب وجد کرتا ہے اور در حقیقت اس کو حال نہیں آتا۔ پھر کسی نے کہا کہ لکھنؤ میں ایک شخص ایک روپیہ پر ۱۶ مرتبہ حال لایا فرمایا نعوذ باللہ ایسے ہی لوگوں نے صلحا کو بدنام کیا ہے۔ پھر ایک شخص نے کہا کہ فلاں بزرگ کو بھی حال آتا ہے **فرمایا** جو لوگ درویشی کی مشق کرتے ہیں ان سب پر ایک قسم کی کیفیت از خود طاری ہوتی ہے۔

فرمایا ایک شخص حافظ نور اللہ[1] نام تھے۔ میرے والد ماجد کے متوسلین میں اور حنا ندان نقشبندیہ سے تھے. سماع کا نہایت درجہ انکار کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو شیطان ان ئی ڈبر میں انگلی کرتا ہے، (جب ہی تو یہ ناچتے ہیں)۔ اور والد ماجد فرماتے تھے کہ یہ سماع جو میں سنتا ہوں وہ خلاف طریقہ ہے اور حضرت سلطان المشائخ کے خادموں اور مجاوروں میں سے چچا پیر مولوی فخرالدین صاحب قدیم تعلق کی بنا پر جو والد صاحب کے مدرسے سے ان کو تھا جب کبھی تشریف لاتے یہاں فروکش ہوتے، اور چونکہ وجد و سماع کے بڑے فریفتہ تھے اس لئے مدرسہ شریف میں بلکہ صحنِ مسجد میں سماع بے مزامیر سنتے تھے۔ اور حال وقال بھی ان کو آتا تھا، اور جب وہ ارشاد فرماتے کہ میں مزامیر سننا چاہتا ہوں تو مدرسہ کے قریب میرے ماموں کا ایک مکان تھا اس کو خالی کیا جاتا اور اس میں فرش بچھایا جاتا، جہاں بیٹھ کر مولوی فخرالدین سماع سنتے اور خوب شورش کرتے اور جونکہ حافظ مذکور کی زبان سے وہ الفاظ گستاخانہ سنے تھے، پس مان خان قوال کو جو حضرت سلطان المشائخ کے قوالوں کی اولاد سے تھا طلب فرمایا، اس کی آواز بہت اچھی تھی، مسجد کے صحن میں والد ماجد کے دولت سرائے میں تشریف لے جانے کے بعد سماع شنا سہ

زاہد خلوت نشین دوش بہ میخانہ شُد ؛ از سرِ پیمان گذشت وبر سرِ پیمانہ شد

حضرت کی ایک نگاہ حافظ نور اللہ پر پڑی اور ان پر وہ عالم طاری ہوا کہ حجرہ سے باہر آ گئے اور ہاتھ پاؤں اور سر پٹکنے لگے اور جب قریب المرگ ہوئے اور کسی طرح تسکین نہ ہوئی، حضرت والد ماجد باہر تشریف لائے اور توجہ خاص فرمائی جس سے قدرے تسکین ہوتی۔ پھر مولوی فخرالدین نے ان سے فرمایا کہ شیطان دوسروں کی فلاں میں انگلی کرتا ہے اور تیری فلاں میں پورا ہاتھ کر دیا ہے۔ پس میں نے ان سے کہا کہ زیادہ بڑھ کر باتیں نہ کیجئے، کہیں آپ کو سزا نہ ملے۔ پھر نقشبندی اور چشتی اور ان کو بے ادبی و گستاخی

---

[1] حافظ نور اللہ حضرت شاہ ولی اللہ کے مرید تھے. سلسلہ نقشبندیہ میں داخل تھے۔ محمد شاہ کے عہد کے بزرگوں میں آپ کا شمار ہے۔

سے ذکر کرنے کے بارے میں فرمایا، پھر ایک جگہ سے آواز آئی فرمایا اس کو الہٰ کہتے ہیں۔ قبلہ چچا صاحب کو یہ بہت پسند آیا۔ اسی اثنا میں ایک طبیب نے آکر عرض کیا کہ آج ایک عجیب واقعہ ہوا۔ نواب نوازش علی خاں کے چپراسی نے اپنے والد کی علالت کی خبر پاکر رخصت حاصل کی تھی۔ چپراسی جب وہاں پہنچا دو تین دن کے بعد اس کے والد کا انتقال ہوگیا۔ جب اس کو آگ میں جلاتے تھے تو وہ کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ مجھے ننگے پاؤں کانٹوں پر لے جا رہے تھے، اس کی تکلیف سے جب نقیب ایک بزرگ کے پاس مجھے لے گئے تو ان بزرگ نے فرمایا کہ یہ آدمی وہ نہیں ہے جس کو میں نے طلب کیا تھا، پس مجھے رہا کر دیا، آپ نے فرمایا کہ روح قبض کرنے والوں کو مغالطہ ہوا۔ اس حکیم نے عرض کیا کہ کیا ایسا ہوتا ہے فرمایا کہ بہت موقعوں پر میں نے ایسا سنا ہے۔

ارشاد فرمایا حضرت والد ماجد کے متوسلین میں سے ایک عورت تھی جس کا نام لاڈلی خانم تھا ہم بچوں سے اس کو بڑی انسیت تھی۔ ہم بھی اس سے فارسی قصوں کی فرمائش کرتے تھے اور فارسی گوئی اسی مغلانی سے ہم نے سیکھی ہے۔ الغرض دوسری عورتوں کی طرح وہ مغلانی بھی حضرت قطب صاحب کی زیارت کو گئی وہاں وہ بے ہوش ہوگئی اور علامات موت اس کے چہرے سے ظاہر تھے۔ جب اس کو غسل دیا جا رہا تھا یا کفنایا جا رہا تھا کہ حضرت کی ایک نگاہ پڑی اس نے آنکھیں کھول دیں اور زندہ ہوگئی، دو تین دن بعد اس کو دہلی لائے اور اس سے واقعہ دریافت کیا، اس نے کہا کہ میرے پاؤں کے انگوٹھے میں ایک سرسری سی معلوم ہوئی اور میں بے ہوش ہوگئی اور مجھے ایک جگہ لے جایا گیا، وہاں ایک بزرگ نے لے جانے والوں سے کہا کہ اس لاڈلی خانم بنت فلاں کو ہم نے نہیں طلب کیا تھا بلکہ لاڈلی خانم بنت فلاں کو طلب کیا تھا پھر مجھے رہا کر دیا گیا جب تحقیق کیا گیا تو اسی وقت دوسری لاڈلی خانم کی وفات ہوئی اور اس لاڈلی خانم کی قوت حواس جاتے رہے تھے، کھانے اور پھلوں کے ذائقہ تک بھول چکی تھی۔ گویا اب وہ لاڈلی خانم اپنی قدیم خصوصیات کے ساتھ، نہیں تھی اور ترش چیزیں زیادہ کھاتی تھی۔ اگرچہ دو تین سال تک زندہ رہی لیکن ہمارے خیال سے مر چکی تھی، کیونکہ اس کی تمام حرکات و سکنات خوش لہجہ اور فطانت و سخن فہمی وغیرہ صفات اب اس میں باقی نہ تھے۔

ایک دوسرا واقعہ اپنے بچپن کے زمانہ کا ایسا ہی بیان فرمایا۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ شریعت محمدیہ کو کامل ترین شریعت کیوں کہتے ہیں فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام شریعتوں میں اس زمانہ کی موجودہ قوم اور اس زمانے کے مناسب اور موزوں تقاضوں کے لحاظ سے احکام تھے اور بس۔ اگر ان کے خلاف عمل کریں تو نقصان ہو۔ پس وہ اس زمانہ کے لحاظ سے کامل تھی۔ برخلاف ان کے اس شریعت محمدیہ میں تمام بنی نوع انسان کی مصلحتوں اور ان کی ضرورتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے، کسی زمانہ اور وقت کی تخصیص نہیں تھی۔ بلکہ ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے، فرائض، نوافل اور سنتوں کے احکام تشدد و سہولت کے ساتھ موجود ہیں گو معتدل ترین شریعت ہے ہی اس وقت ضعف غالب ہے اس کی تفصیل بیان نہیں کی جا سکتی۔ ایک شخص کے جواب میں فرمایا کہ خرید و ہبہ مسلم کی جائز نہیں ہے۔ مگر حربی کافروں مثل کوہیان دگور کھا، دسکھان لبطریق ادائی ہے اور بعضوں کے نزدیک ذمی کی بیع بھی جائز ہے اور اسی طرح، خانہ زاد کی اگر غلام و باندی کی مناکحت ہو گئی ہو تو ان کی اولاد تابع باندی کے ہوگی، ان کا مال آزاد نہ کیا جائے گا۔ مگر نفقہ موافق مقدار کے ہوگا جیسا کہ مالک کی مرضی ہوگی۔

ایک مرید کے جواب میں ارشاد فرمایا لاشفاء فی الحرام حدیث شریف میں آیا ہے کہ حرام میں شفا نہیں۔ آنحضرت صلعم نے ایک روز اونٹ کے پیشاب کو مریض کے لئے تجویز فرمایا تھا۔ مگر شاید حرام سے مراد سوئر و شراب ہو۔ پھر فرمایا کہ علما کہتے ہیں کہ اگر طبیب حاذق اپنے تجربہ و یقین کی بنا پر ان میں شفا سمجھے تو علماء نے اس کی اجازت دی ہے پھر آپ نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ حرام کا استعمال نہ کرے۔ مرید نے عرض کیا کہ جناب مولوی فخرالدین کو شیعہ لوگ شیعہ کہتے ہیں اور سنی آپ کو سنی سمجھتے ہیں اور وہ شیعوں کو بھی مرید کر لیتے ہیں اس پر ارشاد کیا کہ ہاں اکثر کلمات شیعوں کے موافق کہدیا کرتے تھے اور مرید بھی کر لیا کرتے تھے۔ مجھ کو ان سے بے حد محبت و بے تکلفی تھی ایک دن میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ جواب دیا امام باڑے جانا، ایک روپیہ نذر برائے خدا دینا اور پانی کی سبیل وغیرہ جن امور میں کسی حد تک میں مناسب سمجھتا ہوں ان کی موافقت کرتا ہوں اور اس مصلحت سے ان کو بیعت کر لیتا ہوں کہ وہ اس بیعت سے صحابہ کے سب و شتم اور تبرا سے باز رہتے ہیں۔ اور اگر میرا یہ عمل خلاف

طبیعت جناب ہو تو جو آپ حکم فرماتیں بندہ اس کی تعمیل کرے گا۔ میں نے عرض کیا کہ جب آپ کی یہ نیت ہے تو بہتر ہے۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ طوائفوں کو جبکہ وہ کسب کما رہی ہوں مرید کرنا کیسا ہے **فرمایا** بعجز (طوائف) وغیرہ جو مشہور طوائف تھیں وہ مجھ سے بہت عقیدت اور ارادت رکھتی تھیں۔ معلوم نہیں کسب یا پیشہ کرتی تھیں یا نہیں۔ مگر ان کی نوجوان (نوخیز لڑکیاں)، اپنے تمام معمولات و ماموراتِ انجام دیتی تھیں۔ پھر **فرمایا** جو محبت ماتحت پیروں کے ساتھ جیسے سلطان المشائخ وغیرہ سے ان کو تھی وہ ان کا ذکر اور نام لینے سے ظاہر ہو جاتی تھی کہ آنکھیں آنسوؤں سے نم ہو جاتیں اور ان کی حالت میں تبدیلی ہو جاتی چنانچہ شاہ غلام سادات کے جنازہ میں جب چشتیہ رسم کے مطابق حضرت سلطان المشائخ کے مرشیوں سے چند بیت جو امیر خسرو نے کہے تھے قوال گا رہے تھے ان کی اس وقت عجیب کیفیت تھی۔ پھر فرمایا کہ مولوی فخرالدین[1] میں سوائے چہرہ اور آنکھوں کی تبدیلی کے اور کوئی کیفیت وحال ان پر ظاہر نہ تھی لیکن ان کے معتقدین بے حد رقص کر رہے تھے۔ چنانچہ لوگ ان کو گھیرے میں لے لیتے تھے اور جب کسی کو وجد طاری ہوتا ایک دوسرے کو کھینچتا اور حضرت کے پائے مبارک پر گرتے اور آغوش میں لے لیتے اور تھپکتے تھے اور یہی کیفیت تراویح میں ہوتی اور پھر سے نیت باندھتے اور اس طرح تراویح میں کافی دیر ہو جاتی اور گھیرے میں لے کر پڑھتے۔ ایک شخص نے ایک قبول صورت اور خوش الحان لڑکے کو حافظ کرایا تھا اور اس کو امام کیا تھا، وہ ہم آغوشی اور تاخیر کی وجہ سے پریشان ہو کر شکایت کرتا تھا۔

نواب محمد سعید خاں کے جواب میں **فرمایا** کہ دار الحرب کی لونڈی بغیر نکاح کے جائز ہے

---

[1] مولوی فخرالدین صاحب حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی کے صاحبزادہ تھے۔ ۱۱۲۲ھ میں پیدا ہوئے شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی نے فخرالدین نام رکھا۔ بے مثل عالم تھے، صاحب تصانیف تھے۔ کتاب فخرالحسن اور عقائد نظامیہ آپ کی تصانیف ہیں۔ ۱۱۹۹ھ میں وفات ہوئی۔ مزار دہلی میں موضع مہرولی قطب صاحب میں مرجع خلائق ہے۔

کافروں میں سے ہو نہ مسلمانوں میں سے۔ رام پور، لکھنؤ وغیرہ مقامات دار الحرب نہیں ہیں۔ کلکتہ سے لاہور تک کا علاقہ دار الحرب ہے۔ ان بزرگ کے جواب میں **فرمایا** مردہ کو زمیں سپرد کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے جنازہ کے ساتھ معاملہ ہوا لیکن ایسا کرنے میں کراہیت ہے۔

پھر نواب صاحب کی استدعا پر حصول تقویٰ کے لئے **فرمایا**۔

اللھم یا مصرف القلوب ثبت قلبی علیٰ دینک وطاعتک

اللھم آت نفسی تقوٰھا وزکھا انت خیر من زکّھا

سات سات مرتبہ صبح وشام اس کو پڑھا جائے پھر کہا کہ اکثر لوگ موت کے ڈر سے وبا کے زمانہ میں شہر کو چھوڑ کر کسی طرف چلے گئے ارشاد **فرمایا** کہ یہ ممنوع ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ ممنوعات شرعیہ کے علاوہ آدمیت اور وفاداری کے یہ خلاف ہے کہ استاد، مرشد واقربا واحباب کو نظر انداز کر دیا جائے

فرمایا اسی لئے یہ منع ہے۔

پھر **فرمایا** کہ اس سے قبل ایسی باتیں قصبات کے لوگوں میں زیادہ پائی جاتی تھیں چنانچہ قصبا بنوں کے ایک بزرگ وحید الدین، مولوی ثناء اللہ پانی پتی کے دوستوں میں سے تھے، نادر شاہ نے جب قتل عام شروع کیا اور یہ خبر پھیلی کہ سلسلہ مولوی صاحب کے محلہ کے قریب تک پہنچ گیا ہے پس لوگوں نے ہاتھ میں تیغہ لیا اور گھروں سے باہر نکل آئے کہ جو کچھ بھی ہو مولوی صاحب کے ہمراہ رہیں گے، مارے جائیں یا نہیں، اتفاقاً ایسے پر آشوب وقت سے سلامتی کے ساتھ مولوی صاحب مامون ومحفوظ رہے اور ان کے مکان تک قتل وغارت کی نوبت نہیں آئی اور امن وسلامتی کا مژدہ ملا۔

پھر ایک مرید نے عرض کیا کہ اکثر لوگ وفاداری کا ارادہ بلکہ وفاداری کے ساتھ آج تک معاملہ کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ مبارک اللہ کی محبت کا واقعہ اور ان کی وفاداری کا تذکرہ باوجود مخالفت بسیار کے **فرمایا** اور مکرر ان کے حق میں دعائے خیر کی اور ان سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر فرمادیا۔

صدقہ کے معنی میں ارشاد **فرمایا** کہ جنس طعام یا نقد میں سے جو کچھ بھی عام طور پر تقرباً الی اللہ دیا جائے وہ صدقہ ہے۔ اس کو آنحضرت نہیں کھاتے تھے اور جو کچھ تقرب الی اللہ کی بناء پر کسی

خاص دن یا کسی خاص شخص کی طرف سے کچھ دیا جائے وہ ہر ایک کو کھانا چاہیئے۔ جب تک کہ تمام کھانا صدقہ عام نہ ہو جاتے (جو خیرات ہے) بلکہ سات آٹھ قسم ہیں جو عام طعام ہیں اور صدقہ نہیں کہلاتے جیسے دعوت ولیمہ وغیرہ کا ذکر فرمایا۔

ایک مرید سے ارشاد فرمایا کہ:۔

"بسم اللہ حمیری سامری سمر دنا اند دتا" اس عبارت کو کاغذ پر لکھ کر اس کا تعویذ بواسیر کے مریض کو خون بند کرنے کے لئے مفید ہے مریض اس تعویذ کو ناف کے نیچے پشت کی طرف باندھے اور بغیر بسم اللہ کے یہ عبارت "اوئر اتا جاما اسمت حمیری سواہا ابواہا سامری سمر دنا دنا دوتا" کو لکھ کر ان حروف کو مٹی کے ڈھیلوں پر رگڑیں اور بواسیر کے مستوں پر ان ڈھیلوں کو ملیں۔

ایک مرید کے عرض کرنے پر فرمایا کہ جاڑے سے بخار آنے والے مریض کو یہ لکھ کر دیا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ قلنا یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراہیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ یرید اللہ ان یخفف عنکم یا غفور۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ ذالک تخفیف من ربکم و رحمۃ یا غفور یا غفور یا غفور۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ الآن خفف اللہ عنکم یا غفور۔

ارشاد فرمایا کہ شعریات (سویاں) کا واقعہ جس کو فارسی میں رشتہ خطائی اور ہندی میں سویاں اور فصیح فارسی میں ماہیچہ کہتے ہیں، اس واقعہ کی نسبت آنحضرتؐ اور حضرت فاطمہؓ کی طرف درست نہیں ہے

ایک مرید سے فرمایا کہ بواسیر کے خون کو بند کرنے کے لئے سفید کاغذ کے ایک پرچہ پر پہلی سطر میں لا تبقی ولا تذر اور دوسری سطر میں لواحۃ للبشر لکھے اس کاغذ کو چارپائی کے نیچے رکھے اور ایک چاقو کاغذ کے اوپر سے زمین میں گاڑ دے۔ اس پر ایک سرپوش مٹی کا ڈھک دے۔ اس چارپائی پر بیٹھے سوئے ضرورت سے اگر جائے تو جا سکتا ہے لیکن پھر اس چارپائی پر آکر ہی بیٹھے۔ اگر وہ چاقو کا دستہ بھی لوہے کا ہو تو بہتر ہے، ورنہ لکڑی ہی کا کافی ہے بواسیر کا خون کسی حالت میں بہتا ہو انشاء اللہ بند ہو جائے گا۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ جب میں کوئی تعویذ یا عمل کرتا ہوں تو اس سے فائدہ نہیں ہوتا اس لئے شرم

آتی ہے اور دوبارہ دل اس کے کرنے کو نہیں چاہتا۔

ارشاد فرمایا کہ دعا اور دوا دونوں کا ایک ہی معاملہ ہے۔ کبھی اس سے کام ہوتا ہے اور کبھی نہیں چنانچہ خدا تعالیٰ کے حکم کی بنا۔ پر دوا اور دعا حتی الامکان کرنا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ کو اختیار ہے، دعا قبول نہ کرنے میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ومصلحت ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ خدا (نعوذ باللہ) معطل ہو جاتے۔ دو آدمیوں میں سے ایک کی خواہش ہو کہ بارش ہو اور دوسرا چاہے کہ بارش نہ ہو اور دونوں خواہشوں میں باہم تعارض ہے بطور تذکرہ کے فرمایا کہ جو عورت مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی اتفاقاً اس کا انتقال ہو گیا۔ رات کا وقت تھا اس کو دفن کر دیا گیا۔ صبح آنحضرت نے اس کی بابت دریافت فرمایا۔ معلوم ہونے پر اس کی قبر پر نماز جنازہ غائبانہ ادا فرماتی اور قبر میں نورانیت اور وسعت کا معائنہ فرما کر اس کی بابت آنحضرت نے دریافت کیا جواب ملا کہ مسجد میں جھاڑو دینے کے سبب سے یہ درجہ حاصل ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا یہی ایک عمل کام آگیا۔

پھر ایک مرید نے عرض کیا کہ درحقیقت ہر ایک چیز میں تاثیر برابر ہے اور جو کچھ ظاہر ہے اس کو کم عقلیں سمجھتی ہیں اور اپنی محدود عقل میں اس کی حکمتیں نہ آنے کی وجہ سے اس کا انکار کر دیتی ہیں۔ مختصر یہ کہ تعمیل حکم خداوندی کی بنا۔ پر دعا اور دوا کرنا ضروری ہے اور بھروسہ خدا کی ذات پر کرنا چاہیئے۔ پھر نقصان نہیں ہوگا آپ نے فرمایا بیشک لیکن بعض کام بعض کے سپرد ہیں۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ کے درد ہوا، خدا سے دعا کی، حکم ہوا کہ مالش کرو، درد جاتا رہا، پھر ایک بار درد ہوا، پھر بغیر کسی علاج کے جاتا رہا۔ پھر ہوا، حکم ہوا کہ حکیم کے پاس جاؤ۔ حضرت موسیٰ نے کچھ عرض معروض کیا، حکم ملا۔ تم چاہتے ہو کہ ہمارا طبابت کا کارخانہ ضائع ہو جاتے ایک دو بار ہم نے بغیر علاج کے درست کر دیا۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ ڈوم اور طوائف کے کھانے کا کیا حکم ہے فرمایا کہ اگر ڈوم کوئی چیز پیش کرے تو وہ حرام ہے۔ اور اگر طوائف زانیہ فاحشہ اگر قرض لے کر دے تو حلال ہے۔ اگرچہ اس قرض کی ادائیگی اسی حرام مال سے ہوگی۔ مگر اس طرح جائز ہے اور بقال کو کسی چیز کے بدلہ میں وہ مال دے۔ اس طرح مزدور کو مزدوری میں دے تو جائز ہے اور رقیہ اور نذر دونوں جائز ہیں۔ یا اس کو واپس

کردے اور چارپایوں کو کھلادے۔

ایک شخص نے دریافت کیا کہ نماز فرض میں لقمہ دینا درست ہے یا نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے اور صحیح یہی ہے کہ لقمہ دیدینا چاہیئے مگر ایسی غلطی پر جس میں معنی کی صریحی تبدیلی ہوتی ہو، جیسے ایاک نعبد ایسے موقع پر لقمہ دینا فرض ہے، ورنہ مستحب۔ ارشاد فرمایا کہ نستعین کے آخری نون کو اھد کی ھا سے وصل کرکے پڑھنا مناسب نہیں، اگرچہ نماز ہوجاتی ہے۔

سیف الدین کا قصہ بیان فرمایا کہ تمام رات بیدار رہتے اور صبح کو خسرو کے اشعار ایسی بلند آواز سے پڑھتے کہ تمام ہمسایہ بیدار ہو جاتے ؎

ہمہ شب زدرد ہجراں بررہ صبا نشستہ ہمہ کس بخواب راحت من مبتلا نشستہ
غرضے ورائے امکان چہ خیال فاسد است ایں ہوس جمال سلطان بدل گدا نشستہ

اصلاح کے بعد فرمایا ؎

مو تراشے بتراشید سرم ہیچ از قاعدہ بیداد نہ کرد
پوست برکند زسر آن ظالم ایں قدر بود پر نگاہ نہ کرد

بطور تذکرہ کے فرمایا کہ ایک قوال ایک بزرگ کے سامنے یہ شعر ستار رہا تھا ؎

من ہم درشعر خود نہاں خواہم شد تا بوسہ زنم بر لبت آنگہ کہ بخوانی

وہ بزرگ یہ شعر سن کر بہت خوش ہوئے اور اس شاعر سے ملاقات کرنے کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے اس شاعر نے کہا کہ میری بخشش کے لئے دعا فرمائیں۔ دعا فرمائی اور پھر آپ نے فرمایا کہ عجب حال ہے کہ یہ قوم باوجود اس کے کہ بزرگوں کی صحبت اور ایسے بامعنی اشعار کے پڑھنے کے بے کیفیت ہیں۔ پھر فرمایا ؎

عید گاہ ما غریباں کوئے تو انبساط عید دیدن روئے تو
صد ہلال عید قربانت کنم اے ہلال عید من ابروئے تو

پھر فرمایا کہ لیس العید لمن لبس الجدید بل العید لمن امن من الوعید لیس العید لمن رکب

المطايا بل العبيد لمن عنفر له الخطايا ،

پھر فرمایا کہ صدقہ فطر اولاد کے غلام کی طرف سے ہم) ادا کرنا چاہیئے. اگر وہ شخص والدین کے خوردونوش کا کفیل ہے. اور نقد صورت میں بھی ادا کر دے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

تذکرہ کے طور پر فرمایا ؎

حلاج بر سر دار ایں نکتہ خوش سرائید
کز شافعی مپرسید امثال ایں روایت

ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ پہلے لوگ اولیاء کی خدمت میں جا کر اپنے مقاصد حاصل کرتے تھے، اب جہاں بھی اور جس کے پاس جاتا ہوں متشکر ہو کر آتا ہوں. ارشاد فرمایا کہ اگر اس یقین کے ساتھ بزرگ کی خدمت میں جاوے کہ وہ تقدیر کے خلاف کر سکتا ہے تو پہلے ہی سے کافر ہو جاتا ہے اور تقدیر اس طور پر ہے کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔

فرمایا کہ کسی کے بارے میں خلاف کتاب اللہ اعتقاد نہیں رکھنا چاہیئے، خوب سمجھ کر اعتقاد رکھنا چاہیئے اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اولیاء کے حالات کو جمع کرنے والا سوائے کرامات اور خوارق عادات کے کب تحریر میں لا سکتا ہے فرمایا کہ پیاس کا دور ہونا خود ایک کمال ہے، اب یہی دعا کرنا چاہیئے کہ پیاس چلی جائے اور بہت آدمی ہیں کہ صرف تسکین پر بیٹھے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ انبیاء معصوم اور اولیاء محفوظ ہوتے ہیں. معصوم اس کو کہتے ہیں کہ جس سے گناہ کا ارتکاب ناممکن ہو. باوجودیکہ اس کو گناہ کرنے پر قدرت ہے اور محفوظ اس کو کہتے ہیں کہ اس سے گناہ کا ارتکاب ممکن ہو اگرچہ واقع نہ ہو، اول محال کو مستلزم ہے اور دوسرا ممکن غیر واقع۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت غوث اعظم کے روضۂ مبارک کو کافی کہتے ہیں، گیارہویں تاریخ کو بادشاہ اکابرین شہر مزار مبارک پر جمع ہوتے ہیں، بعد نماز عصر کلام اللہ کی تلاوت ہوتی ہے اور پھر قصائد مدحیہ اور واقعات و حالات حضرت غوث اعظم کے بیان کئے جاتے ہیں اور یہ سب کچھ بلا مزامیر ہوتا ہے اور مغرب تک یہ سلسلہ قائم رہتا ہے. اس کے بعد صاحب سجادہ مع جماعت مریدان کے حلقہ بنا کر کھڑے

ہوتے ہیں، اور ذکر جلی کرتے ہیں۔ اسی اثنا میں بعض حاضرین پر وجد و کیفیت طاری ہوتی ہے۔ پھر معمولات سابق سے فارغ ہو کر کھانا و شیرینی وغیرہ جو کچھ موجود ہوتا ہے اس پر نیاز کر کے تقسیم کرتے ہیں اور نماز عشاء پڑھ کر سب رخصت ہو جاتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ ۱۵ شعبان معظم کو مغرب کے بعد سے صبح صادق تک تجلیات الٰہی کا نزول سماء دنیا پر ہوتا ہے۔ ممکن ہو تو تمام رات یا رات کے بڑے حصہ میں بیدار رہ کر ذکر الٰہی میں مصروف رہے اور جیسا کہ مشائخ نے فرمایا ہے صد رکعات بعد الحمد للہ، قل ہو اللہ ایک مرتبہ پانچ سلاموں کے ساتھ یا دو رکعت دس سلاموں کے ساتھ اس طرح کہ پچاس پچاس مرتبہ سورہ اخلاص ہر رکعت میں پڑھے اور فرمایا کہ ایک ضعیف حدیث میں ہے جس کی سند صحت کے درجہ تک نہیں پہنچی ہے، لیکن عمل کے لئے بہر حال بہتر ہے وہ یہ کہ ۱۴ رکعات پڑھے۔ ان رکعات سے فارغ ہو کر چودہ، چودہ مرتبہ سورہ الحمد و سورہ اخلاص و سورہ فلق اور سورہ الناس اور ایک بار آیۃ الکرسی اور ایک بار مندرجہ آیت عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم پڑھے پھر اپنے اور اعزاء و احباب کے حق میں دعا کرے۔

نیز فرمایا کہ سورہ یٰسین ایک مرتبہ پڑھ کر اپنے حق میں دعا یا جس کے لئے چاہے سورہ یٰسین ایک بار پڑھے اور پھر دعا کرے، انشاء اللہ قبول ہوگی۔

فرمایا کہ یہ چاروں باتیں جن کا ذکر ماسبق میں گزرا، ان کا تعلق زیادہ تر تقدیر مبرم سے ہے اور تقدیر معلق کو اس میں دخل نہیں، مگر بعض ایسی صورتوں میں جہاں معلق قطعاً نہ ہو جیسے اس شخص کا واقعہ کہ تمام سال کا اپنا روزینہ جو چند من ہوتا تھا، ایک دفعہ سب لے کر صرف کر دیا کرتا تھا اور پھر مزید اس کو مل جاتا تھا۔

ارشاد فرمایا کہ ذکی اس کو کہا جاتا ہے جو اعتبار ثلثہ کو صرف کہنے سے سمجھ لے اور مزید تشریح و تفصیل کا محتاج نہ ہو۔

ارشاد فرمایا کہ ہمعصر ہونا منافرت کا سبب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ فن ریاضی میں مولوی رفیع الدین جیسا فاضل ہندوستان و بیرون ہندوستان میں نہیں ہے۔ قصبات کے لوگوں میں ان علوم

فنون سے مناسبت نہیں ہوتی۔ ہاں ایک شخصیت ایسی ہے جس کو اس علوم سے مناسبت کلی ہے اور وہ شخصیت مولوی عبدالعلی سہالوی کی ہے۔

ایک مریدنے دریافت کیا کہ کیا بیعت کی تجدید صرف ایک شیخ سے ہوسکتی ہے ارشاد فرمایا کہ بیشک اگر نعوذ باللہ طریقت یا شریعت کے خلاف اس نے کوئی عمل کیا ہے اور اس کا پیر موجود نہیں ہے تو اس کے لئے واجب ہے کہ اپنے پیر کے خلیفہ یا مرید یا ہم طریق سے تجدید بیعت کرے ورنہ تجدید بیعت ضروری نہیں۔ چنانچہ ایک بزرگ تھے جو اپنے پیر کے کلاہ اور خرقے سے روزانہ تجدید بیعت کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ اس قسم کے مسئلوں کی کتابیں جیسے آداب المریدین (از شیخ عبدالقاہر سہروردیؒ) لکھی ہیں اور یہ رخصت دوسری چیز ہے۔

ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ رمضان شریف اور نفلی روزہ اور نذر غیر معین کے روزوں کی نیت دن کے دو حصہ تک کی جا سکتی ہے۔ لیکن روزہ کی قضا اور نذر معین کے روزہ کی نیت رات کو کرنا ضروری ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اپنے جدامجد کا واقعہ جو مشہور ہے اور تقریباً بیس آدمیوں سے اس کو سنا ہے۔ اگرچہ اس قسم کی باتیں کرنا اس زمانہ میں استخواں فروشی ہے۔ لیکن تم جیسے مرید اور مولوی صدرالدین[1] کے سامنے بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ خواجہ سلطان عامل اور بنگال میں خزانہ کے ذمہ دار تھے۔ جدامجد کے مخصوص مریدین اور عقیدت مندوں میں سے تھے، ایک دن انہوں نے ایک بہتر گھوڑا خریدا۔ جس سے بہتر ہونا ممکن نہیں، اس بناء پر کہ حضرت کو اس معاملہ میں بصیرت حاصل تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس گھوڑے میں بڑا عیب ہے اور وہ یہ کہ یہ تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے گا۔ ان صاحب نے بہت منت دسماجت

---

[1] مفتی صدرالدین آزردہ، شاہ عبدالعزیز و شاہ عبدالقادر و مولینا محمد اسحاق اور مولینا فضل امام کے تلامذہ سے تھے۔ دہلی میں صدرالصدور کے عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے، ۱۲۸۵ھ میں وفات پائی۔

کی۔ گھوڑا قریب المرگ ہوا تو حضرت نے اس کی دل بستگی کے لئے اس کی اجازت سے اس کی بیوی کی عمر سے اس کا بدل فرما دیا اور وقت مقررہ پر اس کی بیوی مر گئی۔ (واللہ اعلم)

نیز فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام انبیاء میں سے حضرت داؤدؑ کیوں پسند آئے؟ اس میں راز یہ تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام[1] سے بھی ایک خطا ہوئی تھی اور وہ اس خطا کی وجہ سے پشیمان تھے۔ اس خطا کے اشتراک کی وجہ سے دونوں میں ایک مناسبت ہے۔ پھر فرمایا خدا کا کارخانہ بھی عجیب ہے۔ علماء ظواہر کے فہم و عقل سے بالاتر ہے۔ اور ہر شخص کے ساتھ وہاں معاملہ جدا ہے۔ پھر فرمایا کہ آج کی شب سب کی بخشش ہوگی۔ مگر نو آدمی جب تک توبہ نہ کریںگے ان کی نجات نہ ہوگی مشرک، کینہ پرور، طوائف اور زانیہ، والدین کا نافرمان اور قاطع رحم، قاتلِ نفسِ ناحق اور متکبر وغیرہ ؎

فزود حسن رُخِ یار از بریدن زلف ﷺ زشب ہر آنکہ بکاہد بروز افزاید

ارسطو سے لوگوں نے دریافت کیا کہ افلاطون کیسا شخص تھا، ارسطو نے جواب دیا کہ بلا مبالغہ وہ انسانی شکل و صورت میں خدا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ مہر پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ آخر سے اس کو پڑھے جیسا کہ سجع میں کہا گیا ہے ؎

پس از فاروق و عثمان جانشین آمد محمد را

---

[1] تحریف کردہ توریت کی بعض موضوع و غلط روایات و نیز اسرائیلی ہفوات ہمارے بعض مفسرین کی بے احتیاطی سے ان کی کتابوں میں جگہ پاگئیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ہماری بیشتر اسلامی کتابوں میں یہ روایات و موضوعات موجود ہیں اور انبیاء کے مقدس و منزہ گروہ تک ان سے محفوظ نہیں۔ اسی قسم کی ایک موضوع روایت حضرت داؤد علیہ السلام جیسے برگزیدہ پیغمبر کی طرف منسوب کی جاتی ہے جس کی طرف ملفوظات میں تلمیح ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

قصص الحق۔ پروفیسر سید نواب علی صفحہ ۸۸ ۔ قصص القرآن جلد دوم صفحہ ۷۹ ۔ مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی

ارشاد فرمایا ؎

حضرت دہلی کنف دین وداد
جنت عدن ست کہ آباد باد

گر بشنود قصۂ ایں بوستان
مکہ گھرد طائف ہندوستان

ارشاد فرمایا کہ خسروؒ نے جس وقت دہلی کی شان میں یہ اشعار کہے تھے، دہلی ایسا ہی شہر تھا کیونکہ نظام الدین اولیا سلطان المشائخ وہاں موجود تھے۔ کہتے ہیں کہ جب آدمی غیاث پور میں داخل ہوتا تھا اس کا حال دگرگوں ہو جاتا تھا۔

بطور تذکرہ فرمایا کہ سید حسن رسول نما بالکل دادا صاحب کی ہمشکل تھے اور بہت دوست تھے، بلکہ باہم خوش مذاقی بھی ہوتی تھی۔

چنانچہ ایک دن وہ ملاقات کو گئے - چارپائی پر جا کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ اس لئے میں چارپائی پر بیٹھا ہوں تاکہ تمھارے مرید ناراض ہوں۔ دادا صاحب نے فرمایا کہ میرے مرید تمہارے چارپائی پر بیٹھنے سے کبھی ناخوش نہیں ہوں گے۔ کیونکہ کتے اور بلی ہمیشہ چھتوں کے اوپر گھومتے پھرتے ہیں۔ وہ اس سے بہت خوش ہوئے اور وہ بہت بے تکلف تھے۔ حتیٰ کہ کبھی کبھی ان کی زبان سے فحش کلمات بھی نکل جاتے، اور دو تین قصے بیان کئے۔ فحش کلمات میں بھی کرامت وحکمت موجود ہوتی ؎

یارسول اللہ نمی گویم کہ مہمان توام ٭ ما فقیر طعمہ خوار ریزۂ خوانِ توام
برلب افتادہ زباں گرگیں سگے ام تشنہ جاں ٭ آرزومندی تمی از بحر احسانِ توام

کسی بزرگ نے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ سفلی اعمال میں تاثیر زیادہ ہوتی ہے اور علوی اعمال میں بظاہر

ؔ اولیاء دہلی میں شمار ہے۔ رسول نما اس لئے کہتے ہیں کہ جس کو چاہتے تھے آنحضرتؐ کی زیارت کرا دیتے تھے۔ سنہ ۱۱۰۳ھ میں وفات ہوئی۔

یہ قوت تاثیر نہیں ہوتی۔ ارشاد **فرمایا** کہ شریعت میں دین کے نقصان کی وجہ سے سفلی عمل کرنے کی ممانعت ہے نہ اس وجہ سے کہ اس میں تاثیر نہیں۔ جیسے زہر کھانا حرام ہے۔ اگرچہ اس کی تاثیر ظاہر ہے اور اس کے زود اثر ہونے کی وجہ یہ ہے جیسے پاسبان چوروں کی بابت بادشاہ اور وزیر سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور عدالت سے تدبیر دیر میں معلوم ہوتی ہے اور پاسبانوں سے جلدی، یہاں بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیئے

ارشاد **فرمایا** کہ وسوسہ نفسانی اور وسوسہ شیطانی میں فرق کرنے کا طریقہ کس طرح ہونا چاہیئے۔ یعنی شیطانی خطرہ وہ ہے جس میں اصرار نہیں ہوتا اور نفسانی خطرات پے درپے آتے ہیں اگر عبادت اپنے طور پر خوبی کے ساتھ کرتا ہے ورنہ نہیں۔ مثلاً اگر کوئی چیز دیتا ہے تو خالص نیت کے ساتھ اس کو صرف کرے اور اگر ریاکاری اور دکھاوے کی نیت سے دیتا ہے تو یہ گویا دینا نہ دینے کے برابر ہے۔

کسی بزرگ نے پوچھا کہ ان میں سے کون سی زیادہ سخت ہے **فرمایا** کہ نفسانی خطرات زیادہ سخت ہیں، اس لئے کہ نفس انسان کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔ جیسے انگریز اور مرہٹوں کی جنگ۔ پھر **فرمایا** کہ نفسانی وساوس مشکل سے رفع ہوتے ہیں۔ کیونکہ نفس باقاعدہ منظم طریقہ سے جنگ کرتا ہے اور شیطان دور سے نظر آتا ہے اور نفس کا سامان جنگ عورت، اولاد، لباس، مال ومتاع وغیرہ ہیں۔

پھر **فرمایا** کہ شیطان ادنیٰ جنگ سے رفع ہوجاتا ہے اور نفس بڑی کوشش و دقت سے۔ پھر **فرمایا** حب الدنیا راس کل خطیئۃ (دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے)

پھر **فرمایا** کہ شیطان ایک دن حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خدمت میں آیا، حضرت یحییٰ نے بقول پیغمبر کبھی کسی گناہ کا ارادہ بھی نہیں کیا تھا۔ حضرت یحییٰ نے اس کی قلبی تاریکی کو معلوم کرکے اس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں شیطان ہوں۔ فرمایا، یہاں کیسے آنا ہوا شیطان نے کہا کہ ایک مشکل درپیش ہے اور وہ یہ کہ بعض تو سیدھے سادھے انسان ہیں جن کو میں جہاں چاہتا ہوں لے جاتا ہوں اور بعض آپ جیسے اللہ کے مخلص بندے ہیں، جن پر میرا دخل نہیں چلتا لیکن ایسے لوگوں کو کچھ عرصہ ساتھ رہ کر خلوص و محبت کا اظہار کرکے ان پر اعتماد حاصل کرکے پھر نیا د کرتا ہوں کہ یکایک خوف الٰہی ان پر غالب آجاتا ہے اور وہ لوگ میرے کہنے پر چلنے سے رُک جاتے ہیں اور پھر گریہ وزاری کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ شیطان کا کام سہل ہے لیکن نفس کا دشوار ہے۔ شیطان کا علاج ذکر اللہ اور تلاوت قرآن شریف، اور دنیا کا علاج زہد و تقویٰ اور علاج مخلوق گوشہ نشینی، مگر نفس کا علاج دشوار ترین ہے۔ کہ فرمایا تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے پہلو میں موجود ہے۔ اس لئے نفس کے علاج کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ نفس کی جو خواہش ہو ہر گز اس کے مطابق نہ کرے۔ مگر شریعت کی اتباع میں از روئے شریعت کام کرے۔

عُجب، حسد، یہ دونوں شیطان کے بڑے داؤں ہیں، جن میں پھنسا کر اولیا۔ کو کبھی گمراہ کرتا ہے کیونکہ یہ عجیب عبادت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور طوائف کلال (شراب کشید کرنے والا) عُجب کے مرض میں کہاں مُبتلا ہو سکتے ہیں۔ پھر ایک قوال اپنے نومولود بچے کا نام معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت نے سلام یا سلامت اللہ نام فرمایا۔ پھر اس قوال سے آپ نے فرمایا کہ کچھ دھنا سری میں سناؤ، مدرسہ شریف میں قوال نے کچھ گایا اور پھر دوسرا کلام شروع کیا فرمایا کہ پھر وہی سابق گانا گاؤ، کافی دیر سننے کے بعد پھر قوال نے کوئی اور چیز شروع کی۔ فرمایا کہ وہی خوب تھی۔ اس میں مجاز بہت غالب ہے، قوال نے عرض کیا کہ بندہ کی آواز میں خرابی پیدا ہو گئی ہے کہیں کسی نے جادو کیا ہو گا۔

فرمایا کہ اب کے آؤ گے تو اس کی تدبیر کر دی جائے گی۔ پھر قوال نے عرض کیا کہ اپنے عربی اشعار میں سے کچھ اشعار بندہ کو گانے کے لئے عنایت فرماتے جائیں فرمایا کہ یہ مدرسہ نہیں ہے کہ جو عربی کلام کی ضرورت ہو (اور اس کلام کو سمجھنے والے ہوں) ہندی کلام ہی اس کے لئے خوب ہے پھر اس نے اصرار کیا حضرت نے فرمایا، اچھا کچھ مضائقہ نہیں دیدیا جاتے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک مرید کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ پہلے میرے سر میں جو درد ہو رہا تھا، گانا سننے سے جاتا رہا اور سر میں جو کپڑا درد کی وجہ سے بندھا ہوا تھا، اس کی گرہ کھول دی۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ ایک شخص کو مرے ہوئے بیس پچیس دن ہوتے اس کی قبر ٹوٹ گئی ہے اس کو درست کیا جا سکتا ہے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں (لیکن مردہ کو نہ دیکھیں) اور اگر بغیر اس کے کام نہ بنے تو پھر مُردے کو کھولنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن جب قبر کھولے تو پردہ کر لے اور مُردے کو خاص طور

سے دیکھے نہیں۔

ارشاد فرمایا کہ بچے رخصت کے وقت لوگوں کو مصافحہ کرتے اور قدمبوسی کرتے دیکھتے ہیں، پیروی میں خود بھی کرتے ہیں مقلّد اور محقق میں یہی فرق ہے۔ پس محقق اس کو کہتے ہیں جو دیکھ کر یا سمجھ کر کسی کام کو انجام دیتا ہے پھر فرمایا کہ تقلید بھی خوب ہے۔ بسا اوقات اس سے بڑا کام نکلتا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ کا قصہ صوفیا کی کتابوں سے نقل فرمایا۔

ایک مرید نے پوچھا کہ مرنے کے بعد روح کا تعلق جسم سے رہتا ہے یا نہیں۔ اگرچہ جسم خاکستر ہو چکا ہے، یہ تعلق روح مع الجسم ہر آدمی کے لئے ہے یا خاص کر اولیاء کی خصوصیت ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جہاں جسم کا بیشتر حصہ ہوتا ہے وہاں تعلق روح کا ہوتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد جیسا کہ کہا گیا ہے کہ تیس سال کے بعد روح کا تعلق کم ہو جاتا ہے مگر بعض اولیا کے لئے جن کے لئے خدا تعالیٰ کو فیضان معرفت منظور ہوتا ہے زیادہ مدت تک یہ تعلق روح باقی رہتا ہے۔

پھر فرمایا کہ مکان کا ایک شہر سے دوسرے شہر کو منتقل کر دینے کی مثال خوب ہے (اسی طرح روح ایک جسم عُنصری سے منتقل ہو کر دوسرے مقام کو پہنچا دی جاتی ہے)

پھر فرمایا ایک دن عبدالعزیز شکر بار کا عرس تھا اور شاہ غلام سادات جو دہلی کے اہلِ ذوق وجد مشہور تھے اور مریدوں اور صاحبزادوں کے ہمراہ وہاں موجود تھے، قوالوں کی فرمائش کی، میں نے چشتیت کی روایت سے قوالوں کو طلب کیا۔ قوالوں نے مندرجہ ذیل قطعہ شروع کیا ؎

هوشم نه مصاحبان نه خویشاں بردند   ایں کج کلہاں موئے پریشاں بردند

گویند چرا تو دل بخوباں دادی   واللہ که من نه دادم ایشاں بردند

شاہ غلام سادات کے دونوں صاحبزادے خوبصورت، کج کلاہ، دراز زلفوں والے تھے۔ عجیب حالت تھی کہ دونوں باہم معانقہ کرتے تھے اور پاؤں پر گرتے تھے اور شہر کے دوسرے اہل وجد و حال موجود تھے جو احباب کی مجلسوں میں وجد و شورش کرتے تھے اور مولوی فخرالدین کا مجلس میں بجز چشم پر آب اور تغیّر چہرہ، مزید کیفیت طاری نہیں ہوتی حتیٰ کہ مجلس خاص میں ان کا یہی حال تھا۔

شاہ عبدالعزیز شکر بار کے برادر کلاں جن کا تخلص خیالی[1] تھا۔ ان کے اکابر خلفا شیخ عمر وہٹی، شیخ اللہ بخش، گنج بخش گڈھ مکٹیشری، شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی، شیخ پیر محمد میرٹھی، شیخ زمان پانی پتی، شارح لوائح، وغیرہ سے تھے حضرت نے خیالی کا کچھ کلام ارشاد فرمایا

اے تیر غمت را دل عشاق نشانہ | خلقے بتو مشغول تو غایب ز میانہ

گہ معتکفم دیرم دگہ ساکن مسجد | یعنی کہ ترا مے طلبم خانہ بخانہ

حاجی برہ کعبہ و من طالب دیدار | او خانہ ہمی جوید و من صاحب خانہ

مقصود من از خانہ و بت خانہ تو بودی | مقصود توئی خانہ و بت خانہ بہانہ

تقصیر خیالی بامید کرم تست

یعنے کہ گنہ رابہ ازیں نیست بہانہ

تذکرہ کے طور پر فرمایا کہ صوفیہ کہتے ہیں ؎

در کنز و ہدایہ نتواں یافت خدا را | دل نسخہ عشق است کتابی بہ ازیں نیست

فرمایا کہ صوفیا حدیث و قرآن کے ماسوا۔ دوسری چیزوں پر طعن و تشنیع کرتے ہیں ؎

جنوں نے جلد جب صدرا[2] کی پھاڑی ؏ تو ساری چیر ڈالی میبذی کی

فرمایا کہ راہ چلتے میں درود شریف کے پڑھنے کی ممانعت اگرچہ میری نظر سے نہیں گزری ہے، لیکن راستے میں قرآن شریف کا پڑھنا آنحضرتؐ سے ثابت ہے۔

لوگ روح کی توجہ کی بابت نامناسب باتیں کرتے ہیں۔ اس میں توجہ کی خاص ضرورت نہیں کیونکہ اس کی مثال آفتاب کی روشنی کی ہے کہ جہاں آفتاب ہو گا روشنی ضرور ہو گی، بجز ان تنگ و تاریک راستوں کے جہاں آفتاب کی روشنی تنگی راہ سے نہ پہنچ سکے۔ ایسی ناپاک جگہوں پر نہ پڑھنا بہتر ہے۔

---

[1] خیالی بخاری رح عصمۃ اللہ بخاری کے تلامذہ سے تھے   صبح گلشن ص ۱۵۷   [2] صدرا و میبذی فلسفہ کی دو مشہور کتابیں۔

مدرسہ شریف میں ایک بزرگ مرض فتق میں بیمار تھا اور آہ آہ کررہا تھا، ارشاد فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک بیمار آمین یعنی آہ کرتا تھا، لوگوں نے اس کو روکا، آنحضرتؐ نے منع فرمایا کہ چھوڑ دو کہ یہ آمین بھی اسرار الٰہی میں سے ایک اسم ہے جس سے مریض کو تسکین حاصل ہوتی ہے ؎

چو آں جانِ جہاں دامن کشاں شو از چمن بیروں ٭ رواں شد جاں مرغان چمن گوئی زتن بیروں

ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ اگرچہ ایک مسجد میں متعدد جگہ پر جماعت درست ہے مگر ایسا نہ کرنا چاہیئے بلکہ سب کو ایک جماعت میں شامل ہو کر فرض پڑھنا چاہیئے۔ پھر تراویح مختلف جماعتوں میں پڑھ سکتے ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ فلاں شخص اپنے مرض کو تازہ کرتا ہے، ارشاد فرمایا کہ امراء کی قوم ایسی ہے کہ وہ تھوڑے سے مرض میں تمام اطباء اور ہر قسم کی دوا کو جمع کرنے میں اپنی شان سمجھتے ہیں لیکن اس امت کے غرباء کو ہدایت ہے کہ وہ زیادہ جستجو نہ کریں، دو چار دن کے بعد اگر کوئی طبیب اس کو دوا دیدے یا مہیا کردے، یا بتا دے تو دوا کو استعمال کر لینا چاہیئے، چنانچہ بندہ کو کم اتفاق ہوتا ہے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ خدا کے فضل سے تمام ادویہ اور تمام اطباء حضرت کے لئے حاضر ہیں مگر حضرت بیماری کو پسند کرتے ہیں فرمایا کہ خیر ایسا تو نہیں، بیماری کو کوئی پسند نہیں کرتا۔ یہ صرف خوش اعتقادی کی بات ہے لیکن بات یہ ہے کہ جب دو مصیبتیں ہوں تو ان میں سے آسان اور سہل کو اختیار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اطباء کے پاس جانے اور دوا کی جستجو کرنے میں جو رنج و تکلیف ہے وہ اس سے کہیں زائد ہے جو جسم کو ان امراض سے پہنچتی ہے اس لئے مرض کی تکلیف کو آسان سمجھ کر برداشت و اختیار کیا جاتا ہے اور اطباء و دوا کی جستجو و دردسری سے پرہیز کیا جاتا ہے ؎

دردسر کے واسطے صندل لگانا ہے مفید ٭ اس کا گھسنا اور لگانا دردسر یہ بھی تو ہے

اسی طرح آپ نے دو تین مثالیں بیان فرمائیں۔ تراویح میں ایک مرتبہ بارش ہونے لگی اور امام نے قرأت مختصر نہیں کی اور نمازیوں کے کپڑے پانی میں تر ہو گئے۔ حضرت کو جب یہ معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا کہ ایسے موقع پر نماز ترک کر کے کسی محفوظ جگہ پر چلا جانا چاہیئے تھا۔ بالخصوص کسی مصیبت و پریشانی کے وقت اور قرأت کو مختصر کرنا اور صرف سورۂ کوثر پر اکتفا کرنا بہتر تھا۔

ارشاد فرمایا کہ آنحضرتؐ نے ماہ رجب کو خدا کا مہینہ، ماہ شعبان کو اپنا مہینہ، اور ماہ رمضان کو امت کا مہینہ فرمایا ہے۔ ——— ایک مرید نے عرض کیا کہ مجددیوں کے طریقے سے اور ان کی اصطلاح میں راہ سلوک کے طے کرنے سے کیا فائدہ ہے؟ فرمایا کہ حضرت مجدد اور ان کے متبعین کہتے ہیں کہ یہ طریقہ خاص طور سے ہمیں عنایت کیا گیا ہے کسی دوسرے کو نہیں ملا۔ دوسرے کہتے ہیں کہ یہ امور اور مقامات ہم کو درپیش آتے ہیں مگر ہم ان کا تذکرہ نہیں کرتے۔

پھر فرمایا کہ چار فائدے تو بڑے اچھے ہیں۔ ایک یہ کہ سالک الحاد سے محفوظ رہتا ہے۔ کیونکہ فنا سے پہلے جب بعض کو توحید منکشف ہوتی ہے تو بعض تو الحاد کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہاں اکثر ہوتا بھی نہیں اور اگر ہوتا بھی ہے تو اس کی توحید شہودی پر محمول کرتے ہیں، دوسرے ان میں یہ بھی خصوصیت ہے کہ ہر شخص شریعت کا پوری طرح پابند ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ دو تین خرابیاں بھی ہیں، ان میں سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ یہ لوگ صرف اتنے پر ہی اکتفا د قناعت کرتے ہیں اور تھوڑی کو بہت سمجھتے ہیں اور ان میں عُجب و پندار پیدا ہو جاتا ہے لیکن یہ کمزوری لوگوں کی اپنی طرف سے ہوتی ہے۔ اس طریق کے اختیار کرنے سے یہ قباحت نہیں لازم آتی پھر فرمایا کہ ہر فن میں خواہ ظاہر ہو یا باطن، کامل بہت کم ہوتے ہیں جیسے علم ظاہر اور علم باطن کا معاملہ ہے۔ بس ایسے اس کو بھی سمجھنا چاہیئے۔

پھر فرمایا کہ جو کچھ اور جتنا بھی حاصل ہو جائے بس غنیمت ہے اور سب بہتر ہیں ارشاد فرمایا کہ بعض بزرگ ملامتی بھی گزرے ہیں، چنانچہ ایک بزرگ جب خلق کے ازدہام سے تنگ ہو گئے اور چاہا کہ خلق کے اس ازدہام سے جو زحمت ہوتی تھی اس کو دور کردیں تو رمضان کے مہینہ میں ایک نان بائی کی دوکان سے جوان کے غلام کا لڑکا تھا، حالت اضطرار میں ایک روٹی خریدی اور اس کو روزہ کی حالت میں سب کے سامنے کھالیا بس لوگ،، ان سے متنفر ہو گئے اور ان بزرگ نے امر واقعی ..... کی حقیقت کو اپنے اصحاب و مریدوں سے بیان کردیا۔

پھر فرمایا کہ مولانا روم اور حضرت شمس تبریز کا واقعہ بھی اسی طرح ہے کہ مولانا روم سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے اور حضرت شمس تبریز کھڑے ہوئے تھے ایک مسئلہ دریافت کر رہے تھے ان سے بھی پوچھا غالباً مسئلہ توحید تھا مولانا روم نے دیکھا کہ یہ آدمی اچھا معلوم ہوتا ہے اور حضرت شمس تبریز نے بھی ولایت کے زور سے مولانا روم کو پہچان لیا ایک گھوڑے پر سوار ہو کر دونوں گھر گئے۔ مولانا روم ان سے بہت خوش ہوئے اور ان کو مہمان رکھا، شمس تبریز نے (امتحاناً) رات کو شراب کا مطالبہ کیا نیز فرمایا کہ ایک عورت نامحرم بھی چاہیئے۔ مولانا نے اپنے لڑکے اور لڑکی کو شراب لے کر حاضر کیا۔ شمس تبریز اس تعمیل حکم اور ضیافت سے بہت خوش ہوئے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اس سے باہم محبت اور بہت سے فوائد حاصل ہوتے۔ چنانچہ مولانا روم نے شمس تبریز کی تعریف پیر کی طرح فرمائی ہے ؎

چون حدیث روی شمس الدین رسید ؎ شمس چہارم آسمان سر در کشید
واجب آمد چون کہ آمد نام او ؎ شرح رمزش کردن از انعام او

یہ شمس تبریز اوحد الدین کرمانی کے مصاحب تھے، مولانا روم اپنے والد ماجد حضرت بہاء الدین سے طریقہ کبریہ میں بیعت تھے۔

پھر ایک سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ شمس تبریز کا نواسہ ہونے اور خاک منصور سے پیدا ہونے کا واقعہ بے بنیاد ہے۔ اور شمس تبریز کا دیوان درحقیقت ان کا اپنا ہی کلام ہے، یہ قول غلط ہے کہ یہ دیوان مولانا روم کی تصنیف ہے جو شمس تبریز کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

مولانا روم حضرت شمس تبریز کی شان میں فرماتے تھے کہ کیا خوب یہ شعر کہا ہے ؎

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

کیا اچھی نعت کہی ہے، خدا کے ساتھ جو چاہو معاملہ کرو لیکن محمد کے ساتھ سوچ سمجھ کر معاملہ کرنا۔

ارشاد فرمایا کہ ایک عجیب واقعہ ہے، والد ماجد سے قسم کھا کر ایک شخص بیان کرتا تھا یعنی ایک شہری دکن ملک میں گیا اور وہاں جا کر راجہ کے یہاں باورچیوں میں ملازم ہو گیا، جب اس کا

انتقال ہوا تو دستور کے مطابق، جیسا کہ خدام خاص کے ساتھ یہ طریقہ تھا، اس کو بھی تہہ خانہ میں رکھ دیا جب رات ہوئی تو اس نے دیکھا کہ مہیب شکل کے دو فرشتے آئے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ ڈر کی وجہ سے میں ایک گوشہ میں ہو گیا اور معلوم نہیں کہ ہم سے کیا سوال و جواب ہوتے، آخر کار اس کو خوب مارا پیٹا اور اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ہم سب یہ دیکھ کر بے ہوش ہو گئے اور بعض ہیبت سے مر گئے اور میں کلمہ پڑھ رہا تھا فرشتوں نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ تو یہاں کیوں آیا ہے، یہ کہہ کر مجھے کشمیر میں پہنچا دیا، دوسرے آدمی کے جسم کے ٹکڑے میرے جسم پر لگ گئے تھے اس کی سوزش آج تک باقی ہے۔ ہر چند علاج کیا، فائدہ نہیں ہوا آخر میں دہلی آیا اور بزرگوں اور اطباء کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن کوئی نفع نہ ہوا۔ ہاں آپ کے چچا ابو رضا محمد تشریف لائے ہوئے تھے، ان کے لعاب دہن کو ہاتھ سے جسم پر جب تک ملتا ہوں مجھے تسکین رہتی ہے بے حد پریشان ہوں۔

ایک سائل کے جواب میں **ارشاد فرمایا** کہ مردہ کے متروکہ مال میں سے اس کے قرض کی ادائیگی کے بعد کیونکہ وہ حقوق العباد ہے، اندازاً، ہر فوت شدہ نماز کے عوض دو سیر گیہوں شرعی تول کے مطابق جو مع وتروں کے کل ۱۲ سیر گیہوں ہوتے ہیں، ادا کرے اور رمضان کے روزوں کے بدلے ساٹھ سیر شرعی اور اسی طرح زکوۃ اور حج اور اس کے جملہ اخراجات، سواری آمد و رفت وغیرہ جو اس کی زندگی میں ادا کرنے ہوتے، اگر وہ زندہ ہوتا اور یہ سب امور اس مردہ پر فرض تھے، جن کو ادا نہ کر سکا تھا، اس لئے ان کی تلافی ما فات کے لئے یہ صدقات ادا کئے جائیں۔

ارشاد فرمایا کہ جو شخص حالت اضطرار میں اور شدید ضرورت میں ہو، جیسے فاقہ ہو، یا ننگا ہو یا گھر ویران ہو گیا ہو، یا کھیتی باڑی برباد ہو گئی ہو، جس کی اصلاح حال کے لئے روپے کی ضرورت ہو ایسے ضرورتمند کو دینا چاہیئے اور پھر اس سے اس کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔

ارشاد فرمایا کہ آستین کو دراز رکھنا اگرچہ گناہ نہیں ہے، لیکن حد سے زیادہ دراز رکھنا نہ چاہیئے کہ مصلحت اور ضرورت اس کی مقتضی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں دو حادثہ پیش آئے تھے۔ ایک یہ کہ قصبہ سونی پت کے

قاضی صاحب روزہ کی حالت میں حقہ نوشی کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ دھوئیں کا دم کھینچنا ہدایہ کی روایت کے مطابق، گرد وغبار اور دھوئیں وغیرہ کے حلق میں جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور بہت سے لوگوں نے ان کی پیروی میں حقہ پینا شروع کر دیا تھا۔ میں نے ہر چند ان کو سمجھایا کہ خود بخود کسی چیز کے اندر جانے اور ارادتاً کسی چیز کو نگلنے میں بہت فرق ہے لیکن وہ نہیں مانتے تھے ہاں اگر پیٹ میں درد کی شکایت ہو تو البتہ فتویٰ دیا جا سکتا ہے کہ روزہ کی حالت میں حقہ پی لے، لیکن روزہ کے فدیہ میں دو سیر گندم صدقہ دینا چاہئے چند پٹھان مولویوں نے امیر ریاست کو فتویٰ لکھ دیا تھا کہ روزہ میں نسوار سونگھنا جائز ہے، جب یہ معاملہ میرے پاس آیا، درحقیقت روایت میں اشتباہ ہوتا تھا۔ لیکن غلط ہے۔ اور روزہ کی حالت میں نسوار (منز روشن) کو سونگھنا ناجائز ہے۔

سائل کے جواب میں فرمایا کہ سورۂ انعام، سورہ عنکبوت اور سورۂ روم کی تیئیس رمضان کی شب میں تلاوت کرنا جنت کے حصول کی بنا پر مشائخ کا معمول ہے۔ حدیث میں اس قسم کی کوئی روایت نہیں ہے اور اگر ہو بھی تو ضعیف روایت ہوگی۔ ارشاد فرمایا کہ اصل چیز کیفیت اور نسبت ہے ان دونوں کو حاصل کرنا چاہیئے اور اسی میں مشغول رہنا چاہیئے، باقی صلاحیت اور استعداد کے مطابق جو کچھ مقدر ہوگا، اس کا ظہور ہوگا ؎

حدیث مطرب ومے گو دراز دہر کمتر جو ۔ کہ کس نہ کشود و نہ کشاید بحکمت ایں معمارا

ارشاد فرمایا کہ نسبت اور کشف دونوں قوتوں کے جامع میرے دادا صاحب تھے، ایسے لوگ بہت کم پائے جاتے ہیں، جس کسی کو نسبت حاصل ہوتی ہے، اس کو کشف کم ہوتا ہے، اور اس کے برعکس کسی کو کشف کی قوت ہوتی ہے لیکن نسبت کی قوت نہیں ہوتی۔ چنانچہ متقدمین میں سے چند بزرگوں کے نام لئے۔

ایک مرید نے اس امر کے حصول کی بابت عرض کیا فرمایا اسی طرح ہے، تو نے خوب سمجھا ہے پھر ارشاد فرمایا کہ اصل تو قلب کا رنگ جانا ہے کہ مرنے کے وقت اور مرنے کے بعد کام آتے۔ کشف گو تو دنیا حاصل کرنے سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ کشف قلب اور کشف قبر میں بھی اسی نسبت

اور کیفیت سے میسر ہوتی ہے لیکن کشف حقیقت اور القائے نسبت اتحاد کا دوسرا طریقہ ہے جو فی زمانہ مفقود ہے۔ دیکھنے میں نہیں آتا۔

ایک مرید نے شاہ روشن علی دھنگوری کی بابت عرض کیا اور ان کی صحبت کی تاثیر اور کشف گوئی اور خوارق عادات وغیرہ امور کے صادر ہونے کا ذکر کیا۔

ارشاد فرمایا ان چیزوں کو غنیمت سمجھو۔ پھر ایک مرید سے فرمایا جب آپ نے چارپائی پر پائنتی کی طرف بیٹھنا چاہا تو مرید نے عرض کیا کہ حضرت اس طرف نہ بیٹھیں، آپ نے فرمایا ؎

صدر ہر جا کہ نشیند صدر است

ارشاد فرمایا کہ ایک غزل بہت اچھی معلوم ہوتی ایک دن اس کو گا رہے تھے ؎

ہر جا کہ کنم خانہ ہم خانہ ترا یابم ؛ آنجا نروم ہرگز کانجا نہ ترا یابم

غالباً یہ غزل جامی کی معلوم ہوتی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ تعزیت کے لئے جانا بڑا ثواب ہے، آنحضرتؐ تشریف لے جاتے تھے، حدیث میں آیا ہے چنانچہ ایک لڑکے کا لال مرگیا تھا، آنحضرتؐ نے اس کی تعزیت فرمائی۔ ارشاد فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ لکھنا عورتوں کو نہ سکھاؤ۔ ان کو کاتنا سکھاؤ، عورتوں میں وہ عورت بہتر ہے جو کاتنا جانتی ہو اور مردوں میں وہ مرد بہتر ہے جو تیر اندازی جانتا ہو۔

ایک پٹھان سائل کے جواب میں فرمایا کہ عرب کا دستور یہ تھا کہ برادر زادہ کا نام چچا اور دادا کے نام پر رکھتے تھے، چنانچہ مغیرہ بنی مخزوم کے سردار اور حضرت ام سلمہ کے چچا تھے، ان کے دو لڑکے خالد اور عبداللہ مسلمان ہوگئے۔ عبداللہ نے اپنے لڑکے کا نام چچا کے نام پر خالد رکھا۔ حضرت عثمان کے عہد حکومت میں ہند کی طرف آئے اور کابل کو فتح کیا۔ پٹھانوں سے وہاں رشتہ داری کی اور تلعہ خیبر ہند کی تعمیر کی بعض پٹھان خالد بن عبداللہ بن مغیرہ بن خالد کی اولاد سے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ چین کے ملک میں بلی بہت کم ہوتی ہے اور وہاں چوہے کثرت سے پائے جاتے ہیں اور بہت جری اور بے تکلف ہوتے ہیں۔ ایک شخص والد ماجد سے کہتا تھا کہ میرے پاس ایک بلی تھی،

جب میں چین گیا تو راجہ صاحب کے ہاں کھانے کے وقت میں نے دیکھا کہ غلہ مارنے والوں کی ایک جماعت چاروں طرف کھڑی ہے کہ وہ غلہ مار کر چوہوں کو بھگا دیں میں نے ان سے کہا کہ ہندوستان میں ایک جانور پانچسو روپیہ قیمت کا ہے جس کی آواز سن کر ہی چوہے بھاگ جاتے ہیں چنانچہ میں نے اپنی بلی پانچسو روپے میں فروخت کر دی اور اس کی آواز سے چوہے بھاگ گئے، ایک شخص کو بڑا تعجب تھا کہ بغیر بلی کو دیکھے چوہے کیوں کر بھاگ جاتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ بکری یا گھوڑے نے کبھی شیر یا بھیڑیئے کو دیکھا ہے کہ طبعاً یہ جانور بھاگتے ہیں۔

کبھی کبھی عرصہ کے بعد بزرگوں کے حالات کسی کتاب سے سناتے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ یکشنبہ کو معروف کرخی رح کے مزار پر بڑا مجمع ہوتا ہے اور بیماروں کو شفا ہوتی ہے، لبطور تذکرہ کے فرمایا کہ اگرچہ میں نے حدیث میں نہیں دیکھا ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اگر کوئی نفل روزہ کو کسی کی دعوت یا اصرار پر افطار کرے بہتر ہے، امام شافعی کے نزدیک اس کی قضا نہیں۔ احناف اس کی قضا کے قائل ہیں۔

ایک بزرگ سے فرمایا کہ صبح و شام ۶۲ مرتبہ لفظ یا جمیل پڑھا کرو۔ ارشاد فرمایا کہ ملک عرب میں گاڑی کے مفہوم سے لوگ ناواقف ہیں، اگرچہ اس کو عجلہ بولتے ہیں۔ ایک مرید کے جواب میں فرمایا کہ ذوق و شوق کی نسبت صحابہ میں بھی موجود تھی لیکن کم۔

ارشاد فرمایا کہ مشہور حدیث کل طویل الخ صحیح نہیں ہے اگرچہ یہ حدیث باہم گفتگو میں مثالوں میں بولی جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ بہت طویل القامت تھے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عباس بھی دراز قد تھے، مگر نہایت عقلمند تھے۔

ارشاد فرمایا کہ ایک دن حضرت علی رض حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر فاروق رض کے درمیان جا رہے تھے حضرت علی رض سے ان دونوں نے کہا انت بیننا کالنون فی لنا (یعنی اے علی تم ہم دونوں کے درمیان اس طرح ہو جیسے لفظ لنا کے لام اور الف کے درمیان نون ہے) حضرت علی نے جواب میں فرمایا کہ لولا کنت لکما لا (اگر تمہارے درمیان میں نہ ہوتا۔ یعنی لفظ لنا میں نون جس کی تشبیہ تم مجھ سے دیتے ہو یہ نون نہ ہوتا

توحرف لا باقی رہتا یعنی تم دونوں کا وجود نہ ہوتا کہ لا کے معنی عدم محض کے ہیں اور یہ نفی کے لئے مستعمل ہوتا ہے)۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ درس سے پہلے ایک مولوی کہتا تھا کہ تسحّروا کا حکم عرب کے لوگوں کے لئے تھا کہ وہ سحری نہیں کھاتے تھے اور روزہ کی اصل بنا کم خوری پر ہے۔

ارشاد فرمایا کہ آج بہت ضعف ہے اس لئے باتیں بہت کم کرو۔ سحری کھانے والے اگر اپنی تکلیف و رنج کا اقرار کرتے ہیں تو ہماری بات ٹھیک ہے ورنہ نہیں، پھر فرمایا سحری کھانے سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اس بہانہ سے وہ بیدار ہو جائے گا۔ ذکر کرے گا، نماز بھی ادا کرے گا ورنہ خلاف عادت بہت کم ہوتا ہے کھانے کے وقت نہ کھانا اور سونے اور آرام کے وقت کھانے کا حکم کرنے سے (مقصد یہ کہ اس وقت بیدار ہو کر ذکر الٰہی اور نماز وغیرہ کی ادائیگی وقت پر ہو جائے گی) حضرت نے یہ تقریر اس طرح فرمائی کہ اس مرید نے دل میں یہ عہد کر لیا کہ بزرگوں کا فرمان اور ان کی باتیں مان لینا چاہئیں کہ اس میں مصلحت و حکمت ہوتی ہے اور ان کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ اور ان کی نصیحتوں کو دل سے قبول کر لینا چاہیئے۔ اگرچہ اس وقت ان کی مصلحت و حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے اور اگر اس کے خلاف کرنے پر قلب مجبور کرے تو اس طرح عمل کرے کہ قلب و نیت کا معاملہ صحیح ہو جائے لیکن انکے فرمان کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً رات کو ضرور بیدار ہونا چاہیئے اور اگر کچھ نہ ہو تو کم از کم ایک کٹورا پانی اور ایک کھجور ہی کھا لینا چاہیئے۔ اس طرح دونوں باتوں پر عمل ہو جائے گا اور مقصد حاصل ہو جائے گا۔

ارشاد فرمایا حدیث میں آیا ہے کہ تحفۃ الصائم الطیب والجمر تذکرۂ نادر شاہ کے قتل کا واقعہ اور شہر دہلی کے شرفاء کا ذکر کیا، والد ماجد کا جواب دینا اور امام علیہ السلام کا قصہ اور ہر فن کے کاملین کا نہ ہونا اور مولوی علیم الدین بنگالی کا دوسرے فضلاء پر ترجیح پانا اور حکیم علوی خاں جیسے بے مثل طبیب کا ذکر اور شاہنشاہ کے سامنے اس شعر کے پڑھنے اور ان کے لطف اندوز ہونے کا تذکرہ کیا ؎

شمع می گوید باہل بزم باسوز و گداز ؎ سر بریدن پیش ایں سنگیں دلاں گلچیدن ست

اور اس ذکر میں فرمایا کہ ایک دن روشن الدولہ کے لڑکے منور خاں کے مکان میں قوال گا رہا تھا

دفعتہ شاہ بھیکہ کی سواری آگئی، لوگ ادھر اُدھر چھپنے لگے، آپ نے سامنے آکر فرمایا کہ اب ہمارے سامنے بھی سماع سنو، چونکہ وہ چشتی تھے، سماع سنا، چونکہ یہ بیت حسب حال تھا اس کو سن کر شیخ کو اور ان تمام متبعین کو حال آگیا اور بے ہوش ہو گئے

من خود چنانکہ می نمایم ہستم ؛ تو ہم چندانکہ مینمائی ہستی

ارشاد فرمایا کہ روم اور کشمیر کے لوگ طبعاً خوش لہجہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ میرے بچپن کے زمانہ میں روم کے ایک خطیب آتے تھے ان کے خطبہ کو سن کر لوگ بیہوش ہو جاتے تھے اور بعض بیٹھے بیٹھے اپنا دل پکڑ لیتے تھے اور جو بہت سخت دل ہوتے وہ کہتے کہ اس خطیب کی آواز دل میں تیر کی طرح سے لگتی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم پیدا ہو گی کہ قرآن کو بدل کر گانے کے لہجہ میں پڑھیں گے۔ ایسے لوگوں سے دور رہنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن کو عرب کے لہجہ میں پڑھو اگرچہ آواز کا اتار چڑھاؤ اہل عرب کے پڑھنے میں ہوتا ہے۔ لیکن الفاظ میں تبدیلی نہیں ہوتی اور فرمایا کہ یہود کے لہجہ میں نہ پڑھو اور جو قرآن کو راگ، اور گانے کے لہجہ میں پڑھتا ہے اس کی آنحضرت نے مذمت کی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ایسا کہا جاتا ہے غلط ہے یا صحیح اس کو خدا بہتر جانتا ہے کہ ایک دن داراشکوہ نے لاہور کے حفاظ کو جمع کیا صرف ایک محلہ سے پانچہزار بیس حفاظ جمع ہوتے پھر ارشاد فرمایا کہ دہلی میں حکیم اور شاعر بہت ہیں۔ نیز فرمایا کہ اس شہر کے لوگوں کو شعر و سخن اور تاریخ دانی سے طبعی مناسبت ہے اور وہ اسی کو علم جانتے ہیں۔

تحفہ اثنا عشریہ کے تذکرہ میں فرمایا کہ ایک شخص نے اس کتاب کی بابت کہا ہے هذا الکتاب لو بیاع ذهبا بوزنه لکان البائع المغبون (یہ کتاب ایسی ہے کہ اگر اس کے برابر سونا لے کر اس کو فروخت کیا جائے تو بھی بیچنے والا نقصان میں رہے گا)

بطور تذکرہ کے فرمایا کہ حضرت والد ماجد کو مکہ معظمہ کے سفر میں راجپوتانہ کے علاقہ میں یہ بات معلوم ہوئی کہ وہاں ایک کھٹمل ہوتا ہے جو بچھو کے برابر ہوتا ہے۔ اور زہر کی زیادتی سے اس کا

رنگ سبز ہوتا ہے اور جس کسی کے وہ ڈنک مارتا ہے وہ مر جاتا ہے۔

ملا جمالی بادشاہ بابر اور سکندر لودی کے ہمعصر تھے اور جب حضرت قطب الدین کے مزار پر حاضری دیتے تو باوجود اپنی کمال مشیخت کے اپنا سر ادب سے جھکاتے اور سر و پا برہنہ حاضر ہوتے اور بموجب قصہ ان کو ملا جامی سے کمال عقیدت و ظاہرداری تھی اور سہروردی تھے، معما توب کہتے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اپنے نام کا بھی کوئی معمہ کہا ہے **فرمایا** جمع مالا د عدد ہ (جمع مال وعدد ہ)۔

ارشاد **فرمایا** کہ اگر کوئی شخص عبدانبد کے مزار شریف پر مراقب ہو اس کو ابوالعلائی نسبت معلوم ہو جائے گی چونکہ خلیفہ ابوالقاسم سے ان کو بڑی صحبتیں اور فائدے حاصل تھے **فرمایا** رمضان مبارک میں افطار و سحر کے بعد پانی پینے اور نسوار نہ سونگھنے اور عرق بادیان کے استعمال نہ کرنے سے چہرے پر ورم آگیا تھا جو کئی دن تک رہا۔ اطباء مزاج پرسی اور عیادت کو حاضر ہوتے تھے۔

ارشاد **فرمایا** کہ درویش بہ بیں حالش مپرس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ظاہر یہ ہے جو نظر آتا ہے اور اس کا باطن اس سے زیادہ خراب ہے۔ جب میں نے میاں محمد اسحاق نواسہ اور مرید اور خلیفہ حضرت سے زبانی ایک نقل سنی تھی مجھے اشتیاق تھا کہ حضرت کی زبان فیض ترجمان سے اس کی تصدیق سنوں، چنانچہ حضرت کے اقرباء میں سے ایک شخص نے ۵ رمضان کو حاضر ہو کر عرض کیا کہ فلاں جس پر پہلے سے جن کا اثر ہے رات سے اس پر جن کا غلبہ ہے اور اس کی حالت نازک ہے آواز بھی نہیں دیتی۔ بہت کچھ فلیتہ وغیرہ سے عمل کیا کسی کا اثر نہیں ہوا۔

ارشاد **فرمایا** کہ میں رومال دم کر کے دیتا ہوں اس کے گلے میں ڈال دینا اگرچہ میں عمل وغیرہ سے اچھی طرح واقف نہیں تاہم جو کچھ جانتا ہوں وہ میرے بھائی مولوی رفیع الدین کا بتایا ہوا ہے وہ خود وہاں موجود ہیں شاید وہ جن اس رومال سے ہی شرم کر کے اس عورت سے رفع ہو جائے اور یہ بھی معلوم کرنا کہ پیدائش کے وقت اس عورت کو وہ بیماری تو نہیں ہوتی تھی جس کو کُڑکدک کہتے ہیں۔ خدا اس مرض سے سب کو محفوظ رکھے اس کی علامت یہ ہے کہ نفاس کا خون رک جاتا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ مرض تو معلوم نہیں اور نہ کوئی اس کی علامت ظاہر ہے اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ رات کو اس کی کچھ علامتیں ظاہر ہوتیں، میں نے سورۂ جن

اور قرآن شریف کی دوسری آیتیں پڑھیں، اس وقت تو حالت بہتر ہوگئی، مجھے نیند کا غلبہ تھا، مجھے نیند آگئی
اس عرصہ میں حالت اس کی پھر خراب ہوگئی. میں بیدار ہوا۔ اور پھر قرآن پڑھنا شروع کر دیا، پھر قدرے افاقہ
معلوم ہوا، فلاں شخص سے فلیتہ لے کر آیا، اس کو جلایا تو وہ کہتا ہے کہ اس سے مجھے ڈر لگتا ہے میں اپنے ساتھ ایک
اور کو لاؤں گا جس پر ان چیزوں کا اثر نہیں ہوگا. چنانچہ اب یہ حالت ہے کہ نہ کوئی فلیتہ اثر کرتا ہے نہ کوئی تعویذ فائدہ
دیتا ہے۔ حضرت تشریف لے چلیں اگرچہ آپ کو بہت زحمت ہوگی اور بہت نقصان ہوگا، اسی اثناء میں ایک
مرید کے کان میں حضرت نے کچھ لوگوں کے نام لئے کہ جن ان کو بہت تکلیفیں پہنچاتے تھے. جب میں پہنچتا ہوں
تو مجھے دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں اور میرے واپس آنے پر پھر جن آکر ان کو پریشان کرتے. چنانچہ ایک دن اسی خانقاہ
میں اینٹیں آکر گری تھیں، لوگوں نے دیکھا اس سے لوگوں کو بڑی پریشانی تھی، لوگوں نے مجھے آکر جگایا اور وہاں
گئے. میرے پہنچتے ہی بھاگے، میں نے ان کا پیچھا کیا اور ان کو گرفتار کر لیا۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک جن تھا،
ایک دن اس شخص نے اپنے جن سے میری بابت پوچھا کہ تو اس شخص کا مقابلہ کر سکتا ہے، جن نے جواب دیا کہ سوال
جنات کا وہ مقرب ہے، مجھ میں اس سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں. پھر اس شخص نے اپنے جن سے کہا کہ شاہ
صاحب کے پہنچنے سے تم کیسے بھاگ جاتے ہو. جن نے کہا کہ عمل کی تاثیر کا اس میں دخل نہیں بلکہ جنوں کے بادشاہ
کے یہاں اس کا ذکر بڑی عزت و احترام سے ہوتا ہے کہ ایسی شخصیت مسلمانوں میں موجود نہیں اور ایسا ہے، اور
ویسا ہے پس اس ڈر سے کہ کوئی بادشاہ کے ہاں شکایت کر دے کہ فلاں جن فلاں حضرت کا مقابلہ کرتا ہے اور
اس سے لوگوں کو بڑی پریشانی اور تکلیف کا سامنا ہوتا ہے، اس سے قدر کم ہو جائے گی. پس اس ڈر سے شاہ صاحب
کے پہنچتے ہی ہم آدمی کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔

ایک دن اسی جن نے حضرت سے کہا کہ آپ کو میری وجہ سے بہت زحمت ہوتی ہے حضرت نے فرمایا
کہ یقیناً۔ پھر جن نے کہا اچھا میں جاتا ہوں اور دوبارہ واپس نہیں آیا۔ پس وہ مرید حضرت کے ہمراہ اس بیمار کے پاس
گیا اور جا کر معلوم ہوا کہ حضرت کے جاتے ہی وہ جن اس بیمار کے پاس سے چلا گیا اور اب اس کی حالت
بہتر ہے۔

پھر اس عورت نے عرض کیا کہ ایک عورت نے میرا گلا پکڑ لیا تھا، اور ایک جن میرے اوپر سوار تھا۔

ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ آنحضرتؐ نے ایک طباق میں اپنی بیویوں میں سے حضرت عائشہ یا کسی دوسری بیوی کے ساتھ کھانا کھایا ہے، پھر فرمایا کہ ادب دوسری چیز ہے اور جواز کی صورت دوسری چنانچہ حکما، پیر، استاد اور باپ کے ساتھ کھانے کو مصلحت کی بناء پر منع کہتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ ماہ رجب کی پانچویں تاریخ کو حضرت فاطمۃ خاتون جنت کا نکاح ہوا، اس وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر شریف پچیس سال کی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ بخار کا درد اور خفقان کی بیماری اور جاڑا بخار وغیرہ توجہ سے جاتے رہتے ہیں۔ ہاں وجع مفاصل (جوڑوں کا درد) پاگل پن۔ لواسیر اور استسقاء وغیرہ کی بیماریاں توجہ سے نہیں جاتیں۔

ارشاد فرمایا کہ تعویذ دو چیزوں، بخار اور درد وغیرہ میں بہت موثر اور زود اثر ثابت ہوا ہے اور روزی وغیرہ میں نفع کم ہوتا ہے اور محبت وعداوت کے بارے میں سب سے کم اثر کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ والد ماجد کے وصیت نامہ کی نقل کر کے اس کو اپنے پاس رکھو بہت مفید ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اس زمانہ میں توجہ بہت کمزور ہے، اس لئے امراض کے دفعیہ کے لئے تدبیر علاج کرنا بہتر ہے اور بزرگانِ سلف کی روحوں سے توسل اور استمداد حاصل کرنا چاہیئے کہ ان کو اس میں بڑا دخل اور بڑی قوت حاصل ہے فرمایا چار بزرگوں کو اس معاملہ میں خصوصیت ہے اور وہ ادنیٰ توجہ اور محبت سے امداد کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ، حضرت علیؓ، حضرت غوث اعظمؓ، چوتھے کا نام نہیں لیا، غالباً والد ماجد یا جد امجد، یا پھر نجم الدین کبریٰ متوفی ۶۱۸ھ ہونگے پھر فرمایا کہ مولانا روم نجم الدین کبریٰ کے مرید تھے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ اس زمانہ میں فنا د لیقا قوی کیوں نہیں ہوتیں۔

فرمایا کہ میں نے بارہا کہا ہے کہ ولایت زمانہ اس زمانہ کی سلطنت کی مانند ہے، پھر اس مرید نے عرض کیا بعض وقت خیال ہوتا ہے کہ سلطنت کے مواقع ہوتے ہیں اور فنا ایک چیز ہے، اب ہو یا پہلے فرمایا یہ ایک راز ہے کہ اس وقت محض فنائے خیالی کا وجود ہے، جیسے کوئی خواب میں سلطنت دیکھے۔ اس سلطنت کا حقیقت میں وجود نہیں وہ بالکل بے ثبات ہے اور اس میں وقعت ہے۔

پھر فرمایا کہ جب توحید کے الفاظ سنے جاتے ہیں تو ذہن میں توحید کا خیال پیدا ہوتا ہے یہ بھی

منجملہ خیالات کے ایک خیال ہے۔

پھر یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ ہو کرنا چاہیئے اور بسا غنیمت ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

گر در دل تو گل گزرد گل باشی ٭ در بلبل بے قرار بلبل باشی

تو جزوی و حق کل ست گر روزے چند ٭ اندیشہ کل پیشہ کنی کل باشی

پھر فرمایا کہ یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب وبا کی نوبت بھنگیوں تک پہنچتی ہے تو دیا جاتی رہتی ہے اور جب وبا آتی ہے تو گاہری وغیرہ شہر سے باہر چلے جاتے ہیں۔

شیخ لطف علی عرف بڑے میاں کے سوالات کے جواب میں فرمایا کہ ایسی منشی گری جیسے بڑے میاں ملازمت کرتے ہیں جائز اور حلال ہے۔ حقہ برداری مکروہ ہے۔ دار الحرب میں سود لینا اور دینا جائز ہے اور دار الاسلام میں کفار کو بہ ضرورت شرعی سود دینا جائز ہے، کسی کی غیبت کرنا اور جھوٹ بولنا، کسی کے جان و مال کی حفاظت کی خاطر جائز ہے لیکن کسی کو خوش یا ناخوش کرنا منظور ہو تو یہ ناجائز ہے۔

اسی طرح جلب منفعت اور خوش دلی کے لئے بشرطیکہ مبالغہ کم ہو منت سماجت کرنا جائز ہے، چنانچہ حضرت کی لوگ خوشامد کیا کرتے تھے۔ تعزیہ اور رقص کی مجلس میں حتی الامکان نہ جانا چاہیئے۔ اگر مجبوراً اتفاق ہو جائے صبر کرے جیسا کہ لوگوں نے ایسے وقت صبر کیا ہے۔

عید کا کھانا کھانا مستحب ہے، شبرات کا کھانا جائز ہے، لیکن مصیبت یعنی میت کے ہاں کے کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن اس نہی کا منشا نہیں معلوم کیا ہے؛ اہل وعیال کو بلا ذریعہ معاش، محض عرفاً خدا طلبی کی بناء پر ناجائز ہے اور حقیقی خدا طلبی یعنی رضا جوئی اس کے لئے محض نیت وارادہ کی ضرورت ہے، اس میں اہل وعیال مانع نہیں ہیں اور اگر مانع ہوں تو اہل وعیال سے علیحدگی اختیار کرے۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ فلاں مسافر مر گیا ہے اور دوسری کوئی چارپائی نہیں ہے صرف ایک چارپائی ہے جو نجاست سے آلودہ ہے کیا کیا جائے فرمایا مردہ کو نجاست سے بالکل علیحدہ رکھا جائے اور چارپائی کو پانی سے دھو کر اس پر مردہ لے جانا چاہیئے۔

حکیم اسد علی سے فرمایا کہ فلاں فلاں تعویذ وباء کے دفعیہ کے لئے دروازہ پر چسپاں کرو

اور کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ پھر حکیم اسد علی سے فرمایا کہ تمہارے دل کا حال میں بتاؤں یا تم خود کہو گے۔

پھر فرمایا کہ سابق نقشبندیہ نسبت، قادریت کے غلبہ اور چشتیت کے امتزاج سے بہت لطیف ہو جاتی ہے اور اس کے ادراک میں بہت لطف حاصل ہوتا ہے اور اس وقت محض نقشبندیہ میں بہت کم لطف اور مزہ ہے۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ لوگ اس کے برعکس اس طرح کہتے ہیں کہ نسبت چشتیہ کثیف ہے اس لئے پر کیفیت ہے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے جو جتنا لطیف ہوگا اتنا ہی لذیذ ہوگا۔ پھر حکیم صاحب نے بے رنگی کے معنی دریافت کئے فرمایا بے رنگی اس حالت کو کہتے ہیں جس کا رنگ نہ معلوم ہو۔ گویا اس حالت سے گزرنے والے کو اپنا پتہ نہ ہو اور وہ خود بھی گم ہو۔ پھر مرید نے عرض کیا کہ یہ سب لوگ بے رنگی کرتے تھے، جب میں نے دریافت کیا مجھے بھی اسی قسم کے احوال وکیفیات حاصل ہونے لگے۔ مگر میں کیونکہ ان سے ناواقف تھا، اس لئے ان میں مشغول نہیں ہوتا تھا۔ نیز دوائر فوقانی اور انوارات مصطلحہ کے طریقہ بھی حاصل ہیں، اگرچہ میں ان کے ناموں کو نہیں جانتا۔

پھر فرمایا کہ میں نے کئی بار یہ کہا ہے کہ سب حال سب کو پیش آتے ہیں خواہ اس کی تفصیل کا اس کو علم ہو یا نہیں، چنانچہ میں نے تینوں سلسلوں کے راستے طے کئے ہیں اور ان کو تفصیل سے جانتا ہوں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دینا چاہیئے جو بھی اور جتنا بھی حاصل ہو جائے اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ نقشبندیہ فخر کرتے ہیں کہ ہم لطائف کو جانتے ہیں۔ حالانکہ یہ لطائف قادریہ میں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ جس مقام پر چار ضربی یا سہ ضربی کی تعلیم دیتے ہیں اس میں یہی راز مضمر ہے اسی طرح چشتیہ کے تحتانی اور فوقانی کی بابت عرض ہے کہ یہ نفس وروح اور سر کا خلاصہ اور لطیفہ ہیں۔

پھر فرمایا کہ اگرچہ خاندان ثلاثہ کے علاوہ میں نے کہیں اور راہ سلوک طے نہیں کی، مگر جانتا ضرور ہوں اور کلام اللہ شریف سے بھی یہ تمام احوال معلوم ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ فہم رسا ہو۔ جیسا کہ سابق میں میں نے بتایا ہے کہ ؎

الٰہی عاشقاں را رہبری کن ٭ خدائی کردہ پیغمبری کن

اس شعر کے معنے کے سلسلہ میں **فرمایا** کہ خدا تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر خود خدائی، پیغمبری اور مرشدی کی ہے. جیسا کہ اصحاب کہف کا واقعہ ہے. اور ان کے قصے میں یہی تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ سوتے ہوئے ہیں، جیسا کہ عوام سمجھتے ہیں، بلکہ یہی امور ہیں. جیسا کہ خود فرمایا ہے. اور اسی اصحاب کہف کے سلسلہ میں خدا نے فرمایا ہے کہ جس کو میں چاہتا ہوں ہدایت کرتا ہوں. اور جس کو نہیں چاہتا، اس کو نہ کوئی ولی اور مرشد ہدایت کر سکتا ہے اور نہ کوئی دوسرا اسی طرح بہت سے امور کے معانی اور مطالب بیان کئے جو اس وقت مجھے یاد نہیں۔

ہاں ایک بات یاد آئی. آپ نے **فرمایا** کہ جو لوگ بے رنگی کا شغل کرتے ہیں کہ ان کو فنا کا درجہ حاصل ہو جاتے لیکن جب میں نے غور کیا تو وہ بے رنگی میں ہیں اور درجہ فنا حاصل نہیں ہوا. پھر ایک مرید نے عرض کیا کہ مولوی رفیع الدین صاحب فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ نے لکھا ہے کہ جو شخص توحید وجودی کا منکر ہے اس کو فنا نہیں حاصل ہو سکتی. بس یہی نور وہ دیکھ سکتا ہے. تجلی اس کے نصیب میں نہیں اور تجلی اس کو کہتے ہیں جو ذات الٰہی کی طرف منسوب ہو ورنہ نور ہے اور ان کی قسمت میں بس یہی نور ہوتا ہے. اسی اثناء میں بادشاہ کے پاس سے ایک شخص آیا اور سلام و آداب کے بعد اس نے عرض کیا کہ بادشاہ نے کہا ہے کہ چونکہ وبا شدت سے پھیل رہی ہے، کل چار گھڑی دن چڑھے میں جامع مسجد میں پہنچوں گا. حضرت بھی وہاں تشریف لائیں اور پھر وہاں سب دعا کریں گے. پھر اس شخص نے دریافت کیا کہ کیا وبا کی وجہ سے کسی دوسری جگہ ہجرت کرنا جائز ہے۔

ارشاد **فرمایا** نہیں، ممنوع ہے اس حکمت و مصلحت کی بناء پر کہ بیمار بغیر تیماردار رہ جائیں گے اور اس میں بیماروں کی دل شکنی اور دل آزاری ہوگی. پھر اس نے عرض کیا کہ ایک شخص دفعتہً مر گیا مقروض تھا، وصیت بھی کرنے کا موقع نہیں مل سکا **فرمایا** کہ اگر اس کا ارادہ قرض کے ادا کرنے کا تھا تو خدا تعالیٰ اس کو کسی طرح ادا کر دے گا. ورنہ نہیں. اگر اس کے ورثاء قرض ادا کر سکتے ہوں تو وہ اس کی طرف سے ادا کر دیں۔

ارشاد فرمایا کہ ذمی، اور احرار مسلم کی حالت مخمصہ میں بیع کرنے کی بابت شارح ہدایہ نے نیز علماء قصبات مشرق نے جو فتوے دیتے ہیں، جیسا کہ ملا نظام الدین سہالوی کے دستخط فتوی ہمیں نے دیکھے ہیں، اس سلسلہ میں، میں اور میرے والد ماجد و دیگر اکابر اس کے خلاف ہیں اور اس کو صحیح نہیں جانتے۔

ارشاد فرمایا کہ جہانگیر بادشاہ کے عہد میں ایک شخص سونے کا بڑا عاشق تھا اور بادشاہ چونکہ خود بھی نورجہاں پر عاشق تھا کہ اس لئے عشاق کے گروہ سے اس کو محبت تھی۔ پس ایک دن اس کو دیکھنے کے لئے گیا۔ اس دن وہ اور زیادہ دیر تک سویا تھا، بادشاہ نے اس کو بیدار کیا، اس نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ بادشاہ نے کہا میں جہانگیر بادشاہ ہوں، اس نے کہا جاؤ اور سو جاؤ۔

پھر فرمایا کہ ایک اجنبی آدمی جو نہ مرید ہے اور نہ اس سے جان پہچان، اس نے ایک خواب دیکھا کہ ایک بزرگ جبہ و دستار پہنے، لکڑی کی کھڑاؤں پاؤں میں اور ہاتھ میں لاٹھی لئے ہوئے آئے اور فرمایا کہ شہر میں وبا آئی ہے، اس کی تدبیر یہ ہے کہ مولوی عبدالعزیز سے کہو کہ ایک نقش لکھ کر شہر کے دروازہ پر آویزاں کردیں، چنانچہ شہر کے سولہ دروازوں پر میں نے چسپاں کرادیا۔ خدا نے بڑا فضل فرمایا۔

ایک مرید سے دریافت کیا کہ کیا بادشاہ سے اس دن تمہاری ملاقات ہوگئی تھی، اس نے عرض کیا کہ میں شاہ غلام علی صاحب قبلہ کے ہمراہ تھا، شروع میں تو سواری اور تماشے میں مشغول تھا اور پھر بہت کوشش کی لیکن بادشاہ تک رسائی نہ ہوسکی، حضرت سے کہاں ملاقات ہوئی اور کیا کیا باتیں ہوئیں۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں جامع مسجد کی سیڑھیوں پر تھا کہ بادشاہ آگئے اور سلام و مصافحہ کے بعد مجھ سے کہا کہ آپ کا بہت حرج ہوا۔ میں نے کہا کہ آپ کی اور خلق خدا کی خاطر اگر کچھ وقت صرف ہوجائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

پھر مجھ سے درخواست کی کہ میں مولوی رفیع الدین صاحب کو امامت کرنے کے لئے کہوں میں نے بادشاہ سے کہا کہ جامع مسجد کے امام آپ کے حکم کے تابعدار ہیں آپ ان کو حکم دیں، وہ ضرور اس کی پیروی کریں گے پس بادشاہ نے جاکر امام مسجد کو طلب کیا اور ان کو نماز کی بابت فرمایا میں نے بھی ایک گوشہ میں نماز دوگانہ ادا کی، پھر مجھ کو بادشاہ نے اپنے پاس بلایا میں نے علیحدہ بیٹھنے کے لئے معذرت کی، لیکن بادشاہ نے اپنے قریب

مجھے بٹھایا، پھر بھی میں بادشاہ سے ایک بالشت کے فاصلہ پر بیٹھا۔
توبہ، کلمہ اور دعا کی تعلیم و تلقین کا سلسلہ رہا، پھر شاہ غلام علی صاحب کی تعریف اور ان کی خوبیوں کا تذکرہ ہوا۔ میں نے بادشاہ سے کہا کہ ان کو آپ یہاں طلب فرمائیں۔ بادشاہ (اکبر شاہ ثانی) نے ان کو بلوایا پھر سب نے دعا کی۔ خدا قبول فرمائے۔

ارشاد فرمایا کہ ایک دن زینت المساجد میں پھر فرنگیوں کا تذکرہ ہوا جو بادشاہ کے ساتھ تھے۔ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا، اس نے جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے چند انگریز وہاں موجود تھے اپنی زبان میں اس نمازی کا مذاق بناتے تھے کہ یہ کس سے مانگ رہا ہے اور کیا مانگ رہا ہے۔ ان فرنگیوں نے بھی اسی طرح کیا ہوگا پھر فرمایا کہ دعا کرنے کا ہم کو حکم ہے قبول کرنا خدا کے اختیار میں ہے، ہم دعا کرتے ہیں کوئی استہزا کرے یا خوش ہو۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ انگریزوں کے عہد حکومت میں بارش نہیں ہوئی تھی، بادشاہ (اکبر شاہ ثانی) پیدل عیدگاہ نماز استسقا پڑھنے گیا۔ اور مجھے بھی طلب کیا تھا۔ جانے کے وقت آسمان پر کچھ ابر بھی تھا واپسی پر وہ بھی جاتا رہا۔ فلاں نواب صاحب نے سلام کے بعد مجھ سے کہا کہ حضرت ابر و بارش کو طلب کرنے تشریف لے گئے تھے یا اس کو دفع کرنے کے لئے۔

میں نے کہا کہ یہ بادل جھوٹا تھا، اس لئے اس کے جانے کے بعد کام کا بادل آئے گا۔ اس کے لئے میں گیا تھا اس نواب نے کہا کہ دیکھا جائے کب آتا ہے۔ غرضکہ اس نے میرا مذاق بنایا دوسرے دن بھی بارش نہیں ہوئی تیسرے دن خوب بادل آئے اور خوب بارش ہوئی، میں بارش میں بھیگتا ہوا نواب صاحب کے پاس گیا نواب صاحب نے شرم سے کمرہ بند کیا ہوا تھا، میں نے آواز دی۔ دروازہ کھولا۔ نواب صاحب فرمانے لگے کہ صاحب خراب بادل چلا گیا اور درحقیقت اچھا بادل آیا۔ بہت پشیمان ہوئے اور معذرت کرنے لگے۔

پھر ایک مرید سے نواب عبدالصمد علی خاں کے نام ایک خط لکھوایا جو حضرت کے مرید تھے، کاغذ وغیرہ اچھا نہ تھا تو حضرت نے فرمایا ؎

شیشہ صاف ار نباشد گو سفالِ کہنہ باش ٭ رند دُردآشام مارا ایں تکلفہا چہ کار

ارشاد فرمایا کہ اقارب و احباب کے انتقال کے بعد خواہ وہ دفن ہوں یا قریب روح سے ملاقات ہوتی ہے، بشرطیکہ عذاب اور مواخذہ سے نجات مل جائے۔

ایک شخص سے ارشاد فرمایا کہ میرے بھائیوں کی وفات میں ترتیب معکوس واقع ہوئی، سب سے پہلے مولوی عبدالغنی صاحب کا انتقال ہوا جو سب سے چھوٹے تھے۔ اس کے بعد مولوی عبدالقادر کا انتقال ہوا اس کے بعد مولوی رفیع الدین صاحب کا جو ان سے بڑے تھے۔ حالانکہ میں سب سے بڑا ہوں، اب میری باری ہے۔

ارشاد فرمایا کہ نزع کے وقت اقربا اور احباب کی روحیں ملاقات کے لئے آتی ہیں اور اس کو سفر سے واپس آنے پر قیاس کر لو کہ جب کوئی سفر کو جاتا ہے تو لوگ ———— اس سے ملاقات کو آتے ہیں۔ اور اگر خوش ہوتے ہیں تو پھر اس سے ملاقات کرتے رہتے ہیں اور اگر قرض خواہوں نے اس کو پکڑ لیا تو پھر ملاقات کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے۔

ایک شاہی چوبدار جو حضرت کا مرید تھا اس کی بیوی اس سے لڑ کر حضرت کے گھر آگئی۔ شوہر چاہتا تھا کہ حضرت اس کو اپنے مکان سے باہر نکال دیں، حضرت نے بار بار نرمی سے اس کو سمجھایا لیکن کیونکہ صاحب غرض تھا، اس نے ایک نہ مانی، پھر حضرت نے بلند لہجے سے فرمایا کہ میں تیرے کہنے سے اس کو باہر نہیں نکال سکتا۔ اگر تو بھی میرے گھر آتا تو اسی طرح معاملہ تیرے ساتھ بھی اب اس کو یا تو راضی کر کے اپنے ساتھ لے جا یا حاکم کے زور سے میں اس میں مزاحمت نہیں کروں گا۔

ایک مرتبہ حکیم[1] غلام حسن وغیرہ مریدوں کو بلا کر مشورہ کیا کہ بھائیوں کی اولاد میں سے کس کے دستار خلافت باندھوں اور ایک کے دستار بندی میں دوسروں کی ناراضگی اور دل شکنی کا حال حضرت نے فراست و بصیرت سے معلوم کر لیا تھا۔ حاضرین میں سے ہر ایک اپنی اپنی رائے و عقل کے مطابق حضرت کو صلاح و مشورہ دیتا تھا ایک مرید نے عرض کیا کہ شاہ [illegible] محدث دہلوی کی وفات کے بعد دستار خلافت چاروں صاحبزادوں کے سر پر

---

[1] واقعات دار الحکومت دہلی از بشیر الدین حصہ دوم صفحہ ۴۰۷

پر رکھی گئی تھی حضرت بھی یہ ہی عمل کریں اس میں کسی کی شکایت بھی نہیں ہوگی اور قرین قیاس بھی یہی معلوم ہوتا ہے حضرت نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ اس کے بعد مولوی عبدالحیؒ[1] وغیرہ نے دوسرا مشورہ دیا اور صاحبزادہ اس مشورہ سے روکتے رہے، مگر تیسرے دن حضرت کی دستاریں ہمراہ لے کر تشریف لائے اور شاہ غلام علی و پیر محمد خاں اور دوسرے رؤسا سے مشورہ کرنے کے بعد وہی عمل کیا، تیسرے دن حاضرین کی تعداد بے حساب تھی تقریباً ۸۰ قرآن ختم ہوتے ممکن ہے اس سے زیادہ پڑھے گئے ہوں اور کلمہ شریف کے ختم کا تو اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحؒ کی اولاد میں سے کسی نے حاضرین میں سے ایک عالم سے کہا کہ حضرت کا یہ عمل بدعت ہے، ان بزرگ نے جواب دیا کہ اس عمل کو مولوی صاحب سے ہزاروں آدمیوں نے دیکھ لیا ہے اس لئے کہنے سے کیا فائدہ کوئی اس کو قبول نہیں کرے گا۔ اس لئے تم خاموش ہوجاؤ۔

پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ بادشاہ فاتحہ نہیں پڑھتا ہے، شاہزادہ سلیم، بابر اور جواں بخت تینوں فاتحہ میں شریک ہوتے، آپ نے پوچھا کہ ان کو بادشاہ نے بھیجا ہے، عرض کیا کہ اپنی اپنی طرف سے اصالتاً اور بادشاہ کی طرف سے نیابتہً انہوں نے فاتحہ کی ہے اور نذریں پیش کی ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ کلام اللہ اور احادیث کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں کو مرنے کے بعد ایک سال تک اپنے مکان اور اقارب واحباب سے تعلق باقی رہتا ہے۔ اور اہل تجربہ کہتے ہیں کہ تیس سال تک یہ تعلق باقی رہتا ہے۔ جیسے ایک شخص ایک وطن سے دوسرے وطن کو چلا جاوے اور اس کو اپنے وطن اور اہل وطن سے تعلق خاطر رہتا ہے)۔

پھر فرمایا اقارب واحباب کے رنج وغم سے مردے بھی رنج وغم میں شریک ہوتے ہیں اور حتی الامکان امداد بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ کسی حکیم کا واقعہ سنایا کہ اس کے گاؤں اور جاگیر سب ضبط

---

[1] ہبتہ اللہ بن نوراللہ صدیقی نام تھا، شاہ عبدالقادرؒ شاہ عبدالعزیز سے تحصیل علم کی۔ شاہ عبدالعزیز نے خلافت دی۔ سید احمد شہید کے ساتھ ۱۲۴۳ھ میں شہید ہوئے۔

ہو گئے تھے اور طاق میں مبلغ سو روپیہ کا رکھا ہوا مل جانا اور خواجہ عین الدین کے پاس بریلی میں بھیجنا اور خواجہ عین الدین سے اس کا ذکر کرنا وغیرہ یہ سب واقعات حضرت نے بیان فرمائے۔

اسی ضمن میں ایک مرید نے عرض کیا کہ مرنے کے بعد فاسق لوگ بھی اپنے اعزہ کی مدد کرتے ہیں جیسا کہ میرے ماموں نے اپنے بیٹے کی اس جنگ میں مدد کی تھی جو جنگ میرے ساتھ تھی اور بار بار مجھ سے ان کا یہ کہنا کہ دیکھیں کہ تو مکان کیسے لیتا ہے اور آج تک وہ مکان مجھے حاصل نہیں ہو سکا۔ پھر فرمایا کہ فلاں میراثی کی عورت مرگئی تھی ایک دن اس نے مجھ سے (خواب میں) کہا کہ تمہارے گھر میں شادی ہے اور تم نے مجھے مدعو نہیں کیا، میں نے کہا تو تو مرچکی ہے، اس نے کہا میری بہن کو دعوت دو، میں نے کہا کہ تو نے شادی کی خبر کس سے سنی، کہا ہدایت علی سے جن کا انتقال ہو چکا ہے۔ پھر میں نے اس کی بہن کو مدعو کرنے کے لئے حکم دیا۔

ارشاد فرمایا کہ مردوں کو دفن کرنے کے بعد بلا ضرورت نکالنا ممنوع ہے۔ ہاں اگر وہ زمین غصب کی یا سیلاب کا خطرہ ہے اور دفن کو دو چار دن ہوتے ہیں تو اجازت ہے کہ وہاں سے لاش دوسری جگہ منتقل کردیں اور مردوں کے جسم، موسم اور مزاج کے لحاظ سے کم وبیش مدت میں پھولتے پھٹتے ہیں پھر اپنی عادت کے مطابق شاہزادی کا بچھڑے کو چھت پر لیجانے کا قصہ بیان فرمایا۔ پھر فرمایا اذا دخل الشمس فی المیزان برد الماء فی الکیزان جب سورج برج میزان میں داخل ہوجاتا ہے تو پانی کوزوں میں ٹھنڈا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ کتاب فوائد الفواد بہت معتبر کتاب ہے اور اس زمانہ میں یہ کتاب دستورالعمل رہی ہے مگر دوسری ملفوظات مشتبہ ہیں اور غالباً وہ اصلی ملفوظات نہیں ہیں۔

ایک شخص نے ایسا عمل دریافت کیا جس سے دنیا میں آنحضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہو، حضرت نے پوچھا، کوئی سا درود شریف پڑھتے رہا کرو اگر نصیب میں ہوگا تو زیارت سے مشرف ہو گے پھر فرمایا کہ اکثر تجربہ میں ایسا آیا ہے کہ جو اس سلسلے میں کوشش کرتا ہے تو دیر سے کامیاب ہوتا ہے اور جس کے مقدر میں آسانی سے فیضیاب ہونا لکھا ہے تو اس کو آسانی سے یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔

ایک سائل کے جواب میں **فرمایا** کہ باندی کی اولاد اور مال کے مالک وہ ہیں جو باندی کے مالک ہیں. جس طرح کہ چارپایہ، گائے اور بکری اور اس کی اولاد اور اس سے حاصل کیا ہوا مال یہ سب اس کے مالک کا ہوتا ہے۔ ہاں اگر شرط ہے یا قیمت ادا کر دے خواہ دوسری جانب (حُر) آزاد ہو یا عبد ہو۔ پھر عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ایک رکعت میں طویل سورت اور دوسری میں بہت چھوٹی سورت پڑھنا مکروہ ہے۔ (کہ پہلی رکعت میں بہت زیادہ طویل سورت پڑھنا اور دوسری رکعت میں بہت زیادہ چھوٹی پڑھنا مکروہ ہے۔ کسی قدر مناسبت سے بڑی اور چھوٹی سورت پڑھنا چاہیئے)

ارشاد **فرمایا** کہ نجیب[1] الدولہ کی عیادت کے لئے گیا تھا۔ وہاں ایک بہروپیہ نقل دکھا رہا تھا میری بھی نظر پڑ گئی۔ پھر آپ نے مفصل قصہ بیان کیا۔

ارشاد **فرمایا** کہ نجیب الدولہ کے پاس نوسو علماء رہتے تھے، جن کو کم سے کم پانچ روپے اور زیادہ سے زیادہ پانچ سو روپے وظیفہ ملتا تھا اور حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مذہب کا ایک ایک قاضی بھی دربار میں موجود رہتا تھا۔

پھر **فرمایا** کہ حاجی غلام مصطفےٰ حنبلی مذہب تھے، اور غوث اعظم کا پورا پورا اتباع کرتے تھے اور میاں حیات علی خوشنویس بھی حنبلی مذہب رکھتے تھے۔ ارشاد **فرمایا** کہ مولوی افضل ہروی ملک العلماء کے خطاب کی خاطر ہندوستان آئے اور شاہجہاں سے جو بادشاہ وقت تھا درخواست کی تھی، لیکن اس منصب پر عبدالحکیم[2] سیالکوٹی کو فائز کر دیا گیا اور حکم ہوا کہ مابدولت کے سامنے مباحثہ کے بعد جو لائق تر ثابت ہوگا خطاب ملک العلماء سے نوازا جائے گا۔

کیونکہ نخوت و غرور کا کلمہ مولوی افضل پہلے ہی کہہ چکے تھے وہ واپس چلے گئے اور کہتے تھے کہ میرے

۱؎ نجیب الدولہ (سنہ ولادت ۱۱۱۱ھ سنہ وفات ۱۱۸۴ھ)

۲؎ مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی آگرہ کے شاہی مدرسہ میں مدرس رہے اکثر درسی کتب پر حواشی لکھے۔ ۱۰۶۷ھ میں وفات پائی۔

شاگردے وہ مباحثہ کرے۔ جب ہرات میں پہنچے تو ایک لڑکا میرزا زاہد[1] جس نے اپنے باپ سے صرف پڑھی تھی اور نہایت ذہین تھا اس کو خود تعلیم دینے کی خواہش ظاہر کی اور پھر کچھ عرصہ تک تعلیم دینے کے بعد اس کو ہمراہ لے کر ہندوستان آئے اور فرمایا کہ شاگرد حاضر ہے۔

ملا عبدالحکیم نے اس بچہ کی صرف کو ناقص سمجھتے ہوئے کہا کہ اس بچہ سے بجز صرف کے صیغے پوچھے جائیں اور کیا سوالات کروں۔ پھر حملطمہ وشم شافیہ کے کلمات جن کا تعلق سبق سے ہے میرزا ہد سے دریافت کیا۔ میرزا ہد کو مستحضر نہ تھا، اس لئے اس نے کتاب طلب کی، ملا عبدالحکیم نے کہا کہ ابھی تک تم صرف میں کتاب کے محتاج ہو، مختصر یہ کہ بات ختم ہو گئی اور ملا افضل جو کوسج کا شاگرد تھا، ولایت ہرات واپس چلے گئے۔ ایک زمانہ گزرنے کے بعد بادشاہ عالمگیر نے میرزا ہد کے علم کی شہرت کی خبر سنی ہرات سے اس کو طلب کیا اور اکبر آباد کا محتسب کر دیا کچھ عرصہ بعد جبکہ اکبر آباد میں قیام تھا شرح مواقف وغیرہ تین کتابوں پر حواشی لکھے۔ کابل میں قاضی ہونے کے زمانہ میں اتنی فرصت نہ مل سکی کہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہتا۔ کچھ شاگرد بھی تیار کئے۔ چنانچہ جد امجد رشاہ عبدالرحیم) نے بھی تمام کتابیں میرزا ہد سے پڑھی تھیں اور حواشی کے مسودہ میں کام بھی کیا تھا۔ میرزاہد کو فقہ میں بہت کم دخل تھا۔ ایک امیران سے شرح وقایہ پڑھتا تھا۔ دادا صاحب کی موجودگی کے بغیر سبق نہیں پڑھاتے تھے، اور فرماتے تھے کہ میرزا جان[2] کی تقریر میری جان ہے اور استاد کی تقریر میری جان جاں ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ تحریر کی چار اقسام ہیں۔ ایک مردود جیسے شیخ بوعلی سینا[3] کی تحریر۔ اور

---

[1] میرزاہد ابن قاضی محمد اسلم ہروی معقولات کے متبحر عالم تھے، میرزاہد امور عامہ، حاشیہ شرح تہذیب کی شہرت ہے ۱۱۰۱ھ میں وفات پائی۔

[2] مرزا جان حبیب اللہ۔ ان کا حاشیہ شرح مواقف مشہور ہے۔ ۹۹۴ھ میں وفات ہوئی

[3] ابوعلی حسین ابن سینا، شیخ الرئیس قانون، شفا، اشارات، عیون الحکمۃ مشہور تصنیف ہیں۔ ۴۲۷ھ ہجری میں انتقال ہوا۔

دوسروں کے نام بھی لیتے۔ اور دوسری مطرب، تیسری مرقص جیسے صدرا اور شمس بازغہ کی تحریر کہ جابجا مرقص ہے۔

پھر فرمایا کہ والد ماجد کی درس وغیرہ میں تحریر و تقریر اکثر مرقص ہوتی تھیں۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی تقریر بھی مرقص ہوتی ہے کہ عوام اس کو سن کر جھومنے لگتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جو چیز فانی ہے وہ اگر اچھی ہے تو کیا۔ کیونکہ ناپائدار کی تعریف ہی کیا۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ نسبت مع اللہ سے جو قوت حاصل ہوتی ہے وہ پائدار ہے۔

پھر فرمایا کہ اگرچہ تفسیر بھی بہتر علم ہے۔ کسی نے کہا کہ تحفہ اثنا عشریہ کی تقاریر عجیب ہیں پھر ایک تقریب کے موقع پر فرمایا کہ جد امجد اپنے وصال کے وقت یہ ہندی دوہرہ بار بار پڑھتے تھے ؂

بات جہرنتی یوں کہے کاری بن کی رائے :: اب کے بچھڑے نا ملے دور پڑینگے جائے

ایک مرید نے عرض کیا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ نے خلیفہ ابوالقاسم اکبر آبادی سے طریقہ کا اخذ کیا تھا، کیا وہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ سلسلہ میں مرید کر سکتے ہیں یا نہیں۔ حالانکہ یہ سید ابوالعلیٰ اکبر آبادی کے عقائد کے مخالف ہے۔ ارشاد فرمایا کیوں نہیں مرید کر سکتے۔ لیکن چشتیہ سلسلہ میں بیعت کرنے کی اجازت اپنے جد امجد سے حاصل کی تھی اور نسبت چشتیہ و نقشبندیہ کا امتزاج بھی اخذ کیا تھا اور اسی امتزاجی کیفیت کا غلبہ تھا۔ چنانچہ ابتدا میں والد ماجد پر بھی اسی کا غلبہ تھا۔ بعد میں کیفیت بدل گئی۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ کیا ابھی تک حضرت موصوف کی قبر شریف سے نسبت ابوالعلائی معلوم ہوتی ہے فرمایا بے شک۔ پھر ارشاد فرمایا کہ والد ماجد مکہ شریف میں پہنچے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ انھوں نے ایک چادر والد ماجد کے سر پر ڈالی اور ایک قلم بھی مرحمت فرمایا اور فرمایا کہ یہ میرے نانا جان کا قلم ہے۔

پھر فرمایا کہ ذرا ٹھہرو کہ حضرت امام حسین بھی آتے ہیں۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام آئے تو قلم کو تراشا اور والد کے ہاتھ میں دے دیا اس وقت سے نسبت و علم اور تقریر کی حالت ہی کچھ کی اور

ہوگئی چنانچہ سابق مستفیض پہلی نسبت کا احساس نہیں کرتے تھے اور قبر شریف میں بھی ان نسبتوں سے ایک نسبت بھی محسوس نہیں ہوتی تھی اگرچہ ہر ایک سلسلہ میں علیحدہ علیحدہ تعلیم کی قدرت حاصل تھی لیکن طبیعت پر سنت نبوی اور نسبت پیغمبری ہی کا غلبہ تھا۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ پہلے سے ہی زمانہ اس طرح ہے چنانچہ حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات میں فقراء کا قصہ لکھا ہے کہ اس فقیر کو شیخ فریدالدین[1] سے حصہ نہ ملا اور خیمین فریدی کے پتہ معلوم کرنے کا قصہ جلال تبریزی[2] مرد خدا سے، اور حضرت بہاؤالدین ذکریا کا یہ کہنا کہ شیخ الشیوخ کو تم نے پتہ کیوں نہیں دیا اور پھر ان کا یہ عذر کرنا کہ دوسروں کی مشغولیت کی وجہ سے اس طرف توجہ نہیں ہوسکی، اس لئے میں ان کو پتہ نہ بتا سکا۔

فرمایا اس زمانہ میں جو کچھ جس کسی کو لینا ہوتا ہے ضرور ملتا ہے ورنہ نہیں ملتا **فرمایا** ایسا کبھی ہوتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ کسی کی طلب اور مانگ مرتبہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ بندہ کے سفر کی تاریخ ارشاد فرمائیں۔ **فرمایا** کہ جمعہ کی نماز کے بعد مطابق آیت قرآنی اذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض تم سفر کے لئے روانہ ہو جاؤ۔

پھر **فرمایا** کہ تمہارا اس وقت کا جانا ہمیں ناگوار ہے اور تمہاری یاد بار بار ستائے گی۔ جب اس مرید نے سفر کرنے کا ارادہ فسخ کرنے کا کیا تو حضرت نے فرمایا کہ ایک نہ ایک دن جدا ہونا ہے اس سے بچنے کی کیا صورت ہے۔

جب برادر عزیز فخر فضلاء روزگار مولوی رفیع الدین صاحب کو طاعون کی وجہ سے استفراغ و اسہال وغیرہ کی بیماری لاحق ہوتی تو حضرت دن میں دو مرتبہ بھائی کے پاس عیادت کے لئے **تشریف**

---

[1] شیخ فریدالدین عطار شیخ مجدالدین بغدادی کے مرید تھے۔ منطق الطیر، تذکرہ اولیاء تصنیف کی ہیں۔ ۶۲۷ھ ہجری میں شہید ہوئے۔

[2] شیخ جلال تبریزی ابوسعید تبریزی کے مرید تھے۔ بنگالے میں وفات ہوئی۔

لے جاتے تھے۔ حضرت مولٰنا رفیع الدین صاحب کی ذات گرامی اپنے خاندان
ایک مرید نے اثناء راہ میں عرض کیا کہ حضرت مولٰنا رفیع الدین صاحب کی ذات گرامی اپنے خاندان کے لئے نہیں بلکہ عام دہلی بلکہ تمام ہندوستان کے لئے قابل فخر ہے اللہ تعالیٰ موصوف کو سلامت وتندرست رکھے **فرمایا** اگر مولوی رفیع الدین جاہل ہوتے تو بھی مجھے تو اتنا ہی درد ہوتا کیونکہ خون کا تعلق ہے۔ اب چونکہ ان کی ذات تمام ہندوستان کے لئے سرچشمۂ فیض وعلم ہے اس لئے سب کو درد ہے۔ پھر فرمایا پھر **فرمایا** کہ ہمارا زندگی میں بجز نام کے اور کوئی حصہ نہیں جو کچھ ہے برادر محترم کی بدولت ہے
کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندگی اور رزق کے معاملہ میں سب بندے یکساں ہیں۔ اس کی ذات غنی مطلق ہے اس کی شان بے نیاز ہے اس کو کیا پرواہ ہے اور کون سی لیاقت اور خوبی اللہ کے نزدیک زیادہ استحقاق اور اس کی پسندیدگی کا باعث ہے۔

جب دوسرے دن عیادت کے لئے تشریف لے گئے کسی قدر افاقہ تھا۔ ایک مرید نے کہا کہ حضرت کا درد جاتا رہا اور اب صبر عطا ہوا ہے غالباً اب آخری وقت ہے۔ جب مولوی صاحب کے انتقال کا وقت آیا۔ لوگ کافی جمع تھے۔ حفاظ کو سورہ تبارک اور سورہ یٰسین کی تلاوت کرنے کے لئے حکم ہوا۔ چنانچہ حفاظ تلاوت کر رہے تھے اور علماء کرام کی جماعت بخاری شریف کا ختم پڑھ رہے تھے اور حضرت خود دوزانو مراقبہ میں بیٹھے تھے اور بار بار کیفیت مزاج معلوم کرتے تھے۔ جب آپ نے سنا کہ مولٰنا رفیع الدین صاحب کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو آپ بے انتہا مغموم ہوئے اور دوسروں کی تسکین وتسلی کے لئے باہر تشریف لائے اور خادم کو حکم دیا کہ والد ماجد کے مزار کے برابر جو جگہ خالی اور محفوظ رکھی ہوئی ہے وہاں قبر تیار کراؤ خادم نے عرض کیا مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن صاحبزادگان نہ ناراض ہوں ان سے اجازت مل جائے تو مضائقہ نہیں ان کی مرضی نہیں معلوم ہوتی۔

پھر **فرمایا** کہ جاؤ اور اسی جگہ خالی جگہ پر قبر تیار کرو کیا معلوم میری موت کہاں آئے گی۔ جہاں مرنا مقدر میں ہوگا ہو جائے گا۔ ایک مرید کو بھیجا کہ اگر قبر کھدنے کے بعد ایک قبر کی جگہ باقی رہے تو بہتر ہے۔ واپس آکر مرید نے عرض کیا کہ جگہ کم ہے۔ قبر کے لئے ناکافی ہے۔ ہاں قبر کے برابر دوسری طرف

جگہ ہے۔ پھر جنازہ باہر لایا گیا۔ حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور جنازہ آپ ہاتھ سے اٹھائے ہوئے تھے۔

لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت جنازہ کے آگے آگے چلیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے آگے چلنے کا قصد کیا تھا لیکن دوسرے آگے بڑھ گئے میں پیچھے رہ گیا۔ جو کچھ منظور ہوگا دیکھا جائے گا۔ میرے تمام معاملہ اضطراری ہوتے ہیں، گلی گلی میں وہ پھراتا ہے، میں پھرتا ہوں، اس کی مرضی سب سے اولیٰ اور مقدم ہے۔ پھر نماز جنازہ ادا فرمائی۔ لوگوں کو اجازت دے کر ان کو رخصت کیا۔ پھر آپ مقبرہ کے اندر گئے لحد تیار ہو رہی تھی۔ جنازہ کے پاس والد ماجد کی قبر کے نزدیک مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ نعش کو دفن کرنے کے بعد لوگوں کو ایک طرف ہٹایا اور مٹی اپنے ہاتھوں سے اس پر ڈالی۔

نواب نوازش علی خاں صاحب نے عرض کیا کہ فلاں آدمی نے مجھے ایک رسالہ دکھایا تھا۔ اس میں احناف کے نزدیک بھی تلقین کو جائز لکھا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ محضور (جس کی موت کا وقت قریب ہو) کے لئے دو کلموں کا پڑھنا البتہ آیا ہے اور دوسرے عمل مشائخ کے نزدیک ہیں۔ کہ دفن میت کے بعد قبر پر اذان کہتے ہیں اور پھر قبر کو برابر کرنے کے بعد جانے سے پہلے فاتحہ پڑھی، لوگوں کو سلام علیک کہہ کر رنجیدہ حالت میں رخصت ہوتے پھر زنانخانہ میں گئے اور اپنے ملاسہ میں بیٹھ کر رخصت فرمایا اور تسلی فرمائی۔

پھر ارشاد فرمایا کہ میرے مولٰنا رفیع الدین صاحب سے چار رشتہ تھے، برادر حقیقی تھے، دوسرے والد صاحب نے مجھے مرحوم کو سرپرستی میں یہ کہہ کر دیا تھا کہ یہ تیرا بیٹا ہے۔ تیسرے میری رضاعی ماں کا دودھ پیا تھا، چوتھے یہ کہ شاگرد رشید تھے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ حضرت علوم و فنون کے مظہر تھے فرمایا کہ کیا کہوں کہنے کی طاقت نہیں۔ فرط رنج و غم سے آپ کی حالت خراب تھی اور لوگوں کو جنازہ کی حالت و کیفیت بیان کرنے سے آپ نے منع فرما دیا تھا اور آپ فرماتے تھے کہ بس اناللہ پڑھو۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آجکل مشائخ کتمان کا بہانہ کرتے ہیں اور کشف و کرامت کم ظاہر ہوتی ہیں اگرچہ کتمان وغیرہ کا احتمال ہو۔

ارشاد فرمایا کہ یہی حال دعا کی قبولیت کا ہے جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، زمانہ رسالت

کے بعد بدعت و کفر کی کثرت سے ظلمات اور تاریکی بڑھ گئی ہے، اس سے پہلے عمل و کشف خوب ہوتا تھا جیسا کہ اپنے احباب میں یہ مشہور ہے کہ فلاں کو کشف بہت ہوتا ہے بلکہ یہ کہتے یہاں تک تھے کہ ایسا کشف دوسروں کو نہیں ہوتا، اب وہ کیفیت باقی نہیں ہے اول تو بیماری قلب، دوسرے کفر و بدعات کی کثرت، ہاں از خود اگر کشف ہو تو ہو لیکن اس پر قدرت و اختیار نہیں ہے۔

بطور تذکرہ فرمایا کہ مے شراب کو کہتے ہیں اور بادہ اس شراب کو جس کو قدرے گرم کر لیا جائے اور مے اس پختہ شراب کو کہتے ہیں جس کا ایک چوتھائی حصہ جلا کر خشک کر لیا جاتے اور مثلث وہ شراب جس کا تہائی جل جائے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اتنی مقدار جائز ہے جس سے نشہ نہ آئے اور جس سے نشہ ہو وہ حرام ہے۔ اور جس کو منصف کہتے ہیں جمہور ائمہ کے نزدیک حلال ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ایمان اور اسلام جو سنیوں کے نزدیک ایک ہی ہے وہ بایں معنے ہے کہ حاصل دونوں سے ایک ہی ہے۔ ورنہ اسلام ظاہری اطاعت و پابندی کا نام ہے اور ایمان باطن کی اطاعت کو کہتے ہیں بشرطیکہ ظاہری اطاعت بھی ہو ورنہ فاسق ہے اور اگر باطنی اطاعت و انقیاد نہ ہو تو اس کو میں منافق سمجھتا ہوں نہ کہ مسلمان۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ سائل کا مقصد سوال کرنے سے یہ ہوتا ہے کہ از روئے قرآن و حدیث مسئلہ کی کیا نوعیت ہے اور جو کچھ سائل سمجھتا ہے آیا وہ مرضی خداوندی کے مطابق ہے یا نہیں۔

ارشاد فرمایا کہ معاملہ سخت ہے، پوری واقفیت درکار ہے کیونکہ جو شخص اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرے اس کے حق میں کفر کی وعید موجود ہے، علم کتنا بھی زیادہ ہو لیکن تفسیر بالرائے نہ کرے بلکہ ایسی تاویل کرے جس میں معنے تبدیل نہ ہوں اور اصل معنے سے انحراف نہ ہو۔ چنانچہ بحمد اللہ مجھے یہ علم خوب آتا ہے۔ بعض درس میں چار پانچ بلکہ سات سات طریقہ سے تاویل و اشارات بیان کئے ہیں۔ چنانچہ یہ تاویل مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گائے کی قربانی کا حکم دیا قوم نے کہا کہ تم ہم سے مذاق کرتے ہو، حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ معاذ اللہ جو میں ہنسی کرتا ہوں۔ پھر گائے کی بابت تحقیق و تفتیش کی اور گائے ذبح کی گئی اور مطلب و مقصد حاصل ہوا۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ یہاں گائے ذبح کرنے

نفس کی گائے ذبح کرنا مقصود ہے اور پوری جدو جہد کے ساتھ، نہ بطریق ہنسی و مذاق، اور وہ جوانی کے زمانہ میں جبکہ قوت و شہوت پوری حاصل ہو اور دنیا داروں اور دنیا کا کام ابھی نہ انجام دیا ہو اور جو بڑی قیمت ادا کر کے خریدی جا سکتی ہے یعنی اپنی مرغوب و محبوب چیزوں کو بالکلیہ ترک کر کے البتہ وصول حق اور قرب الٰہی حاصل ہو سکتا ہے۔

دوسرے اشارات جن سے عاشقوں کا کام بہت نکلتا ہے۔ چنانچہ کسی نے پدومات اور لیلیٰ مجنوں کے قصہ کو اپنے محبوب کے حال پر مطابق کر کے اس سے لذت و سرور حاصل کر لیتا ہے غرضکہ اس سلسلہ میں بڑے علم اور دقت نظر کی ضرورت ہے۔ یہی حال سماع کا بھی ہے۔

ارشاد **فرمایا** کہ قرآن ہفت بطن (لغات) پر اُترا ہے اور آنحضرتؐ نے بعض بطن کی خود تشریح فرمائی ہے۔ ارشاد **فرمایا** کہ علم کی خدمت حضرات صوفیاء نے بہت کی ہے، چنانچہ کاشی کی تاویلات مشہور ہیں اور اسی طرح شیخ روزبہان کے اشارات چنانچہ سید عبدالوہاب بخاری جو سید مکھی روٹی کے نام سے مشہور ہیں اس موقع پر انھوں نے بڑی خدمت کی ہے کہ تمام قرآن شریف کو آنحضرتؐ کی تعریف میں ثابت کیا ہے۔

کسی نے عرض کیا کہ میں بچوں کے لئے کچھ کھلونے بنایا کرتا ہوں **فرمایا** گناہ ہے لیکن مجبوری کی صورت میں بچوں کے لئے بنانا اور ان کو فروخت کرنا جائز ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ ایک طالب علم کہتا تھا۔ کیونکہ ان تصویروں میں جسم کا ایک پہلو نہیں ہوتا ہے اس لئے ان کے بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے ارشاد **فرمایا** غلط ہے۔ مسئلہ اس طرح ہے کہ اگر سر نہ ہو تو اس کے بنانے میں مضائقہ نہیں اور اگر سر موجود ہو اور باقی اعضا نہ بھی ہوں تو نا جائز ہے۔

ایک سائل کے جواب میں **فرمایا** کہ پٹک بلی کو کہتے ہیں اور طمخون سفید بلی کو کہتے ہیں پھر ارشاد **فرمایا** کہ اصطلاح میں دربار کو برادری، خانہ بھی کہتے ہیں ؎

گلرخاں چہرہ بپوشید چو مے نوش کنید
طبق گل طبقے نیست کہ سرپوش کنید

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص اپنی اصطلاح کے مطابق مستی کی حالت میں کچھ گا رہا تھا آپ نے سنا تو فرمایا کہ دھنا سری ہے یا المین یا ملتانی، اور پھر گانے کی دوسری قسموں کو بیان فرمایا پھر فرمایا کہ پہلے مجھے اس فن سے بڑی دلچسپی تھی، چنانچہ اس فن کے مشہور لوگ میرے پاس پوچھنے آتے تھے اب میں نے اس میں حصہ لینا ترک کر دیا ہے لیکن لوگ اب بھی آجاتے ہیں مگر مجھے اس سے ضرر پہنچتا ہے کیونکہ قلب میں ایک ہیجان کی سی کیفیت ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے مرض لاحق ہوتا ہے۔

ایک سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تصحیف بے معنی یہ ہے کہ لفظ کو غلط پڑھا جائے اور اس کی کتابت کی شکل درست ہو۔ نیز فرمایا کہ معمہ میں یہ بہت کام آتی ہے ؎

حبیبا از تو خواہم ضد شرقی
بہ تصحیف و بہ تقلیب و بہ تردلیف

شرقی کی ضد غربی ہے۔ غربی کی تقلیب ربیغ اس کی تصحیف ربیع ہوئی اس کی تردلیف بہار پھر اس کی تصحیف نہار پھر اس کی تردلیف یوم پھر اس کی تقلیب موتے اس کی تردلیف شعر اس کی تردلیف بہت اس کی تردلیف دار اس کی تقلیب راد اس کی تصحیف زاد اس کی تردلیف توشہ اس کی تصحیف بوسہ یہی مقصد شاعر کا ہے جو آخر میں حاصل ہوا ہے۔ پھر فرمایا ؎

چشم بکشا زلف بشکن جانِ من
بہر تسکینِ دلِ بریانِ من

(یعنی علین بفتح لام بکسر) لفظ ملی حاصل ہوگیا۔

فرمایا ملا جمالی معما گوئی میں نہایت دستگاہ رکھتے تھے گویا کہ بے نظیر تھے اپنے نام کا سجع جمع مالہ و عدّدہ سے نکالا تھا یعنی جیم کو لام کے ساتھ اور عددہ جمالی ہوا۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ درمیان، معصوم اور محفوظ کیا فرق ہے ارشاد فرمایا کہ عصمت عدم امکان وقوع کو کہتے ہیں اور حفظ عدمِ وقوع کو کہتے ہیں، معصوم سے اگر گناہ صادر ہو محال لازم آتا ہے جیسے آسمان کا سکون کہ ہمارے نزدیک ممکن ہے اور حضرت یوشع علیہ السلام کے وقت میں واقع بھی ہو چکا ہے

کیونکہ اس زمانہ میں رات کو احتراماً جنگ نہیں کرتے تھے اور دن میں فتح قریب تھی اور شام ہو چکی تھی. اگر شام ہو جاتی یا رات کی تعظیم ختم کرتے تو حضرت یوشع کو فتح حاصل نہ ہوتی، آپ نے دعا کی تو آفتاب چند ساعت کے لئے ساکن ہو گیا اور فتح حضرت یوشع کو نصیب ہوئی۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ اولیاء کی کرامات آسمان پر بھی اثر کرتی ہیں۔ ارشاد فرمایا نہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کی خاطر کبھی کبھی آسمان پر بھی ان کے تصرفات ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آفتاب وقت غروب کے بعد بھی روشن رہا۔ یہ کرامت آسمان کے سکون سے زیادہ ہے کیونکہ اس میں آسمان کی گردش برعکس ہو گئی تھی۔ اور یہ حالت اتنی دیر قائم رہی اور واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کو عصر کی نماز کے بعد وحی کی علامتیں ظاہر ہوئیں۔ حضرت علی کے زانو پر سر اقدس رکھ کر استراحت فرمانے کے لئے لیٹ گئے، آفتاب کے غروب کے بعد بیدار ہوتے نماز عصر فوت ہو چکی تھی (حضرت علی نے) دعا کی۔ آفتاب اپنے مستقر اصلی پر واپس آ گیا اور آنحضرت نے نماز ادا فرمائی۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ اس خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض کے مقابلہ میں ادب کی رعایت کرنا مقدم ہے فرمایا حضرت علی پر ادب و احترام کو ملحوظ رکھنا ہی طریقت کے فرض کی ادائیگی تھا۔ چنانچہ حضرات حسنین سے بارہا ایسا واقع ہوا ہے اگرچہ علمائے ظاہر کی سمجھ میں یہ مسئلہ نہیں آیا۔ ایک دن آنحضرت نے اس موقعہ پر جب مدینہ طیبہ سے عمرہ کے لئے مکہ معظمہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت عثمان غنی کو ابوسفیان اور مکہ کے دوسرے رؤسا کی خدمت میں بھیجا کہ ہم جنگ کے ارادے سے نہیں آتے ہیں ہمیں عمرہ ادا کرنے دو، عمرہ کر کے مدینہ واپس چلے جائیں گے قریش نے ان کو جواب دیا۔ کہ اس سال تو آپ واپس جائیں اور سال آئندہ بغیر سامان جنگ کے آ کر عمرہ ادا کر لیں۔ ورنہ لوگ سمجھیں گے کہ ہم ڈر گئے اور حضرت عثمان سے کہا کہ آپ چونکہ آ گئے ہیں اس لئے تم عمرہ کر سکتے ہو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا قسم خدا کی بغیر رسول اللہ کے میں ہرگز عمرہ ادا نہ کروں گا نیز حضرت عثمان نے ساری عمر اس ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہیں چھوا جس سے آنحضرت کے ہاتھ پر

والے تھے حضرت علی نے اس میں بیعت کی تھی۔ نیز حضرت علی اس وقت صلح نامہ حدیبیہ کے لکھنے والے تھے حضرت علی نے اس میں لفظ محمد رسول اللہ لکھا تھا کفار مکہ نے اس کو نہیں مانا۔ ابن عبداللہ لکھنے پر اصرار کیا اور کہا، اگر رسول خدا ہم آپ کو سمجھتے تو ہمارا اور آپ کا جھگڑا کیا تھا اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ لفظ رسول اللہ مٹا کر اس پر ابن عبداللہ لکھدیا جائے۔ حضرت علی نے عرض کیا مجھ سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ حضور نے ہر چند فرمایا مگر حضرت علی نے اس کو نہیں مٹایا، آخر آنحضرت نے اپنے دست مبارک سے لفظ رسول اللہ کو محو کر دیا، اس وقت حضرت شاہ صاحب اور حاضرین پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ اس کے بعد ایک مرید نے عرض کیا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وحی کے نزول کے وقت آنحضرت پر بیہوشی کی حالت طاری ہو جاتی تھی۔

ارشاد فرمایا وحی کی چار قسمیں ہیں۔ کبھی جرس کی سی آواز سنی جاتی تھی اور اس آواز میں حروف پیدا ہوتے تھے اور کبھی حضرت جبرئیل کسی خاص شکل میں متمثل ہو کر آتے تھے اور اکثر دحیہ کلبی کی شکل میں نظر آتے تھے اور وہ عرب میں خوش پوشاک اور خوبرو تھے۔ اس بات کا ذکر کرنے میں بھی حضرت پر اور مریدوں پر وجد کے سے آثار ظاہر ہونے لگے تھے۔ جو کچھ کہنا ہوتا تھا کہتے تھے اور آنحضرت اور بعض صحابہ اس کو سمجھ جاتے تھے اور بعض اوقات آنحضرت دیر میں حضرت جبرئیل کی شناخت کرتے تھے۔ وحی کے آنے کی کبھی شکل یہ ہوتی تھی کہ دل میں القا ہو جاتا اور کبھی عالم خواب میں آپ کو معلوم ہو جاتا۔ انبیاؑ کا خواب بھی حجت ہوتا ہے لیکن اولیاء کا کشف کبھی حجت ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ اس قسم کا کشف اکثر اولیا کو بھی ہوتا ہے فرمایا صوفیہ نے کشف کی مندرجہ ذیل اقسام لکھی ہیں۔ کبھی بلند آواز سے ہوتا ہے جس کو الہام کہتے ہیں۔ اس میں کہنے والا معلوم ہوتا ہے اور مجہول بھی مگر زیادہ تر مجہول ہی ہوتا ہے یہ کیفیت خواب میں (پیش آتی ہے)، یا بیداری کی (صورت میں بھی)، کبھی (حالت) وجد میں دل میں خود بخود آتا ہے کہ یہ امر صحیح ہے اور دل اس کو قبول کر لیتا ہے، کبھی اس چیز کی طرف شوق (دامن گیر) ہوتا ہے

اور کبھی القا ہوتا ہے اور یہ اکثر ہوا کرتا ہے اس کے ساتھ ہی خواب میں دل بھی گواہی دینے لگتا ہے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اشیاء کی حقیقت بغیر مراقبہ و توجہ قلب کی آنکھ سے نظر آنے لگتی ہے آپ نے فرمایا ایسا بھی ہوتا ہے۔

پھر ایک مرید نے عرض کیا کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قبر سے یا دوسری طور سے کوئی شے منکشف ہوتی ہے مگر مجملاً اول صاف نہیں ہوتی و دائم کبھی غلط بھی ہوتی ہے مگر تعبیر کے لحاظ سے غلط نہیں ہوتی۔ پھر مرید نے عرض کیا کہ کوئی چیز حاصل ہوئی اس سے حظ تو حاصل ہوا اور حق حق کہنے لگا اور وقوع کے بعد جب، مطابق کیا موافق پایا۔ اس کے بعد اس مرید نے عرض کیا کہ باوجود احتمال غلطی کشف کے بعضے بزرگ اپنے کشف میں غلطی روا نہیں رکھتے تھے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ دادا صاحب نے ایک حکایت میں ارشاد فرمایا کہ مولوی نظام الدین سہالوی نے اپنے پیر شاہ عبدالرزاق کا یہی واقعہ لکھا ہے۔

ارشاد فرمایا بے شک، پھر مرید نے عرض کیا کہ بعض بزرگ اپنے کشفوں میں غلطی تجویز کرتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر میں غلط فہمی ہوئی، پھر ایک تقریب کے موقعہ پر ایک مرید سے جناب نے پوچھا کہ تم نے اچھے صاحب کو دیکھا ہے۔ مرید نے عرض کیا کہ ہنوز ڈھاکہ سے دہلی تک مشاہیر بزرگوں کو دیکھتا ہوا چلا آرہا ہوں۔ ان سے ارشاد بھی سنے اور توجہ بھی حاصل کی۔ میں نے ان سب حضرات کے طبقہ و مرتبہ اور درجات، کا اندازہ لگا لیا ہے اس ضمن میں انھوں نے مختصر احوال بزرگان ڈھاکہ و شاہ غلام علی صاحب کا بیان کیا اور کہا ـــ میں شاہ اچھے صاحب کو باعتبار علم و عمل کے طبقہ ثانی میں اس کا اہل سمجھتا ہوں اور اس کے بعد شاہ نعمت اللہ صاحب ساکن پھلواری کو اور پھر تھوڑا تھوڑا حال ہر جگہ کے بزرگوں کی نسبت اور کیفیت بھی بیان کی۔ اسی سلسلہ میں مہاراجہ بھوج کا ذکر کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ تاریخ فرشتہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ راجہ بھوج جو اجین کا راجہ بکرما جیت کی نسل سے تھا اس نے معجزہ شق قمر خود اپنی آنکھ سے دیکھا اور

اپنے دربار کے نجومیوں سے اس واقعہ کے متعلق دریافت کیا۔ کوئی نجومی جواب نہ دے سکا اور وہ کہنے لگے کہ اس قسم کے خسوف وکسوف کا ہماری کتابوں میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ راجہ کو اس پر اطمینان نہ ہوا۔ پھر اس نے ہر جگہ سے یہ خبر سنی کہ ایک ذات گرامی عرب میں (پیدا ہوئی) ہے جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور عربوں کے طلب کرنے پر شق القمر کا معجزہ دکھایا یہ ثابت ہے کہ سحر کا اثر آسمان پر نہیں ہوسکتا راجہ نے اس واقعہ کا بڑا اثر لیا اور اسلام سے اس کو محبت و رغبت پیدا ہوگئی اور اسنے اپنے دربار کے تین لوگوں بابا رتن، زنار دار اور اپنا باورچی اور بطور امتحان کچھ چیزیں پائجامہ، پان اور ہندی زبان میں گفتگو کی آرزو ظاہر کرتے ہوئے یہ تحائف بھیجے۔ جب یہ لوگ مکہ معظمہ پہونچے اور آنحضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے ان کو کھیم کسل فرما کر خطاب کیا اور تحفہ طلب کئے اور ازار بند اور اسباب برگ تمبول از قسم سہرتی طلب فرمائی یعنی پائجامہ کے لئے ازار بند اور پان کے لئے اس کے لوازمات طلب کئے بابا رتن نے یہ نقشہ دیکھ کر وہیں قیام کیا دوسرے ان کے ساتھی خوشی خوشی وطن لوٹ گئے۔ چنانچہ بابا رتن بعد وصال آنحضرت صلعم کے شہر فلان ہند میں جو مشہور و معروف ہے لوٹ آئے اور مقیم ہوگئے دوسرے راجہ نے بھی مشاہدہ شق القمر کیا ہے وہ بھی اسلام کا گرویدہ ہوگیا تھا۔

ایک شخص نے کہا کہ اس کے دل میں ایمان کی گنجائش پیدا ہوگئی ہے فرمایا محبت تو بلاشبہ پیدا ہوچکی تھی ایک مرید نے عرض کیا کہ دعوت کے قبول کرنے کا کیا حکم ہے فرمایا مطلق دعوت سنت ہے مگر امام احمد بن حنبل اور بعض دوسرے علماء نے ولیمہ کی دعوت کو یعنی شادی کے کھانے کو واجب بتایا ہے بشرطیکہ منکر نہ ہو۔ خواہ قبل خواہ بعد۔ اس کے قبول کرنے میں اگرچہ اماموں نے اس کو گناہ نہیں بتایا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا حضرت ابی ہریرہ کہتے ہیں کہ جس نے دعوت ولیمہ نہیں قبول کی اس نے خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ اگر کسی کو کہیں جاتا ہے اور دعوت قبول کرنے میں اس میں حرج ہوتا ہے فرمایا اگر یہ انکار دشمنی کی بناء پر نہیں ہے تو عذر کرسکتا ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ اگر ایسا شخص

جو ناجائز طریقہ سے کماتا ہے یا قوال جو مزامیر پر اجرت لیتا ہے اگر وہ ولیمہ کی یا اور کسی قسم کی دعوت کرے تو کیا حکم ہے فرمایا اگر وہ یہ کہے کہ یہ کھانا اپنی حلال آمدنی سے یا قرض لے کر پکوایا ہے تو اس کی بات کا یقین کرنا چاہیئے اور دعوت قبول کر لے۔

نیز ارشاد فرمایا کہ جو دعوت امر واجب کے لئے ہو وہ واجب ہے اور جو سنت کے ادا کرنے کے لئے ہو تو سنت ہے اور اگر کسی مباح کام کے لئے ہو تو اس دعوت کا قبول کرنا بھی سنت ہے بشرطیکہ منکر نہ ہو یا اس کو ذلیل سمجھ کر رد کی ہو۔ یہ کہ وہ شخص ذلیل ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے جلاہے اور حجام وغیرہ کی دعوت قبول فرمائی ہے۔ اور دعوت کے قبول کرنے میں کسی پیشہ یا آدمی کی تخصیص نہیں ہے۔ کراہیت نجاست کی آمیزش کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ پیشہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اگر ہاتھ پاؤں دھو کر صفائی کے ساتھ کھانا تیار کریں تو اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ایک شخص نے پوچھا کہ آنحضرتؐ جلاہے کے حق میں بد دعا فرمائی ہے فرمایا نہیں یہ غلط ہے۔ پھر ارشاد فرمایا ان لوگوں کی دعوت جن کا پیشہ حرام ہے۔ جیسے کنچنی وغیرہ ان کی دعوت قبول نہیں کرنا چاہیئے ارشاد فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے ولیمہ کے کھانے میں بہشت کا ایک قطرہ شامل ہوتا ہے اور پھر فرمایا یہ بھی آیا ہے کہ سب سے بڑا کھانا ولیمہ کا کھانا ہے جس میں صرف اغنیا کو مدعو کیا جائے اور فقرا کو دعوت نہ دی جائے۔ مرید نے عرض کیا کہ بعد طعام ہاتھ کو ارد گندم میں دھونے کے متعلق کیا حکم ہے۔ ارشاد فرمایا کہ بعض فقہا منع کرتے ہیں چنانچہ مولوی نذر محمد صاحب بڑے عالم تھے وہ بہت منع کیا کرتے تھے ایک دن والد ماجد کے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے تھے والد صاحب نے فرمایا ابو داؤد نے حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ نے حیض کے خون آلود کپڑوں کو نمک سے صاف کرنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا چونکہ نمک بھی کھی ایک محترم چیز ہے اور جیسے کہ دوسرے کھانے محترم ہیں پس اس روایت سے معلوم ہوا کہ ارد گندم سے پاک کرنا جائز ہے لیکن کھانے کے علاوہ دوسری چیزوں سے اگر دھویا جائے جو اس کام میں استعمال کی جاتی ہیں تو زیادہ بہتر ہے ورنہ مجبوری کی حالت میں ارد گندم سے طہارت حاصل کی جا سکتی ہے ؎

لا و لا لا لب و لا لا کشش مہ است ٭ لل کط کط لل مشہور و کوتہ است

فرمایا بڑے دن میں دہلی میں ۳۴ گھڑی حیدر آباد میں ۳۰ گھڑی اور کم کم میں ۲۵ گھڑی بلغار میں ۲۵ گھڑی اور ملک نیمروز میں کہتے ہیں اور بعض جگہ ۲۰ ساعت کی رات ہوتی ہے کہ نماز عشا بعض فقہا کے نزدیک فرض ہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ دس گھڑی شفق احمر رہتی ہے۔ کہ جو مغرب کا وقت ہوتا ہے اور دس گھڑی سے صاحبین کے نزدیک صبح ہو جاتی ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب نہیں ہوتی اسی وجہ سے طلوع و غروب میں اس ملک میں چار گھڑی کا فرق ہے اور دہلی سے بنگال تک ایک گھڑی اور سندھ میں دو گھڑی اور ان ممالک میں جو قطبین کے تحت واقع ہیں چھ مہینہ کی رات اور چھ مہینہ کا دن ہوتا ہے اور صبح صادق سے طلوع آفتاب کا وقفہ تقریباً سات دن کا ہوتا ہے۔ چنانچہ فرنگیوں کے ارض جدید (امریکہ) میں ایک رات دن کا فرق ہے اور کرہ کے موافق وہ بغداد کے محاذ میں واقع ہے۔ اس سے پہلے لوگ جانتے تھے کہ سولہ درجہ صرف آبادی تھی۔ اب فرنگیوں نے ۲۵ درجہ آبادی قرار دی ہے۔

تذکرۂ فرمایا بعضے لوگ حدیث کی اتباع کرتے ہیں اور بعض فقہ کی اور اپنی اپنی دلیلیں مناظرہ میں پیش کرتے ہیں

فرمایا کہ جب حدیث کی صحت پورے طور سے معلوم ہو جائے تو اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اور جیسا کہ بعض اکابر صحابہ کا مذہب ہے۔ مثل حضرت عمر، حضرت علی تیمم کے عدم جواز میں اور ام ولد کے بیع کی صحت میں حدیث معلوم ہونے کے بعد اپنے مذہب سے رجوع کر لیا تھا۔ پس امام ابو حنیفہ کا قول بھی اسی طرح سے ہے لیکن ہر ایک کے لئے الگ الگ توجیہ ہیں اور ہر ایک کو اس پر اجر ملے گا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے بنی قریظہ پر ایک لشکر روانہ کیا اور فرمایا کہ نماز بنی قریظہ میں پڑھنا بعض صحابہ نے آنحضرت کے اس حکم کے ظاہر معنی پر عمل کیا اور نماز قضا کی اور بعض صحابہ نے نماز ادا کر کے لشکر کے ساتھ گئے اور سمجھ لیا کہ آنحضرت کا مدعا تعمیل حکم میں تاخیر نہ کرنے سے ہے۔ آنحضرت نے یہ واقعہ معلوم ہونے کے بعد فرمایا کہ سب نے ٹھیک کیا۔ اس طرح سے چاروں صحابہ کا کلام اللہ شریف سے قسم کھانے کے بارے میں وقت نکالنے کا ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا اجتہاد اس موقعہ پر جائز ہے جہاں حدیث کی بابت صحیح ہونے کا پورا پورا

۱؎ کم کم (کولم) موجودہ کوئین جو تراونکور کوچین کا علاقہ ہے مالدار اور خوبصورت شہر ہے پہلے بندرگاہ تھا جہاں سے جہاز عدن جاتے تھے (عرب و ہند کے تعلقات ص۲۹)

ثبوت نہ مل سکے۔

سائل کے جواب میں فرمایا کہ آنحضرت نے کبھی پشتو نہیں بولی مگر افغان اس کا دعویٰ کرتے ہیں اور فارسی زبان بھی معمول سے زیادہ جو اس وقت مروّج تھی نہیں بولی۔ آپ ہمیشہ عربی زبان میں گفتگو فرماتے تھے۔ صاحب تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہندی زبان میں گفتگو فرماتی ہے۔ سلمان فارسی شیراز کے ایک قصبہ کے رہنے والے تھے۔ یا ابا درد شکم بدرد ؟ تورانیوں کے محاورے کے موافق (یہ فقرہ) استعمال کیا ہے۔ کیونکہ وہ ظرف کلمہ کی یے کو پیچھے کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

ایک سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ عالم کو حافظ پر فضیلت ہے۔ جیسا کہ معنیٰ کو الفاظ کے اوپر فضیلت ہے۔ لیکن ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا مناسب نہیں۔ واللہ اعلم بظاہر اسی طرح سے حدیث میں آیا ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں جن پر قرآن لعنت کرتا ہے یعنی وہ ظلم بھی کرتے ہیں اور قرآن کی تلاوت بھی کرتے ہیں اور بے عمل علماء کے بارے میں حدیث میں وعیدا دربرائی آتی ہے۔ پھر فرمایا علم دین غذا ہے اور دوسرے علم مصالحہ کی مانند ہیں پھر فرمایا تیس سال سے دین کا کچھ چرچا ہے ورنہ صبح سے شام تک بجز معقولات کے حدیث و تفسیر کی کتابیں کوئی کھول کر بھی نہیں دیکھتا تھا اور نہ کوئی پڑھتا پڑھاتا تھا اور نہ اس کے متعلق مسائل دریافت کرتا تھا اور نہ کوئی حق کا طالب تھا اب الحمدللہ اس کا بہت رواج ہو گیا ہے۔

ایک مرید نے عرض کیا کیا طاق تاریخوں میں نکاح کا منعقد کرنا ممنوع ہے فرمایا نہیں ہم مسلمانوں کے نزدیک کسی تاریخ کی تخصیص نہیں مگر جس دن دلہن گھر رخصت ہو کر آئے وہ مبارک دن ہونا چاہیئے اور بہتر ہے پنجشنبہ یا دوشنبہ کا دن ہو ورنہ ہر دن خدا کا دن ہے۔ ارشاد فرمایا (اولیا) اور رجال الغیب کے علاوہ ہمارے نزدیک دوسرے آدمی کا کوئی اثر نہیں اور علماء کے نزدیک بھی کسی کی کوئی حقیقت نہیں مگر بعضے اہل کشف نے اپنا تجربہ بیان کیا ہے۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ اگر حافظ ایک ختم قرآن کے بعد دوسرا قرآن ختم کرے تو کیا سنت کے مطابق ہو گا یا نہیں فرمایا ہاں یہ بھی جائز ہے جو لوگ اس کو جائز نہیں سمجھتے وہ متشدد ہوتے ہیں۔ ایک مرید نے

عرض کیا کہ حدیث میں ناسخ منسوخ کو کس لیے مبرہن نہیں کیا ارشاد فرمایا کیا ہے لیکن یہ اشتباہ کبھی دور نہیں ہوسکتا کیونکہ اس میں کثیر اختلاف ہے۔

ایک مرید نے عرض کیا جب حدیث صحیح معلوم ہو جاتے پھر کیوں ایسی حدیث پر عمل کیا جاتے جس کے منسوخ ہونے پر شبہ ہو اور دوسرے معنی پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا ارشاد فرمایا اس وقت طبیعت قدرے کمزور ہے مگر مختصر طور پر میں بتلاتا ہوں کہ فقہا اس کے قائل ہیں کہ مجتہد کے قول پر عمل کرنا چاہئے اور محدثین کہتے ہیں کہ حدیث پر عمل کیا جائے اور شبہ اور احتمال جو دلیل نہیں بن سکتے ان کو ایک طرف کر دے پھر فرمایا اس امر میں والد صاحب کا مذہب بہت خوب ہے یعنی اگر مجتہدوں میں سے کسی ایک نے بھی اس پر عمل کیا ہے تو حدیث کو ترجیح ہے اس پر عمل کیا جائے ورنہ مجتہد کے قول پر عمل کرے اس کے لئے تمام مجتہدین کا اس حدیث کو قبول نہ کرنا اور اس معاملہ میں سکوت اختیار کرنا خالی از علت نہیں اور اس قسم کی شاید چار حدیثیں ہوں گی جس کی بابت صحت ثابت ہو جاوے اس پر عمل کریں ورنہ کسی جاننے والے سے دریافت کر کے اس پر عمل کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

ارشاد فرمایا صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سورہ یٰسین ایک مرتبہ پڑھے تو اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا بغیر یٰسین کے پورے قرآن کو دس مرتبہ پڑھنے پر اجر ملتا۔ ایک بزرگ نے پوچھا کہ کیا ہندوؤں کو بھی ذات احدیت کی طرف رسائی ہوسکتی ہے، ارشاد فرمایا کہ فنا و بقا کا درجہ ان کو حاصل نہیں ہوسکتا اس لیے حق کا مشاہدہ کبھی نہیں کرسکتے ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

پھر فرمایا کہ توجہ ذات احدیت کی طرف ہوسکتی ہے اور کسی قدر صفائی قلب بھی حاصل ہو جاتی ہے، وہ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ وصول حق کا درجہ حاصل ہو گیا چنانچہ شیخ علی ہمدانی کا ایک ہندو کے ساتھ فنا و بقا کے مسئلہ میں دو انگلی کم ہونے کا واقعہ بیان فرمایا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ کلمہ کے دل میں

راسخ ہونے کے بعد کہ جو حقیقی اسلام ہے نماز اور روزہ فرض جاتا ہے، یا صرف اس کلمہ کے زبان سے اظہار کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ایمان کے دو رکن ہیں ایک تصدیق قلب، دوسرا اقرار لسان اس کا اظہار کسی ایک آدمی کے سامنے بھی ثابت ہو جائے تو نماز روزہ اس کو ادا کرنا چاہیئے۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے چودھویں تاریخ کا چاند نکل آیا ہے آپ نے فرمایا وبائے مرگ پھیلنے والی ہے۔ پھر عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آفتاب غروب کے قریب ہے فرمایا مولوی رفیع الدین، دین کی موت آفتاب کے غروب ہونے سے مراد ہے۔ پھر فرمایا ایک شخص شورش و وجد کی حالت میں کہہ رہا تھا کہ عشق بازی بڑی مشکل چیز ہے، ایک اور شخص دنیا کے مخمصوں میں مبتلا تھا اس نے بے قابو ہو کر کہنا شروع کیا قبیلہ داری مشکل ہے۔ پھر ایک شخص کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ امام کسی نمازی کے شریک ہونیکی خاطر قرآت میں طول کر دے جائز ہے، چنانچہ اسکے برعکس آنحضرتؐ نے عمل فرمایا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ بعض وقت میں لمبی قرآت کرنا چاہتا ہوں لیکن جب میرے کانوں میں بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو میں قرات کو مختصر کر دیتا ہوں۔ پس لبطریق اولی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ہر نماز میں عجیب عجیب نکتے ہیں اور بڑے بڑے اسرار پنہاں ہیں، یعنی نماز ایک جامع عبادت ہے۔ آنکھ، پاؤں، دل، غرضکہ سب اعضا اس میں پابند ہوتے ہیں، اسی لئے ہاتھوں کو ہاتھوں پر باندھنا اس غرض کو ظاہر کرتا ہے ورنہ ہاتھ بندھے نہ ہوں تو پھر کسی دوسرے شغل میں مشغول ہو جاتے ہیں اور ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنا جس کو وضع کہتے ہیں، اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے پکڑنا جس کو قبض کہتے ہیں حدیث میں دونوں کا ذکر ہے۔ اکثر آنحضرتؐ اور صحابہ رضی اللہ عنہ وضع فرماتے تھے اس طرح کہ سیدھا ہاتھ الٹے ہاتھ کی پشت پر بغیر اسکے کہ خنصر اور بنصر انگلیوں سے دوسرے ہاتھ کی گرفت کی جائے اور اگر بجائے وضع کے قبض کرے جیسا کہ بعض صحابہ اس کے قائل تھے اور فقہا کا مذہب ہے۔

ارشاد فرمایا بعض اوقات غلبہ حال کے سبب سے امر مصروف بالکل ترک ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت امیرؓ نے عید کے دن لوگوں کو نوافل پڑھنے سے منع نہیں کیا۔ لوگوں نے کہا کہ اے امیر ذکو

فرمایا ہرگز منع نہ کروں گا۔ ارایت الذی ینھی عبدا اذا صلی ۵

تو برائے وصل کردن آمدی

نے برائے فصل کردن آمدی

پھر فرمایا علمائے ظواہر اس مسئلہ میں بڑا غلو کرتے ہیں۔ لیکن صوفی منش (علمائے معنوی) اس حال کو خوب سمجھتے ہیں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، پھر جمعہ کے دن سوال کرنے والوں کو بھیک مانگنے سے روکا اور ان کو سنا دی بات اور تھی یعنی مال دنیا کی طمع کی وجہ سے گداگری عمل کرتے ہیں ارشاد فرمایا کہ ابراہیم کوروی کی "تاریخ وفات یہ ہے۔ وانا بفراقک لمحزونون یا ابراہیم

پھر فرمایا کہ امام مالک کی تاریخ ولادت یہ ہے۔ مولدہ نجم ھدی ......؟

حضرت عبدالاحد نقشبندی نے مسجد زینت المساجد کی تاریخ یہ لکھی ہے: لمسجد اسس علی التقویٰ من اول یوم

ارشاد فرمایا بعض چیزیں ہر ملک میں ہوتی ہیں جیسے گدھے، کتے، وغیرہ بعض چیزیں بعض ملکوں کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں، جیسے بھینس ہندوستان، مصر، بغداد، روم، حجاز، عجم وغیرہ ملکوں میں پائی جاتی ہے، اس کے برخلاف قطبی، شافیہ اور کافیہ وغیرہ کتابیں ہر ملک میں ملتی ہیں۔

فرمایا کہ علم حدیث مدینہ سے والد ماجد لاتے اور مدینہ سے رخصت ہوتے وقت اپنے استاد سے عرض کیا تھا کہ جو کچھ میں نے پڑھا تھا وہ فراموش کر دیا۔ بجز علم دین (حدیث) کے جو مجھے محفوظ ہے۔

ارشاد فرمایا والد ماجد آنحضرتؐ کے بڑے شیدائی تھے۔ اور بڑے بڑے قصائد حضورؐ کی شان میں لکھے ہیں۔ جو وہ مہینہ کامل حرمین شریفین میں قیام کیا تھا اور حدیث کی سند حاصل کی۔ بعض جگہ استاد[1] کہتے تھے کہ اس حدیث کے معنیٰ تم بیان کرو اور

۱؎ شیخ تاج الدین قلعی حنفی۔ انسان العین فی مشائخ الحرمین ص ۱۴

سند میں بھی اجازت لکھی ہے کہ سند مجھ سے حاصل کی ہے اگرچہ مجھ سے بہتر ہیں۔

ایک سائل کے جواب میں فرمایا جو جانور حلال ہیں ان کا لعاب دہن اور جھوٹا اور پسینہ سب پاک ہیں جب تک کہ وہ جانور مردار نہ کھاتا ہو۔ چونکہ ایسے حلال جانور جو مردار اور نجاست کھا لیتے ہیں ان کو جب تک کچھ دن کے لئے قید نہ رکھا جائے ذبح نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ مرغی کو تین دن اس کے لئے اور سات دن گائے کے لئے حبس میں رکھنا ضروری ہے۔

تذکرۃً فرمایا حضرت علی جب کبھی کوفہ کے بازار سے گزرتے تھے تو بچے آپ کو بزرگ شکم (یعنی بڑے پیٹ والا) کہہ کر پکارتے تھے۔ حضرت نے جب تفحص کیا تو فرمایا ہاں ٹھیک ہے اعلاھا علم واسفلھا طعام۔ اوپر کے حصہ میں علم ہے اور نیچے غذا ہے۔

پھر فرمایا کہ ہر آدمی کے لئے چار سن ضروری ہیں اسی مناسبت سے خلافت راشدہ کے چار درجہ ہیں اعہد حضرت ابوبکرؓ کہ وہ بچے کی مانند باوجود کمزوری کے اس میں نشوونما مکمل ہوتا ہے۔ دوسرا عہد حضرت عمرؓ کہ وہ شباب کا زمانہ، تیسرا عہد حضرت عثمانؓ کہ جو انحطاط (کہولت) کا دور ہے۔ بعض چیزیں درست اور بعض غیر درست۔ چوتھے حضرت علیؓ کا عہد کہ جو سن پیری کے مشابہ ہے۔ پھر فرمایا کہ کوئی صحابی ہندوستان میں تشریف نہیں لائے البتہ خالد بن ولید بن مغیرہ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں صوبہ دار رہے۔ خیبر کا قلعہ ان کا ہی تعمیر کردہ ہے، اس وقت ملک سمرقند بھی فتح ہوا تھا۔ اندلس سے کابل تک طول وعرض بھی یکساں ہے اور طرفہ یہ ہے کہ جو ملک بھی خلفاء کے عہد میں فتح ہوا وہاں سوائے اسلام کے کوئی دوسرا مذہب رائج نہیں ہے۔ گویا سب باہم ایک ہی گروہ کے لوگ ہیں اور جو مقامات اور ملک آنحضرتؐ نے فتح کئے تھے وہاں تو اسلام ہی ہے۔ اور جزیرۃ عرب میں مشرک کا نام تک نہیں ہے۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ ترکوں کو چھوڑ دو اور ان سے تعرض نہ کرو تاکہ تم کو وہ ایذا نہ پہنچائیں۔ یعنی خطا وختن کے لوگوں سے تعلق نہ رکھو۔ چنانچہ جب ان لوگوں کو غلبہ ہوا، جیسے چنگیز خاں وغیرہ نے اہل اسلام کو ایذا پہنچائیں اور حبش کے لوگوں سے بھی بے تعلق رہو جب تک وہ تم کو چھوڑے رہیں۔ اس قوم کا غالب ہونا تقدیری امر ہے۔

ارشاد فرمایا ملا جامی امام محمد شیبانی کی اولاد میں سے ہیں اور شیبان عرب میں ایک قبیلہ ہے، ایک مرید کے پاس طلبی کے دو خط آئے نہ جانے کی صورت میں بڑا نقصان تھا وہ متردد تھے کہ جائیں یا نہ جائیں۔ بھرا ہی کا قصد کیا اس کی تحقیق سے منع فرمادیا، پھر مرید نے عرض کیا کہ شاید چھوٹنے کا اتفاق ہو جائے، فرمایا ؎

گر در یمنی چو با منی پیش منی

پھر فرمایا کہ تمہارے قلب کی حالت اچھی معلوم ہوتی ہے اور یہی خوشی و ترقی کا موجب ہے عرفائے کاملین ہمیشہ خوش و خرم رہتے ہیں اور ہر آن ترقی کے مدارج طے کرتے ہیں۔

ایک مرید نے سوال کیا کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی ریش مبارک بطریق عادت تھی نہ بسبیل عبادت فرمایا نہیں ایسا نہیں تھا بعض احادیث سے ڈاڑھی رکھنے کے متعلق تاکیدی حکم ثابت ہوتا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے یہود کے خلاف کرو، یعنی ڈاڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو تراشو، نیز انبیاء علیہم السلام کی بھی یہ سنت رہی ہے پس ایسا فعل یا تو واجب ہوتا ہے یا سنت موکدہ۔

پھر ایک مرید نے پوچھا ڈاڑھی کی شرعی مقدار کیا ہے ارشاد فرمایا کہ سچ تو یہ ہے کہ اس کی بابت وضاحت نہیں۔ لیکن بعض صحابہ جیسے حضرت عبداللہ بن عباسؓ یکمشت ڈاڑھی رکھتے تھے اور زائد کو تراش ڈالتے تھے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ڈاڑھی یکمشت سے کم تھیں اور حضرت حسنینؓ کی ڈاڑھیاں لانبی تھیں۔ آنحضرت کی ریش مبارک ایک مٹھی تھی، اور آنحضرت طول و عرض میں جو بال غیر موزوں دیکھتے اس کو کترواد یتے۔

پھر ارشاد فرمایا جو لوگ مورچہ سے بال اکھڑواتے ہیں وہ مثل منڈوانے کے ہے۔ اتنی مقدار ڈاڑھی کی ہونی چاہیئے کہ دیکھنے والا اس کو ڈاڑھی سمجھ سکے۔ کسی نے پوچھا کہ کفار سے جو امور خرق عادت ظاہر ہوتے ہیں انہیں کیا کہنا چاہیئے۔ ارشاد فرمایا کہ خرق عادت کی چھ قسمیں ہیں اول معجزہ جو کفار کے مقابلہ میں نبی سے ظاہر ہو جیسے آنحضرتؐ سے بے شمار معجزات ظاہر ہوتے دوسرے کرامت جو اولیا سے صادر ہو۔ جیسے خواجہ معین الدین چشتیؒ و دیگر اولیا سے صادر ہوئے۔ تیسرے ارہاص جو نبوت سے پہلے

یا ولایت سے پہلے ظاہر ہوں۔ چوتھے عام مومنین کے حق میں جیسے دعا وغیرہ کی قبولیت اور اجابت وہ مومن خواہ عابد، زاہد ہوں یا فاسق و فاجر۔ پانچویں قسم استدراج جو کفار کی طرف سے مقابلہ اور دعوے کے طور پر واقع ہو۔ یعنی درجہ بدرجہ اس کو اور اس کے متبعین کو گمراہی کی طرف کھینچا۔

تفعل بھا من تشاء

نیز ارشاد فرمایا کہ جب میں نے بہت غور کیا تو اس نتیجہ پر پہونچا کہ زمانہ سابق میں استدراج دیکھنے میں آتا تھا اور فی زمانہ بجز تلبیس ابلیس کسی کا وقوع نہیں جیسے کسی چیز کو دور سے جن وغیرہ کے ذریعہ یا جادو منتر کے ذریعہ طلب کرنا یا اس کے متعلق معلومات حاصل کرنا یا کسی قدر صفائی قلب کے ذریعے چھپے امانت کہ جو دعوے کے مخالفت میں واقع ہو، جیسے مسیلمہ کذاب کو بار ہا پیش آیا۔ جیسا کہ ایک درزی مسیلمہ کے لئے ایک عمدہ قسم کی قبا سیکر لایا تھا۔ مسیلمہ نے خوش ہو کر اس سے کہا مانگ کیا مانگتا ہے اس نے کہا کہ ایک آنکھ میری خراب ہے یہ ٹھیک ہو جائے۔ جب اپنے ہاتھ اسکی آنکھوں پر ملے بالکل اندھا ہو گیا۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ اگر اس قسم کے امور نیکوں سے صادر ہوں تو اس کو کیا کہیں گے فرمایا اس کو تنبیہ کہتے ہیں اسی ضمن میں فقرائے رسول شاہی وغیرہ کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا ان سے ملاقات نہ کرنا چاہئے ورنہ قلب میں، بڑی کدورت پیدا ہونے لگتی ہے بلکہ ہندو جو دنیادار ہیں ان سے ملنے جلنے میں چنداں کدورت نہیں ہوتی۔

ارشاد فرمایا کہ میر علی ہمدانی کی چالیس غزلوں کا ثبوت بہم پہونچا ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ یعنی چالیس مہمانوں کو مدعو کیا تھا ہر شخص کے پاس پہونچے اور ہر ایک کو ایک ایک غزل لکھ کر دے آئے اب ان لوگوں میں باہم یہ نزاع تھا (یعنی ہر ایک یہ کہتا تھا۔ اس وقت حضرت میرے پاس موجود تھے) تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایک ہی وقت میں آپ ہر جگہ موجود تھے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے سب کی روحیں قبض کرتے ہیں یہی قول صحیح ہے اور عزرائیلؑ کے تابعین اس کی تکمیل میں کوشاں رہتے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ چار دن مقرب فرشتوں کو شب برات کو ایک ایک دفتر دیا جاتا ہے

حضرت اسرافیل کو حکم ہوتا ہے کہ لوحِ محفوظ میں سارے آئندہ کے پیش آنے والے امور پھر ہر ایک کارکن کے سپرد کردیں اور موت، مصائب، امراض وغیرہ کی تفصیلات بقید تشخص وتعین وقت حضرت عزرائیل اوران کے متبعین کے حوالہ کئے جاتے ہیں اور رزق وبارش، غلہ کی پیداوار وغیرہ بقید قطعات وملک بلکہ ہر ہر شاخ اور ایک ایک دانہ کی تفصیلات حضرت میکائیل اوران کے متبعین کے سپرد کئے جاتے ہیں اور لشکروں کی شکست کے معاملات اور ایک قوم کا دوسری قوم پر غالب آنا دوسرے کا مغلوب ہوجانا اور ولایات، و خدمات قطبیت، غوثیت، ابدالیت وغیرہ نیز عباد وزہاد کی عبادات واذکار کی قبولیت اور عدم قبولیت یہ سب امور حضرت جبرئیل اوران کے متبعین کے حوالے کئے جاتے ہیں اور انسانی اور حیوانی روحوں کا پھونکنا اوران سے متعلق امور مثلاً نکاح، ازدواج وغیرہ وغیرہ ودیگر معاملات حضرت اسرافیل کی سپرد ہوتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

ارشاد فرمایا حضرت غوث اعظم کی تاریخ ولادت مندرجہ ذیل شعر میں مذکور ہے ؎

سنینش کامل وعاشق تولد
۹۱ ۴۷۱
وفاتش داں تو معشوق الٰہی
۵۶۲

اور حضرت غوث اعظم کی وفات ۵۶۲ھ میں ہوئی۔ ارشاد فرمایا کہ امام بخاری کا مادہ تاریخ یہ ہے:- ولد فی صدق وعاش حمید اومات فی نور
۱۹۴ھ ۶۲ ۲۵۶ھ

ارشاد فرمایا شاہ عالمگیر کی حفظ قرآن کے شروع کرنے کی تاریخ کسی مورخ نے خوب کہی ہے۔ سنقرئك فلا تنسیٰ
۱۰۶۲ھ

اور حفظ کر لینے کی تاریخ فی لوح محفوظ ہے۔
۱۰۷۸

پھر فرمایا ایک بادشاہ نے انگوٹھی پہن کر اس کی تاریخ پوچھی۔ شاعر نے کہا انگشتری بار دیگر پوشید گفت دو انگشتری، فرمایا حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی وفات
۶۳۳ھ

دو مہینے کے فرق سے واقع ہوئی ان کی تاریخ وفات ۔ خواجہ جیو ملی ہے ۔ حضرت مدظلہ کی تراویح پڑھانے
۶۳۴ھ
کی تاریخ مندرجہ ذیل اشعار میں ہے ؎

عبدالعزیز آن خلف خاندانِ فضل ٭ کز کودکیست لطف ازل را بادشمول

درگاہوارہ بود کہ باشیر دایہ ٭ انوار شد از و بدل زرش حلول

گفتند قدسیاں کہ تراویح تو قبول
۱۱۷۵ھ

حضرت مدظلہ کی تراویح پڑھانے کا مادہ تاریخ یہ آخری مصرع ہے ۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حافظ کے جسم کو زمین نہیں کھاتی ہے ۔ جیسا کہ کتاب میں اس کا ذکر بتایا جاتا ہے ۔

ارشاد فرمایا میں نے کسی کتاب میں یہ نہیں دیکھا لیکن تجربہ سے ثابت ہے ۔ چنانچہ محمد علی نامی ایک بزرگ نے اپنا چشم دید واقعہ بیان فرمایا کہ گجرات میں شاہ دولہ سے لاہور کی طرف تین دن کی مسافت کے فاصلہ پر دریائے چناب کے کنارے دو قبریں تھیں ، لوگوں نے دریا کی طغیانی کے خطرے کی وجہ سے ان دونوں قبروں کو کھود کر دوسری جگہ منتقل کیا ایک لاش کا کفن ضرور میلا ہو گیا تھا اور دوسری لاش کا کفن سفید اجلا تھا لیکن لاشیں دونوں صحیح سالم اصلی حالت میں تھیں ۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں حافظوں کی قبریں تھیں ۔ ایک باوضو قرآن کی تلاوت کیا کرتا تھا لیکن دوسرا اس کا زیادہ اہتمام نہ رکھتا تھا ۔ ایک بزرگ نے پوچھا جنابت کی حالت میں قرآن شریف بچوں کو پڑھانے کا کیا حکم ہے ۔ **ارشاد فرمایا** کہ پورا کلمہ نہ پڑھے مثلاً الحمد للہ کہہ کر تھوڑے سے وقفہ کے بعد رب العالمین کہے اور اسی طرح حائضہ عورت بچوں کے پڑھانے میں عمل کرے ۔

پھر **ارشاد فرمایا** حضرت سید راجی حامد شاہ جو ہمارے سلسلہ کے پیروں میں سے ہیں اور ہمارا سلسلہ ان بزرگ تک منتہی ہوتا ہے ، ساٹھ سال کے قریب ہو گئے نادر شاہ کے زمانہ میں مانک پور میں ان کے مزار شریف پر ایک درخت اُگ آیا تھا اس لئے اس قبر کے کھودنے کی ضرورت محسوس ہوئی ، شہر اور اطراف واکناف شہر کے لوگ اس کے دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے ، جب قبر کو کھودا گیا تو دیکھا کہ لاش صحیح وسالم ہے ۔ کفن تک میلا نہیں ہوا ہے اور سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ان کی ریش مبارک

کافی دراز ہوگئی ہے اور سر کے بال بھی کافی بڑے ہوگئے ہیں اور اس سے زیادہ عجیب یہ کہ ان کے ایک شانہ پر رومال اور مسواک ہے اور دوسرے شانہ پر تسبیح اور یہ سب چیزیں صحیح وسالم موجود ہیں۔ اس قصہ کو ایک بڑی جماعت نے نقل کیا ہے۔ ان لوگوں میں محمد نعمان صاحب بریلوی، قطبی سادات کے پیرزادہ متقی اور پرہیزگار وہ بھی اس کے دیکھنے والے تھے بلکہ ان بزرگ کی اولاد میں سے بعض جو رافضی ہوگئے تھے یہ کرامت دیکھ کر مذہب تشیع کو ترک کر کے سنی ہوگئے۔

ارشاد فرمایا کہ حکماء نے مردہ کے جسم کے پھولنے اور پھٹنے کے متعلق یہ تحقیق کیا ہے کہ جس جسم میں چربی وگوشت کم ہوتا ہے، وہ پھولتا نہیں بلکہ خشک ہوجاتا ہے اور ہم مسلمان اس خوش فہمی میں ہیں کہ یہ کوئی کرامت ہے۔ چنانچہ یہ خوارق عادت سے ہے اور (محمد بن سلیمان جزولی شافعی) صاحب دلائل الخیرات کا حال بھی [1] اسی قبیل سے ہے۔ بلکہ کسی نے ان بزرگ کی پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھ دیا جو خون سے آلودہ ہوگیا اور تمام جسم زندوں کی طرح تر وتازہ تھا اور تمام جنگل اس کی خوشبو سے مہک رہا تھا بہت سے لوگوں نے اس خوشبو کو محسوس کیا اور یہ روایت تواتر سے ثابت ہے۔

ایک بزرگ نے پوچھا ظہر سے پہلے کی سنتیں جو جماعت کھڑے ہونے کی وجہ سے فوت ہوگئیں ان کا کیا حکم ہے۔ فرمایا مستحب ہیں اگر پڑھ لے بہتر ہے ورنہ خیر لیکن بعد نماز اس کے ادا کرنے میں فقہا کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ظہر کے بعد کی دو سنتوں سے پہلے ان کو ادا کیا جائے بعض اس طرف گئے ہیں کہ پہلے دو رکعتوں کو پڑھا جائے اور ان کے بعد چار رکعت کو ادا کیا جائے اور ہر فقیہ نے اپنے اپنے قول کی لطیف وجہیں بیان کی ہیں۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ سورہ واقعہ کی تاثیر اور خاصیت جیسا کہ بزرگوں کے ملفوظات میں

---

[1] دلائل الخیرات وشوارق الانوار فی ذکر الصلوٰۃ علی النبی المختار مصنفہ شیخ ابوعبداللہ محمد بن سلیمان بن ابی بکر الجزولی السملالی الشریف الحسنی ۸۷۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

لکھا ہوا، پڑھا ہے کیا وہ صحیح ہے۔

ارشاد فرمایا کہ پنج سورہ جو بزرگوں کا معمول رہا ہے ان سورتوں میں سے تین سورتوں کا ثبوت تو حدیث سے ثابت ہے، بعد فجر صادق اور بعد مغرب سورہ واقعہ کو مداومت سے پڑھنا قضائے حاجت کے لئے موثر ہے اور جو شخص اس کو پابندی سے پڑھتا ہے اس کو کبھی فاقہ نہیں ہوگا۔ یہ بات تجربہ سے ثابت ہے۔

اسی طرح سورہ ملک سونے سے قبل بعد نماز عشا کے پڑھنا تخفیف عذاب قبر کے لئے مفید ہے اور سورہ انا فتحنا ظہر کی نماز کے بعد اور سورہ عم یتساءلون عصر کے بعد پڑھنے میں جو خاصیتیں بتائی جاتی ہیں ان کا ثبوت نہیں ملتا۔

ایک بزرگ نے پوچھا، اہل اسلام کی حکومت ہندوستان میں کب سے ہے اور خلفائے عباسیہ کی خلافت اور ان کا تدین اور سادات کو ایذارسانی اور ان کے اوصاف بیان فرمائے۔ اسی ضمن میں ملک ہفت اقلیم کی تقسیم اور ہر ایک کے پانچ پانچ حصے اور ہر حصے کے مسلمانوں کی حکومت کا حال تا شمس الدین التمش جو غلامان غلام محمود غزنوی کا تھا اور اس کا باپ سامانیاں سے تھا، خلفائے عباسیہ اور اسلام کی فتوحات اور ایاز کا ذکر کیا، محمود کا واپس آنا اور مساجد کی تعمیر کے بعد واپس جانا، راجوں کا پھر غلبہ پانا اور صوبہ داروں کا شہید ہونا مثل سپہ سالار مسعود غازی اور شمس الدین التمش کی بعض کرامتیں اور حوض شمسی کی تعمیر[1] اور اس کا اپنی محبوبہ کنیز پر قادر نہ ہونے کے بارے میں عنایت الٰہی کا شامل حال ہونا اور اپنے محرم شرف الدین سہروردی سے اس کی حقیقت کا معلوم کرنا بیان فرمایا۔

---

[1] شمس الدین التمش میٹھے پانی کا حوض تعمیر کرنے کے لئے جگہ کے متلاشی تھے، جگہ دیکھ کر آئے رات کو نماز پڑھ کر مصلے پر سو گئے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلعم وہیں گھوڑے پر سوار ہیں وہ آپ کے سامنے جاکر گر پڑا اور جب اٹھا تو زمین پر گھوڑے نے ٹھوکر ماری، جس سے پانی نکلنے لگا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اس جگہ حوض بنواؤ۔ چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی وہی حوض شمسی کہلاتا ہے۔ (فوائد السالکین)

اس اثنا میں ایک مرید نے عرض کیا کہ جب اشیاء بنفسہا ظاہر ہیں اور طہارت محض اپنے علم میں ہونا چاہیئے خدا کے علم کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہے پھر اس معاملہ میں اتنی مشقت کی کیا ضرورت ہے۔ ارشاد فرمایا یقیناً یہ ہی خدا کا بڑا احسان ہے۔ پھر ایک شخص نے چھتلی قبر کے متعلق دریافت کیا ارشاد فرمایا کہ مجدالدین نام کے ایک بزرگ اس شہر کے آباد ہونے سے پہلے اس جگہ رہتے تھے اور دوسرے چار قبریں آپ نے ہر ایک کے الگ الگ نام بتاتے۔ کسی نے پوچھا کہ یہ لوگ خواجہ معین الدین چشتی کی اولاد میں سے ہیں فرمایا ممکن ہے کہ ان کی اولاد میں سے ہوں۔ اگرچہ لوگ ان کی اولاد میں سے ان کو کہتے ہیں جو آجکل اجمیر شریف کے صاحب سجادہ ہیں۔ شاہجہاں کی بیٹی (جہاں آرا بیگم) ان کی بہت معتقد تھی۔ اپنے گلے کا موتیوں کا ہار حضرت خواجہ کے چوکھٹ پر آویزاں کیا تھا۔ اور سجادگی کے قوانین بھی اس نے بنائے تھے اور ان کی اولاد کا سلسلہ نسب بھی درست کیا تھا حضرت کے اخلاق میں کوئی شبہ نہیں ہے چنانچہ خواجہ خاقان گوالیری بلاشبہ حضرت کے فرزند ہیں۔ اور حضرت قطب الدین کے صاحبزادے شاہی نامی حضرت کے فرزند کے فرزند تھے جن کی اولاد نہیں ہوئی۔ اسی ضمن میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے دربار دہلی تشریف آوری کا تذکرہ فرمایا ایک مرتبہ تو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے ملاقات کے سلسلہ میں اور دوسری مرتبہ زمین یعنی خاندان کے مزارات کے لئے جگہ حاصل کرنے کے لئے بادشاہ سے اجازت نامہ لینے دہلی تشریف لے گئے اور خواجہ قطب الدین کے پاس مقیم ہوتے۔) اور اپنے پیر مرشد کے ہمراہ خواجہ قطب الدین کا جانا اور بیس دن بغداد حضرت غوث اعظم کی خانقاہ میں آرام فرمانا۔ اور روایت صحیح کے مطابق ان بزرگ سے بسبب ان کے شہر میں موجود نہ ہونے کے ان سے ملاقات کا نہ ہونا بیان فرمایا۔

نیز ایک ضعیف قول کی بنا پر آپ ان کی ملاقات کے لئے گئے تھے۔ حالانکہ ہر دو کی عمر میں پچاس سے کچھ اوپر سال کا فرق ہے اور غوث پاک سے ان کی قرابت کی جو شہرت ہے وہ بھی بے سند ہے بسبب تنگی وقت فرصت کم ہے۔ پھر دوسرے موقعہ پر انشاء اللہ بشرط فرصت ان کا تذکرہ کیا جائے گا۔ مرید نے عرض کیا کہ حضرت کی تاریخ ولادت اگر یاد ہو تو فرمائیں۔

ارشاد فرمایا جب سے آشوب چشم کی شکایت پیدا ہوئی ہے اس فن کی کتابوں کا پڑھنا

پڑھانا چھوٹ گیا ہے اور میں نے اپنی کتابیں چھوٹے بھائی کو دیدی ہیں۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

ماآنچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الاحدیث دوست کہ تکرار می کنیم

یعنی سوائے قرآن اور حدیث کے اب کسی کی مزاولت نہیں ہے پھر فرمایا کہ ایک شخص نے میرا تاریخی نام قرآن سے نکالا ہے فرمایا فبشرناہ بغلام حلیم

ایک مرید نے عرض کیا کہ عورتوں کی امامت درست ہے فرمایا عورتیں اگر تراویح کی جماعت کرنا چاہیں تو امام وسط صف میں کھڑا ہو جائز ہے مگر فرضوں کی جماعت مکروہ ہے۔ ایک عالم نے سوال کیا کہ کیا نفل شروع کرنے کے بعد فرض ہو جاتا ہے فرمایا احناف کے نزدیک لیکن امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک بجز حج کے دوسرے نوافل کی ادائیگی لازم نہیں آتی۔ لیکن محض اس کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ تمام آداب کی رعایت نہ ہو۔

ارشاد فرمایا محمود غزنوی کے زمانہ میں چار مشہور شاعر تھے۔ عنصری۔ سعدی۔ ازرقی اور فردوسی۔ چنانچہ عنصری نے بادشاہ کی مدح میں کہا ہے ؎

تو آں شاہی کہ وقت صبحگاہی ؛ جہود و گبر و ترسا و مسلمان
ہمی گویند در تہلیل و تسبیح ؛ الٰہی عاقبت محمود گرداں

ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ قصیدہ بردہ کے مصنف شرف الدین بوصیری[1] جو بردہ کے نام سے مشہور ہے

---

[1] شیخ شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن سعید بوصیری مصنف قصیدہ بردہ (الکواکب الدریہ فی مدح خیر البریۃ) ۱۶۲ ابیات پر یہ قصیدہ مشتمل ہے الملک الظاہر کے وزیر بہاء الدین نے آب زر سے لکھوا کر اپنے پاس رکھا بوصیری کا ۶۹۴ھ میں انتقال ہوا۔ اس موقع پر تاریخی تسامح ہو گیا ہے۔ تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ یہ واقعہ حضرت کعب بن زہیر جو قصیدہ بانت سعاد کے مصنف ہیں ان کے ساتھ پیش آیا تھا نہ کہ قصیدہ بردہ کے مصنف شرف الدین بوصیری کے ساتھ۔ آنحضرت نے کعبؓ کو جبہ عطا کیا تھا۔ اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۲۱

ہیں. پھر ارشاد فرمایا آنحضرتؐ نے چادر مبارک (خواب میں) جو قصیدہ بردہ (قصیدہ بانت سعاد) کے مصنف کو عطا فرمائی تھی۔ اور حضرت معاویہ ابن ابی سفیان نے ان (کعبؓ) کی وفات کے بعد ان کی اولاد سے ۲۵ ہزار دینار میں خرید کرا پنے کفن کے لئے محفوظ کرلی تھی آنحضرت کے موئے مبارک بھی ان کو حاصل ہوئے تھے حضرت معاویہ نے وصیت کی تھی ان کو میرے منہ کے اندر رکھ دیئے جائیں۔

ایک مرید نے پوچھا کہ کیا قصیدہ غوثیہ حضرت غوث اعظم کی خود تصنیف ہے فرمایا کہ کلام میں پختگی نہیں معلوم ہوتی۔ غالباً یہ حضرت کی تصنیف نہیں ہے مگر قصیدہ کا مضمون فخر و مدح میں وہ حضرت کا سا معلوم ہوتا ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا یہ بھی اولیاء کا طریقہ ہے فرمایا بے شک۔ کبھی کمال عجز و انکسار ظاہر کرتے ہیں اور کبھی فخر و مباہات کی شان میں نظر آتے ہیں۔ چنانچہ حضرت غوث اعظم کا بھی یہی معاملہ تھا اور دوسرے یہ کہ اولیا کے خرق عادات اور کرامت وغیرہ کے واقعات عموماً تواتر سے ثابت نہیں ہوتے بجز حضرت غوث اعظم یا احمد زندہ پیل کے۔

پھر ارشاد فرمایا زندہ پیل کے معنی ہیں بڑا ہاتھی۔ ایک دن لوگوں نے ان کو کشتی نہیں دی چارسو آدمیوں نے ان کے ایک اشارے پر اپنے مصلے دریا میں ڈال دیئے اور کشتی کی طرح سے ان پر سوار ہو کر دریا عبور کرلیا۔ ارشاد فرمایا زمان شاہ کی والدہ نے اپنا نام نظم میں اس طرح سے موزوں کیا ہے وہ مجھے بہت پسند ہے ؎

شہر بلند تر ز سپہر بلند شد جاہم
کنیز فاطمہ و مادرِ زماں شاہ ام

اسی طرح شیخ حلیم خاں کا یہ شعر مجھے بہت پسند ہے ؎

من بندۂ حضرتِ کریمم
میرِ غضبم و لے حلیمم

کہ شیخ حلیم خاں خدمت میر غضب پر مامور تھے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ دہلی میں ہندی کی طرح بھی خوب ہے "انت رام سون کام" ارشاد فرمایا کہ ثلاثیات کے بارے میں روایت ہے

کہ آنحضرتؐ نے فرمایا :۔

حُبّب الیّ من دنیاکم ثلث الطیب والنساء وقرة عینی فی الصلوٰة

اسی طرح چاروں خلفاء نے اپنی اپنی محبوب ترین چیزیں بیان کی ہیں. حضرت علی نے فرمایا :۔ الصوم فی الضعف ؛

ایک مرید نے عرض کیا کہ کیا سفر کرنے کے لئے کوئی تاریخ اور دن مقرر ہے **فرمایا** شریعت میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے. ہر دن خدا کا دن ہے. مگر آنحضرتؐ کے سفر عام طور پر دوشنبہ، پنجشنبہ اور ایک دو سفر شنبہ کو واقع ہوئے ہیں. کیونکہ یہ دن اعمال کے پیش ہونے کے ہیں اور آنحضرتؐ کے سفر عبادت، کے لئے ہوتے تھے اور نیز فرمایا میری امت کے لئے پنجشنبہ کی صبح سفر کے لئے زیادہ مبارک ہے. واللہ اعلم بالصواب

ایک شخص نے پوچھا کہ عنین (نامرد)، کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے. ارشاد **فرمایا** مخنث یعنی زنانہ یا خواجہ سرا کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے. اگر صرف قوت رجولیت نہ ہوا اور عورتوں کی طرح سے حرکات وسکنات وقول وفعل اس سے صادر نہ ہوں اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں **فرمایا** حرام کی کمائی کرنے والے جیسے طوائف وغیرہ ان کے برتن سے وضو کرنا مکروہ ہے. ایک بزرگ نے پوچھا ایسا مشہور ہے کہ

صحیح حدیث میں چھ آدمیوں کی غیبت کرنا جائز ہے کیا یہ صحیح ہے ؟ ارشاد **فرمایا** کہ بعض کے متعلق قرآن میں ذکر ہے کہ

لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو بدی کو شہرت دیتا ہے. سوائے اس کے جب پر ظلم کیا جاتے اور وہ ظلم سے تنگ ہو کر ظالم کے ظلم وتشدد کو ظاہر کرے. ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا. اجازت چاہی. آپ نے اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ یہ بدخصلت ہے. اسی طرح ایک شخص اپنی لڑکی کی نکاح کے لئے مشورہ لینے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ تین آدمی ہیں ان میں سے کس سے

لڑکی کا نکاح کروں، آنحضرت نے فرمایا کہ معاویہ بن ابی سفیان فضول خرچ ہے، دوسرے کے لئے فرمایا کہ یہ عورتوں پر تشدد کرتا ہے اور ان کو زدوکوب کرتا ہے ہاں اُسامہ بن زید مناسب ہے اس کے ساتھ نکاح کردو۔

اور اسی طرح حدیثوں سے اس کا استخراج کیا گیا ہے۔ ایک سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا جو شخص فرض نماز کی آخری رکعت میں شریک ہوا اس کو چاہیئے کہ ایک رکعت مع سورۃ کے پڑھ کر بیٹھ جاوے پھر ایک رکعت سورۃ کے ساتھ اور ایک رکعت خالی پڑھ کر اور تشہد اور درود سلام پڑھ کر سلام پھیر دے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلعم کی تعظیم جانور، درخت اور سنگریزے بھی کرتے تھے چنانچہ قضائے حاجت کے وقت آپ اپنے موزہ کو تلاش کرتے تھے ایک کوا موزہ کو اٹھا کرلے گیا تھا اور سانپ اس جگہ پھینک گیا تھا۔

ایک فاضل کے جواب میں فرمایا کہ ماہ شعبان کے پورے مہینہ میں نکاح و شادی شرعاً جائز ہے۔ اور شب برات آنحضرتؐ کے زمانہ سے موجود ہے، ممکن ہے اس سے پہلے سے ہو۔ پھر شب برات کی برکتوں کو بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ شب برات کو عشاء کے بعد اس سال کے قریب جس میں آپ کا وصال ہوا آنحضرتؐ گھر تشریف لائے، ناگاہ حضرت جبرئیل آئے اور عرض کیا کہ آج کی شب سال بھر کے تمام امور کی تقسیم ہوتی ہے آپ جنت البقیع جاکر مُردوں کے حق میں دعائے مغفرت فرمائیے آنحضرتؐ نے ایسا ہی کیا۔ اسی واقعہ حدیث کی اتباع میں فاتحہ جاری ہے۔ نان حلوہ ہو یا جو کچھ میسر ہو اس پر فاتحہ کرنا چاہیئے۔ مگر ہندوستان میں عام طور پر حلوہ کا رواج ہے۔ اور دوسرے ممالک بخارا اور سمرقند وغیرہ میں ایک خاص قسم کا کھانا تیار کرتے ہیں جس میں گوشت نہیں ڈالتے۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ دو رکعت کو خالی رکھنے میں کیا مصلحت ہے فرمایا کہ پہلے ہر نماز میں دو رکعات پڑھنے کا حکم تھا مدینہ میں سترہ رکعات پڑھنے کا حکم آیا تو ظہر، عصر اور عشاء میں دو دو رکعات کا اضافہ کر دیا اور قدیم اور جدید میں فرق کرنے کے لئے اول میں سورہ اور مزید میں بغیر سورۃ کا فرق رکھا اور کیونکہ وتر کا عدد پسندیدہ ہے۔ اس لئے مغرب میں ایک رکعت بڑھا کر اس کو وتر ۳ رکعات رکھا

کل ۱۷ ارکعات ہوئیں. نماز فجر میں کیونکہ طویل قرأت ہوتی ہے اس لئے اس میں دو رکعت ہی باقی رکھیں اضافہ نہیں کیا۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اذان میں کلمات کیونکہ چار چار مرتبہ کہے جاتے ہیں اس مناسبت سے چار رکعات ہوئیں. لیکن اصح قول اول ہی ہے. لیکن صوفیا نے اس سلسلہ میں کچھ اور ہی معنے بیان کئے ہیں جو حضرات چشتی کی تاویلات ہائے فوقانی وتحتانی میں مشہور ہیں.

ایک مرید کے جواب میں فرمایا کہ اہل عرب میں بڑی چیونٹی کو مور سلیمان کہتے ہیں شاید یہی چیونٹی ہو لیکن دونوں کا لحاظ کرنا چاہیئے الناس علی دین ملوکہم حکما کا قول ہے۔

ایک شخص نے عرض کیا میں اب ہدایہ پڑھ رہا ہوں اور کتاب توضیح وتلویح پڑھ چکا ہوں. ارشاد فرمایا ؎

چناں مطالعہ روئے تو کردہ خرسندم
کہ دل ملال گرفت از مطول وتلویح

پھر فرمایا کہ ایک دن ایک مجلس میں مزامیر کے ساتھ گانا ہو رہا تھا علما وفضلا بھی موجود تھے اور قوال یہ شعر گا رہا تھا ؎

در کنز وقدوری نہ تواں یافت خدارا
دل نسخۂ عشق ست کتابے بہ ازیں نیست

اسی اثنا میں ایک عورت حاضر ہوئی اور سلام وآداب عرض کیا حضرت نے اس کو علیکم السلام کے ساتھ جواب دیا ایک مرید نے عرض کیا عورت کو بھی اس لفظ سے جواب دینا جائز ہے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں. یہ حکم غیر محارم کا ہے اگر عورت اجنبی نوجوان ہو تو سلام کرنے میں پہل نہ کرے اور اگر سلام کرنے میں ابتدا کرے تو بھی ناجائز نہیں ہے (بشرطیکہ جانبین سے شائبہ نفس نہ ہو) پھر فرمایا کہ عنفوان شباب ہی سے رقص وغیرہ ممنوعات ومکروہات سے طبعاً مجھے نفرت رہی ہے. چنانچہ نوجوان عورتیں مجھ کو ایک بے حس دیوار کی طرح نظر آتی ہیں اور دو وجہ سے میں ان سے خائف تھا اب ان میں سے

ایک باقی ہے۔ غیبت کہ اس کے سننے سے مجھے نفرت پیدا ہوتی ہے خدا معاف فرماتے تم دیکھتے ہو کہ میں کس تدبیر سے اس کو دفع کرتا ہوں اگر کوئی کہنے کا ارادہ کرتا ہے۔ دوسرے مزامیر کہ اس سے بھی میں ڈرتا ہوں کہ اس کے سننے سے میں بے قابو ہو جاتا ہوں اور میرا دل اختیار سے باہر ہو جاتا ہے۔

کسی نے حضرت سے سوال کیا کہ کیا کبھی آپ کی طبیعت میں امر ممنوع کی طرف میلان پیدا ہوا ہے ارشاد **فرمایا** کہ دو مرتبہ، جب میں جوان تھا میں نے سنا کہ ایک خوش گو قصہ گو آیا ہوا ہے احباب کے رغبت دلانے سے میں نے اس کے پاس جانے کا قصد کیا دفعتاً میرے کان میں مزامیر اور رقص کی آواز آئی میں نے چاہا کہ ایک دیوار کے پیچھے بیٹھ کر اس کو سنوں جوں ہی میں بیٹھا مجھے نیند آ گئی جب آنکھ کھلی صبح تھی۔ دوسری مرتبہ بھی اسی طرح سے ماجرا پیش آیا تھا۔

ارشاد **فرمایا** قصہ گوئی میں لغو اور دروغ کہنا بھی بڑا گناہ ہے کیونکہ اکثر اس قصہ میں عورتوں اور مردوں کی عشق کی داستان اور اس کی کیفیات وغیرہ بیان کی جاتی ہیں اور یہ فضول اور بے فائدہ ہیں۔ بالخصوص اس میں بعض چیزیں خلاف واقعہ اور ناقابل فہم ہوتی ہیں۔ پھر **فرمایا** حضرت باقی باللہؒ نے چاہا کہ میں تنہا رہوں۔ مریدوں کو جواب دے دیا کسی کو سرہند اور کسی کو دوسری جگہ بھیج دیا حضرت حسام الدین نے جو حضرت کے بڑے خلیفہ تھے اور ان کو حضرت سے کمال عقیدت و محبت تھی، اگرچہ حضرت کے سارے ہی مرید صاحب کمال تھے **فرمایا** کہ جب تک پیر و مرشد بقید حیات ہو کسی نہ کسی تقریب سے وہ خدمت میں حاضر رہتا ہے اور اس کی عقیدت و محبت اس کو گوارا نہیں کرتی کہ وہ اپنے مرشد سے جدا ہو، تعمیل حکم میں چار ناچار کعبہ جانے کا قصد کیا۔ جب اکبر آباد پہونچے گرمی کی شدت سے ایک دیوار کے سایہ میں آرام لینے کے لئے بیٹھ گئے، وہاں اتفاق سے رقص ہو رہا تھا اور یہ بیت گایا جا رہا تھا ؎

تو خواہی آستین افشاں و خواہی دامن اندر کش
مگس ہرگز نخواہد رفت از دوکان حلوائی

پس جوش و خروش میں آکر واپس ہوئے اور شیخ کی خدمت میں یہی بیت کیف و مستی کی حالت میں پڑھتے ہوئے حاضر ہوئے۔ شیخ نے ان کو سینہ سے لگا لیا اور پھر کبھی اپنے سے جدا نہیں کیا۔

ارشاد فرمایا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ لکھنے کے بعد حروف پر مٹی ڈال کر خشک کر لینا چاہیئے مٹی میں مقصد کی تکمیل کی صفت ہے یعنی سیاہی کو خشک کر دیتی ہے۔

ایک مرید نے لفظ بی کے خطاب کی بابت پوچھا جیسے مراد بی وغیرہ کہتے ہیں فرمایا توران میں بی امیر کو کہتے ہیں اور بعض لوگ بیگ کی بابت اسی طرح کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ بی رفتہ رفتہ بیگ ہو گیا اور بیگم بھی اسی قبیل سے ہے۔ بیگ میں میم تانیث کا اضافہ کر دیا۔ اسی طرح ان کی اصطلاح میں خان بادشاہ کو کہتے ہیں اور اسی لئے اکثر بادشاہ اپنے آپ کو خان کہتے تھے۔

ایک بزرگ نے پوچھا کہ طوائفوں اور ہندوؤں کی بنوائی ہوئی مسجدوں کا کیا حکم ہے فرمایا طوائف کی نیت درست ہے اور ہندو کے مال کے حلال ہونے کا احتمال ہے۔ پھر نماز تو شاید جائز ہو گی مگر مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب نہ ملے گا۔ مگر اس پر مسجد ہونے کا حکم ہو گا۔ پھر فرمایا کہ قاعدہ مقررہ کے بموجب جب کہ بارہا میں نے کہا ہے کہ غصب کی ہوئی زمین پر مسجد جائز نہیں اور مال حرام جیسے زنا وغیرہ سے حاصل کردہ مال یہ سب حرمت میں ایک حکم رکھتے ہیں۔

پھر فرمایا ایک دولتمند شخص نے حضرت امیر المومنین کی مخالفت میں ایک مسجد بنوائی تھی حضرت امیر نے چند بیانات لکھ کر اس شخص کو بھیجے جن کا مضمون جیسا کہ میں نے سنا ہے وہ یہ ہے:۔

> "تو نے مسجد ایسے مال سے تعمیر کی ہے، اپنے مال سے کیوں تعمیر نہیں کرائی۔ تیری مثال اس عورت زنا کار کی سی ہے جو مال زنا سے مساکین کو کھانا کھلایا کرتی تھی۔ کسی عقل مند نے اس عورت سے کہا کہ تیرے لئے یہ بہتر ہے کہ زنا کاری ترک کر دے اور مساکین کو کھانا نہ کھلائے:

میاں موسیٰ صاحب کے صاحبزادہ نے دریافت کیا کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں کون سا خط رائج تھا فرمایا خط عقیلی میں سب لکھتے تھے پھر حضرت علی نے خط کوفی ایجاد کیا چنانچہ آنحضرتؐ کی جو دستخط شدہ تحریر میرے پاس موجود ہے اور حضرت امام حسنؑ کا لکھا ہوا قرآن شریف جو مسجد میں ہے وہ خط کوفی تلثین میں لکھا ہوا ہے غالباً اس کے موجد قلیل ہیں اس سے خط تلث مشدد اور تلث سے نسخ

ایجاد ہوا اور پھر اس سے خط تعلیق اور جب دونوں کو ملایا تو خط نستعلیق بنا، خطوط صناعی جیسے خط گلزار و برو ہفت قلم وغیرہ مشہور رہیں........ باقی دوسرے خط متروک ہو گئے. خط نسخ و ثلث و شکست وریحاں و نستعلیق اور تعلیق شفیعہ وغیرہ بہت خوبصورت خط ہیں۔

ارشاد فرمایا حضرت عثمانؓ کا لکھا ہوا قرآن شریف مدینہ شریف میں موجود ہے اور بلاشبہ اس کے اوراق پر حضرت عثمانؓ کا خون بھی ہے جو وقت شہادت گرا تھا فرمایا کہ صحابہ میں لکھنے والے یہی حضرت علی اور حضرت عثمان تھے. اور خلفاء میں تین شاعر تھے، حضرت علی، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر لیکن حضرت عثمان فخریہ فرماتے تھے کہ میں نے کبھی شعر نہیں کہا، اور نہ کبھی گانا گایا، اور جس دن سے آنحضرتؐ کے دست مبارک پر اپنے ہاتھ سے بیعت کی ہے، میں نے اپنے ذکر (شرمگاہ) کو ہاتھ نہیں لگایا پھر حضرت عثمان کی تعریف میں فرمایا کہ شہادت کے وقت چھ ہزار مسلح غلام جو جنگ کے لئے تیار تھے ان سے فرمایا جو تم میں سے ہتھیار ڈال دے گا وہ میری طرف سے آزاد ہے. اور دوسرے صحابہ سے جو لڑنے کے لئے تیار تھے، فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ کلمہ پڑھنے والوں پر تلوار اٹھاؤں. اس صبر و ثبات کی تلقین اور کلمہ گویوں کے احترام و رعایت وغیرہ کے حقوق بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ بزرگ سب اپنی اپنی جگہ کامل اور یکتائے روزگار ہیں. سبحان اللہ۔

پھر ارشاد فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سب کو اس اقدام سے پہلے منع فرمایا اور پھر خود تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے اور سر قلم ہو گیا لیکن اف تک نہ کی۔

ارشاد فرمایا اولیاء کرام کی قدم بوسی اور ان کی زیارت کو جانا جائز ہے مکروہ نہیں۔ آنحضرتؐ کے سامنے بھی جاتے تھے. ماں باپ اور اولیاء کی تنظیم کرنا درست ہے. اسی اثنا میں ایک بزرگ نے ایک مرید سے پوچھا کہ وحدت الوجود کی تقریر ختم ہو گئی. اس نے کہا کہ جس سے مطلب پورا ہو سکے تقریر ہو گئی. مگر حضرت کی زبان مبارک سے تقریر سننے کی ضرورت ہے. جو ابھی نہیں ہوئی۔

ارشاد فرمایا کہ رشید الدین خان[1] نے مولوی عبدالحکیم منکر وحدت الوجود کے جواب میں

---

[1] مولانا رشید الدین دہلوی. مولانا رفیع الدین کے شاگرد تھے، ذہین اور عالم بے بدل تھے. ۱۲۴۹ھ میں انتقال ہوا۔

کچھ تقریر کی ہے، میں نے اس تقریر کو لکھا ہے، اس کو نقل کر لینا اور عند الفرصت میں خود اس کو لکھا دوں گا۔ پھر ان بزرگ نے کہا، کیا مجدد صاحب کے خلاف ہو سکتا ہے۔

فرمایا یہ سمجھنا چاہیئے کہ پیر کی اتباع، سلوک و ذکر و فکر میں ہے اور معارف، مکشوفات خود اپنے ہوتے ہیں اگر ایسا ہی ہو تو مجدد صاحب خود اپنے مرشد کے (نظریہ کے) خلاف تھے۔ حالانکہ حضرت خواجہ باقی باللہ و خواجہ عبداللہ احرار وغیرہ اکابر خالص وجودی (نظریہ) کے تھے اور نیز غوث الاعظم کہ جو ہمارے پیر ہیں حنبلی تھے اور ہم حنفی ہیں و خواجہ معین الدین چشتی ہمارے پیر شافعی تھے اور خواجہ قطب الدین حنفی تھے، پھر ان بزرگ نے دریافت کیا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کا کیا مذہب تھا۔ ارشاد **فرمایا** کہ بزرگان طریقت میں سے کسی نے اس کی بابت صراحتاً نہیں کہا بجز اشارہ و کنایہ کے اور قرآن و حدیث میں بھی اشارات ہی ہیں چنانچہ صحیح ترمذی میں یہ حدیث پڑھی ہوگی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ:۔

"اگر بشل رسنے از بالا ئے آسمان اندازید در زمین سفلی ہفتم ہم بر خدا خواہد افتاد ۔"

پھر **فرمایا** ایک دوسری بات ہے جس کو لوگ کم سمجھتے ہیں تجلی الٰہی جو اولیاء کرام کے اوپر پر توفگن ہوتی ہے (جس سے وہ سب کچھ دیکھ لیتے ہیں) اور بعض اوقات صرف اپنے ہی وجود پر نظر ہوتی ہے جیسے حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے ہی حضرت نوح کی کشتی کو ٹھہرایا تھا اور میں ہی قیامت کا باعث ہوں۔ میں زندہ رہوں گا اور مجھے موت نہیں آئے گی یا دوسرے بزرگ جو اپنے اندر تجلی الٰہی پاتے ہیں جیسے حضرت موسٰی نے تجلی الٰہی کا نظارہ کیا یا جیسے کہ آنحضرت صلعم نے۔

فرمایا میرا ہاتھ بیعت کرنے والوں کے ہاتھ پر ہے یا یہ کہ "تو نے پتھر نہیں پھینکا یہ خدا نے پھینکا ہے"[1] اور درحقیقت ایک مٹھی سنگریزے ایک ہزار آدمیوں کی آنکھوں کو کس طرح اندھا کر سکتے ہیں اور حضرت عثمان کو یہی معلوم ہوا کہ جو ہاتھ خدا کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہو تو اس ہاتھ سے شرمگاہ کو کیسے چھوا جا سکتا ہے جس طرح دریا سے ایک کوزہ بھر کر پانی لائیں اور جب اس برتن کی قید اور دریا کی جدائی پانی کو دیکھے گی بے تامل کہدے گی کہ میں ہی ہوں جس میں کشتی جاری ہوتی ہیں اور میں ہی دریا ہوں اور میں ہی

---

[1] وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ (رکوع ۹)

اکبر آباد میں ہوں اور میں ہی سانگ پور میں ہوں۔ غرضیکہ اس قسم کی باتیں اس سے ظاہر ہوں گی اوراس کو تجلیات کہتے ہیں، وجودی اور شہودی سب ان کی تجلیات کے قایل ہیں اور یہی حال ہمیشہ ہر شے کی حقیقت میں ہوتا ہے یا نہیں یہ ہم نہیں کہہ سکتے یہ اور تحقیق ہے۔ اور ذرا تامل کیا جائے تو ہر ہر چیز کی نفس الامر تحقیق پر یہ موقوف نہیں بلکہ سلوک کی غرض و غایت یہ ہے کہ تجلیات الٰہی کا وجود ہے اگر اس کا وجود نہ ہو تو ولی کا وجود نہ ہو۔ کیونکہ شاہ صاحب کو ضعف زیادہ تھا اس تقریر کرنے میں چہرہ آپ کا چمکنے لگا۔ اور زور زور سے آپ نے فرمانا شروع کیا آواز بلند ہو گئی اس اثنا میں ان بزرگ نے عرض کیا کہ بندہ پر یہ حالت طاری ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمام عالم ایک نور سے پیدا ہوا ہے اور اس نور سے کتے سور، گائے اور آدم وغیرہ پیدا ہوتے اور کبھی ایسی حالت ہوتی ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا کے حضور میں ایک لاکھ برس حاضر رہا ہوں اور پچاس ہزار سال اس مقام پر میں رہا ہوں۔ جب آنکھ کھلتی ہے تو کچھ بھی نہیں۔

فرمایا یہ توحید کا مقدمہ ہے اور اس مقام پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ کبھی اپنے وجود کو اس میں گم پاتا ہے اور خدا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا جس میں اپنی طرف اشارہ کرتا ہے اور کبھی خدا کی طرف اشارہ کرتا ہے یہ سب مقدمہ توحید کے مرتبہ ہیں ؎

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

ایک مرید نے عرض کیا کہ حضرت نے سوالات کے جواب میں مسئلہ نفس الامر و سرت الوجود کی جو تحقیق اور وضاحت فرمائی ہے، اسکی تقریر نہایت شستہ اور صاف ہے اگر نفس مسئلہ جو حضرت کے مریدین اور متبعین کے لئے کافی ہو۔ ان کے لئے دلائل عقلی و نقلی سے ثابت کرنے کی مطلقاً ضرورت نہیں اور حضرت کی یہ تحقیق سب کے لئے مفید اور ان کی عقلوں کے موافق ہوگی۔

فرمایا انشاء اللہ میں اس قسم کی تقریر لکھوا دوں گا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ بادشاہ وقت کی بیماری کے دفعیہ کے لئے کچھ علاج بتائیے **فرمایا** ایک بکرا جس کے چاروں پائے صحیح و سالم ہوں

کسی رنگ کا ہو مگر سال بھر سے زیادہ عمر کا نہ ہو۔ اس کے دونوں کانوں میں روئی کے پھوئے لگا دو اور دو آدمی غسل اور طہارت کے بعد لیٰسین شریف پڑھ کر رات کے وقت بادشاہ کے اتنے نزدیک باندھیں کہ درمیان میں کوئی نہ گزر سکے صبح کو یہ نیت کر کے کہ یہ بکرا بادشاہ کی جان کا بدل ہے۔ خدا کے نام پر اس کو ذبح کر دے انشاء اللہ بادشاہ کو شفاء ہوگی۔ بکرے کے سر کے آٹھ ٹکڑے اور دل کے چار پانچ حصے اور باقی اعضا کا ایک حصہ یہ سب مساکین پر تقسیم کر دو اور کھال کے ساتھ ایک پیسہ بھی خیرات کر دو فرمایا ملا جلال الدین دوانی کے شعر کیا خوب ہیں؎

در خانقاہ و مدرسہ گشتیم بسے ؛ انصاف کہ در پردہ ندیدیم کسے

دیدیم بلے بیہودہ گوئے چندے ؛ قانع شدہ از دوست بیانگ جرسے

حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمایا؎

در صحبت اہل دل رسیدیم بسے ؛ در دیدہ کشاں زما ہر کسے یک نفسے

از چشمہ آب زندگانی قدحے ؛ وز آتش وادی مقدس قبسے

پھر والد ماجد کے تشریف لیجانے کی تعریف میں اور صاحبزادے کا شیخ آدم بنوری کے حق میں برا بھلا کہنے اور ان کی ناراضگی کے بارے میں ارشاد فرمایا؎

شخصے بخوردہ گیری ما عاجزاں فتاد ؛ زاں زد کہ در طریقۂ مخدوم آدمیم

گفتم کہ حرف راست بگویم زما مرنج ؛ تو آدمی نبودی و ما آدمی شدیم

اسی درمیان میں کسی نواب صاحب کے صاحبزادے کو بسم اللہ کے لئے لائے، حضرت نے کلمہ شریف پڑھایا، توحید و رسالت کا اقرار کرایا اور مبارکباد دے کر رخصت فرمایا۔

اسی اثنا میں نواب روشن الدولہ اور ان کی پیر پرستی کا تذکرہ ہوا فرمایا کہ ان کا مزار جو قدم شریف کے قریب ہے میں خود وہاں گیا ہوں، مزار کے غلاف پر زریں حروف میں لفظ اللہ اور محمد اور کلمہ لکھا ہوا ہے۔

تذکرۃً فرمایا کہ اس زمانہ میں ملامتی ہونے کے لئے منہیات کے ارتکاب کی ضرورت نہیں

کتاب (قرآن) ہاتھ میں رکھنا ہی ملامتی ہونے کے لئے کافی ہے۔ (یعنی قرآن وحدیث پر عمل کرنا اور ہمہ وقت ان کتابوں میں مشغول رہنا ہی ملامتی بننے کے لئے بس ہے کہ لوگ ایسے آدمی کو فی زمانہ بُرا جانتے ہیں) ایک شخص نے بزرگوں کے نام پر بکرے وغیرہ ذبح کرنے کی بابت سوال کیا حضرت نے فرمایا کہ ممنوع ہے، جانور خدا کے نام پر ذبح کرنا چاہیئے۔ ان کے گوشت کو تقسیم کرکے ان بزرگ کی روح کو اس کا ایصال ثواب کریں اور سوائے بقر عید کی قربانی کے کوئی دوسری قربانی کسی بزرگ کے نام پر نہیں ہو سکتی۔ ارشاد فرمایا کہ نوسو آدمی فرعون کے ساتھ مع مال و متاع حضرت موسیٰ کی بد دعا سے دریا میں غرق ہوئے۔ ہر چند التجا اور منت کی لیکن حضرت موسیٰ نے ایک نہ سُنی۔ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ تو بڑا سخت دل ہے کہ اتنے لوگوں کی آہ وزاری اور التجاؤں کو قبول نہیں کیا۔ اگر اس کا چوتھائی حصہ بھی مجھ سے عاجزی کرتے تو میں ان کو معاف کر دیتا۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ آنحضرت صلعم نے اپنا عقیقہ خود کیا ہے فرمایا ثابت نہیں ہے، مشہور کیا جاتا ہے اگر کسی نے خود (اپنا عقیقہ) کیا یا اپنے باپ کی طرف سے کیا شاید کہ ثواب مادر و پدر کو پہونچے ایک شخص نے سوال کیا کہ نو مسلم بالغ اپنا ختنہ کرے یا نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ احناف منع کرتے ہیں اس دلیل سے کہ ختنہ مسنون ہے اور ستر عورت فرض ہے اور شوافع ختنہ کرانے کو بھی فرض کہتے ہیں اس لئے انکے نزدیک ختنہ کرانا ضروری ہے متاخرین احناف نے مصلحت کی بناء پر اس جگہ جہاں ارتداد کا خوف ہو علاجاً ختنہ کو جائز بتایا ہے۔

ایک شخص نے عربی لباس کے متعلق سوال کیا فرمایا فی زمانہ عرب میں پائجامہ پہننے کا رواج ہے پہلے تہبند استعمال کرتے تھے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ کیا حدیث من عرف نفسہ فقد عرف ربہ صحیح ہے۔ ارشاد فرمایا کہ صوفیہ کی کتاب میں یہ حدیث لکھی ہوئی دیکھی ہے پھر اس شخص نے اس حدیث کے مضمون کے متعلق سوال کیا ارشاد فرمایا طبیعت کمزور ہے۔ مگر تمہاری خاطر مختصر بیان کرتا ہوں اسی کو قیاس کر لینا۔ جیسے تمہاری روح کسی بدن میں خاص جگہ پر نہیں ہے اور سب جسم میں موجود ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور سب سے منزہ اور مبرا ہے ؎

"نہ تو در ہیچ مکانے نہ مکانے ز تو خالی"

اگر اس قدر ہم نے خدا کو نہ پہچانا تو کچھ بھی نہ جانا، ایک شخص نے پوچھا کہ حدیث انا احمد بلا میم وانا عرب بلا عین

فرمایا یہ صوفیوں کی معتبر کتابوں میں بھی نہیں موجود ہے۔ پھر ایک شخص نے آیت نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ کے معنی کے متعلق سوال کیا فرمایا علما اس سے قرب علمی اور صوفیہ اس سے قرب وجودی مراد لیتے ہیں اور قرآن میں یہ مضمون متعدد جگہ آیا ہے اور ہر جگہ معانی میں یہی اصطلاحی فرق ہے۔ ایک شخص نے مجاہدہ کی بابت سوال کیا۔

ارشاد فرمایا کہ مجاہدہ ایک بڑی چیز ہے پھر فرمایا کہ چار چیزیں ہیں۔ شیطان۔ نفس۔ خلق اور دنیا، ان چاروں چیزوں سے مقابلہ کرنا ہے۔ نماز، روزہ اور لذتیں وغیرہ سے وقت کے مناسب جو کچھ سمجھے ان پر عمل کرے۔ لیکن بالکل فنا ہی نہ ہو جائے جیسے کہ حضرت ابراہیم ادھم کے اسرار میں سے ہے کہ ان کے غصہ اور مزاج کو درست کرنے کے لئے حکم ہوا تھا کہ گھوڑے کے لئے دانہ اور پالان کی ضرورت ہوتی ہے ایک سال کے بعد امتحانا ان کے منہ پر کسی کے ہاتھ سے طمانچہ لگوایا آخر تک یہ واقعہ تمثیل کے طور پر حضرت نے بیان کیا۔

پھر کسی نے شاہ مدار کے قصے کے متعلق سوال کیا فرمایا کہ طیفور شامی نامی ایک بزرگ تھے جنھوں نے حضرت بدیع الدین مدار کو یہودی مذہب سے مسلمان کیا تھا۔ ان کا شجرہ چند واسطوں سے عبداللہ نشان بردار تک پہنچا ہے اور وہاں سے حضرت صدیق اکبر تک منتہی ہوتا ہے لیکن حضرت مدار کو تکمیل تعلیم کے لئے آنحضرتؐ کی دعوت پر مدینہ شریف جانا پڑا اور وہاں سے نجف اور کربلا اور پھر ان مقامات مقدسہ سے فیض حاصل کرنے کے بعد آنحضرتؐ کے حکم پر ہندوستان آئے اور کالپی میں سکونت اختیار کی وہاں ہندو بھی آپ کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے، چنانچہ ایک دن ایک جوگی کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ بادشاہ وقت آپ کی زیارت کو حاضر ہوا شاہ مدار نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی بادشاہ ناراض ہو کر چلا گیا اور ملک سے شاہ مدار کو باہر جانے کا حکم دیا چنانچہ شاہ مدار نے وہاں سے چلے جانے کے بعد بادشاہ کی طرف توجہ فرمائی

جس سے بادشاہ کے جسم پر آبلہ پیدا ہو گئے اور ان میں شدید سوزش تھی، لوگوں نے مشورہ دیا کہ شاہ مدار کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کریں۔ بادشاہ نے شرم کی وجہ سے حضرت شاہ مدار کی خدمت میں جانا مناسب نہیں سمجھا اور سراج الدین سوختہ جن کو ان کے پیر نے لقب دیا تھا یعنی عشق الہٰی میں آگ میں جلے ہوئے جو نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلیفہ تھے، ان کے پاس گیا انہوں نے اپنا پیراہن مبارک اس کو مرحمت فرمایا جس کی برکت سے آبلوں کی سوزش جاتی رہی شاہ بدیع الدین مدار نے ناراض ہو کر کہا کہ تیری اولاد میں کوئی ولی نہیں ہو سکتا میں تو جل گیا، سراج الدین نے جواب دیا کہ تیرا سلسلہ برباد اور بے راہ ہو۔ اس کے بعد اٹھ کر چلے گئے۔ اور وہاں سے مکھن پور پہنچکر مقیم ہو گئے۔

ایک شخص نے پوچھا کہ ایک شخص نے ایک منگنی کے سلسلہ میں کچھ دیا تھا اب منگنی چھوٹ گئی ہے اب وہ اپنی دی ہوئی چیز واپس مانگتا ہے۔ کیا حکم ہے **فرمایا** اگر شادی کرنے کی نیت سے دیا تھا وہ واپس ہونا چاہئے اور اگر نسبت (منگنی) کی نیت سے دیا تھا، تو جو کچھ خرچ ہوا، خرچ ہوا جو باقی ہے اس کو واپس کر دیا جائے بشرطیکہ نقد یا زیور کی قسم سے ہو اور اگر بطور عیدی وغیرہ بعد نسبت دی جاتی ہے اس کو ہر گز واپس نہ کیا جائے۔

ارشاد **فرمایا** کہ اول اول جب یہ سایہ زمین پر پڑتا ہے تو ستائیس درجہ زیادہ ہوتا ہے اور پھر کم ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس ملک میں نصف قدم باقی رہ جاتا ہے۔ پھر آیت کی تلاوت فرمائی۔

الم تر الی ربک کیف مد الظل

پھر ارشاد **فرمایا** ؎

بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست
بے نشانست کز و نام و نشان چیزے نیست

پھر **فرمایا** کہ یہ بات حدیث کے مطابق ہے، آنحضرت نے فرمایا ہے کہ اہل عرب میں جس نے صحیح بات کہی ہے وہ قول لبید شاعر کا ہے ؎

الا کل شئ ما خلا اللہ باطل اسی اثنا میں **فرمایا** نحن اقرب الیہ من حبل الورید، وعلی العرش استوی، اور حدیث بسط یدا اللہ و اللہ معکم اینما کنتم وغیرہ۔ علماء نے ان کی تاویلات کی ہیں۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ الفاظ انما کنتم ونحن اقرب الیہ وبسط ید اللہ کو پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے اور علم وغیرہ کو سمجھنا چاہیئے۔

پھر فرمایا کہ علمائے ظاہر اور علمائے باطن کے نزدیک کوئی اشکال نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ظاہر ہے۔ مثلاً یہی آدمی ہے کہ واجب القتل بھی ہے واجب التعظیم بھی، چور بھی ہے اور چوکیدار بھی۔ جس طرح انسان (کلی)، اپنے افراد میں ہو کر پایا جاتا ہے۔ یعنی انسانیت کا ایک مرتبہ ہے نہ یہ کہ انسان من حیثیت الانسان ہر جگہ موجود ہے اور فی نفسہ موجود نہیں اور جسم کسی نہ کسی طرح ہر جگہ موجود ہے۔ عرش، فرش عطر اور گندگی و نجاست سب جسم ہی تو ہیں اسی لئے کہتے ہیں ؎

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اسی لئے منع کرتے ہیں کہ لفظ اللہ کا اطلاق کسی پر نہ کرنا چاہیئے کیونکہ لفظ اللہ اس ذات کو کہتے ہیں جو مستجمع جمیع صفات کمالیہ ہو اور ہر نبی نے اپنی اُمتوں کو یہی تعلیم دی ہے کہ عبادت بجز ذات خداوندی کے دوسرے کی نہ کرنا چاہیئے اور عجیب انداز اور طریقے سے بیان کیا ہے کہ ہر سننے والے کو ذہول شکست اور ثبوت یقین پیدا ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ دوسرے کی حقیقت میں موجود نہیں اور مراتب کا فرق ضروری ہے، اور ہر چیز خاص جگہ کے لئے مناسب ہوتی ہے جیسے تجلی خاص عرش کے لئے مخصوص ہے اور پاک و حلال بکرے کو کھانا چاہیئے اور حرام و ناپاک ہاتھی کو نہیں کھانا چاہیئے۔

ایک تقریب کے موقع پر فرمایا کہ بہرام گور کے معمولات اور وصایا میں ہے کہ بارش کا دن عیش و طرب اور تفریح کے لئے مقرر تھا اور جس دن آفتاب نکلا ہوا ہوتا اور دربار کا دن یہ عام دن ہوتے تھے اور جس دن ابر محیط ہوتا لیکن بارش نہ ہوتی وہ دن شکار کے لئے مخصوص تھا اور جس دن ہوا شدید ہوتی وہ دن سونے کے لئے خاص تھا۔

پھر فرمایا کہ آج سونے کا دن ہے۔ لوگوں نے جمع ہو کر عرض کیا کہ حضرت کی مانند اس زمانہ دنیا میں نہ ہوگا اور کہا کہ اولیاء اللہ کے لئے امراض کا ہونا لازم ہے جیسے حضرت کو بائیس بیماریاں لاحق ہیں اور لوگوں نے کہا کہ حضرت نظام الدین اولیا کی تعریف میں لکھا ہے کہ آپ اتنے مشہور تھے کہ ولایت تک کی

کتابوں میں ان کا ذکر ہے۔ اور خدا کے فضل سے روم وشام، مغرب، بلخ، بخارا، سمرقند، دمشق، مکہ، مدینہ مصر، عراق، بغداد اور فرنگ میں حضرت کا نام روشن ہے اور کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ حضرت انتہائی تواضع فرماتے تھے۔

اسی اثنا میں فیضیاب ہونے کا ایک واقعہ بیان کیا محمد شاہ کے عہد میں ہر سلسلہ کے صاحب ارشاد بائیس بزرگ دہلی میں گزرے ہیں اور ایسا اتفاق کم ہوتا ہے چنانچہ منجملہ ان بزرگوں کے ایک بزرگ شاہ دوست محمد قادری تھے۔ ایک دن کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ کس سلسلہ میں بیعت ہیں۔ کہنے لگے کہ اگرچہ میں ایک سلسلہ میں ضرور مرید ہوں اور ارشاد وتلقین کی اجازت بھی حاصل کی ہے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ میں نے اپنے خدا کو ایک کوڑی کے عوض میں خریدا ہے وہ اس طرح کہ میں بادشاہ کا ملازم تھا اور ایک دن ملازمت پر گیا ہوا تھا دوپہر کو گرمی کے ایام میں وہاں سے رخصت ہوا۔ راستہ میں پیاس معلوم ہوئی۔ ایک صراحی سے پانی پینا چاہا اس میں پانی نہیں تھا اور کوئی سقہ بھی وہاں موجود نہ تھا، پیاس کی شدت سے میں قریب المرگ ہوگیا۔ اتفاقاً اجمیری دروازہ کے قریب ایک سقہ ملا، ایک کٹورہ پانی ایک خرمہرہ کے عوض میں وہ پلاتا تھا۔ میں نے ایک خرمہرہ دیکر چاہا کہ پانی پیوں کہ سامنے سے ایک پیاسا نظر آیا جس نے انتہائی عاجزی سے مجھ سے پانی کی درخواست کی ہرچند میرا نفس بھی پانی کے لئے بے چین تھا لیکن میں نے نفس پر غلبہ پاکر ایثار سے کام لیا اور وہ پانی کا کٹورہ پیاسے سائل کو پیش کردیا جب اس نے پانی پینا شروع کیا تو میں نے اپنے نفس میں ایک ٹھنڈک اور مسرت اور تجلی الٰہی محسوس کی اس کے بعد سے میں تارک دنیا ہوگیا اصل واقعہ تو یہ ہے کہ جس کے طفیل میں میں نے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے۔

پھر **فرمایا** ہر شخص جو کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اپنی پوری کوشش سے اس کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ ضرور ایک نہ ایک دن اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ یہ حدیث ہے فرمایا کہ یہ ایک مثل ہے پھر **فرمایا** "من دق باباً ولج" بنیز اسی طرح ہے۔

تذکرۂ ارشاد **فرمایا** ؎

تا چشم تو دیدیم ز دل دست کشیدیم ۞ ما طاقت تیمار دو بیمار نہ داریم

مرزا مظہر جانِ جاناں کی حسن پرستی اور ان رکے نام، کی وجہ تسمیہ اور ان کی خوش خوئی و تنگ مزاجی کی بابت

فرمایا کہ ان کے والد[1] مرزا جان عالمگیر بادشاہ کے مقرب تھا ... ان کے لڑکا پیدا ہوا معمول کے مطابق نام رکھنے کی درخواست (بادشاہ سے) کی گئی۔ فرمایا کہ فرزند کی جان، جانجان ہوتی۔ ایک دن فرمایا کہ اب جہاں دار الضرب قائم ہے وہ شاہ فخر الدین کی خانقاہ ہے گویا ہم تو ڈھل گئے کسی کام کے نہ رہے۔ اسی اثنا میں بیت اللہ شریف سے ایک بزرگ آئے اور حضرت کی قدم بوسی کے بعد کچھ آب زمزم نذر کیا حضرت آب زمزم کے احترام میں چارپائی سے اتر کر کھڑے ہو گئے اور کچھ دعا پڑھنے کے بعد تھوڑا سا پانی پیا اور باقی ایک مرید کو دیدیا اس مرید نے حاضرین کو تبرکا تھوڑا تھوڑا تقسیم کر دیا۔

ایک بزرگ نے کہا کہ آب زمزم میں قدرے شوریت ہوتی ہے اور یہ پانی بالکل میٹھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں شیریں پانی زیادہ ملا ہوا ہے۔ ارشاد فرمایا ہم غائبانہ چیز کے معتقد ہیں اور جو پانی بھی آب زمزم سمجھ کر اس کو پیتے ہیں اس کا ثواب ہم کو ملتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے آب زمزم جس نیت سے پیا جائے مطلب حاصل ہوتا ہے اور جو آدمی آب زمزم شکم سیر ہو کر پی لے دوزخ کی آگ اس پر اثر نہیں کرے گی، بعض نے تجربہ کئے ہیں اور انہوں نے لکھا بھی ہے کہ آب زمزم شب برات کو کنارے کے قریب آجاتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا کہ اڑنے والے جانور حرم کی چھت پر سے نہیں گزرتے نیز درندے اس ہرن کا پیچھا چھوڑ کر واپس چلے جاتے ہیں جو اپنے بچے کے لئے حرم میں داخل ہو جاتا ہے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ مسلمانوں میں خرق عادت مستمرہ کون سی ہے۔؟

فرمایا مکہ شریف میں جذام کی بیماری کبھی نہیں ہوتی اور نہ کبھی ہوگی۔ ارشاد فرمایا کہ بیت المقدس بھی معلق تھا کہتے ہیں کہ کسی بادشاہ نے اس مصلحت سے کہ عورتوں کے خوف کی وجہ سے حمل ضائع ہو جاتے تھے اس کی چہار دیواری بنادی، مکہ اور بیت المقدس کی تنظیم ہندو بھی کرتے ہیں چنانچہ یہ لوگ بکیسر (؟) اد ہر بلے؟

---

[1] نام والد ماجد مظہر جان جاناں، میرزا جان است سرو آزاد ص ۲۳۶

کہتے ہیں۔ پھر تعظیمی مقامات کا تذکرہ شروع ہوا۔ ایک شخص نے کہا دکن میں کوہ شاہ مردان ہے جس پر یہ کندہ ہے ؎

ہر کجا نام اوست فرمایا نم
عاشقان راچہ کار با تحقیق

پھر فرمایا اگر جبکو مرتبہ عشق حاصل ہو اس کے لئے یہ جائز ہے ورنہ ہوشیار آدمی کے لئے ہر معاملہ کی تحقیق اور جستجو ضروری ہے۔ خصوصاً اس جگہ جہاں احتمال ہو ارشاد فرمایا کہ روشنی بجز راستہ دکھلانے کی غرض کے قبر پر نہ کرنا چاہیئے اور نہ قبر کو سجدہ گاہ بنانا جائز ہے۔

ارشاد فرمایا کہ دو مہینے ہوتے ہیں کہ میں حضرت سلطان المشائخ کی زیارت کو گیا تھا، عجب کیفیت تھی کوئی مزامیر کے ساتھ گا رہا تھا لیکن مجھ کو مطلق ظلمت پیدا نہ ہوئی اور میں نے اس کے گانے کی طرف بھی توجہ نہیں کی پھر کسی نے سجدہ کیا اس کی ظلمت نے میرے اوپر اثر کیا۔ کسی نے پنجہ شاہ مردان کی بابت دریافت کیا فرمایا کہ بلخ میں شاہ مردان کے نام سے ایک قبر معہ صندوق کے رکھی ہے۔ اگرچہ وہاں آنحضرت تشریف نہیں لائے ہیں۔ لیکن ابرص اور مادرزاد اندھے وہاں جاکر شفا ضرور حاصل کرتے ہیں یہ کرامت وہاں دیکھنے میں آتی ہے اور (دلی کے) اس پنجہ شاہ مردان کا واقعہ اس طرح ہے کہ عالمگیر یا کسی دوسرے امیر کے زمانہ میں شیعہ حضرات جمع ہوتے اور کہا کہ ہمارے مردے سنّیوں کے قبرستان میں دفن ہوتے ہیں ایک مقبرہ ایسا ہونا چاہیئے جہاں ہم شیعہ مذہب کے لوگ اپنے مردوں کو دفن کر سکیں چنانچہ پنجہ کو کندہ کر کے قدم شریف کی طرح سے جس کی صحت میں کلام ہے وہاں رکھ دیا۔ تین مہینے کے بعد اپنی یاد کے بموجب اس (بیاض میں) جگہ جہاں میں نے چھوڑی تھی اس قصہ کو لکھا کہ جب عالمگیر کو شیعوں کے جمع ہونے اور قبرستان کی بابت گفتگو کرنے اور پنجہ شریف کو وہاں (نصب کرنے) کی بابت علم ہوا تو دکن سے اس جگہ کو ویران کرنے کی بابت حکم بھیجا چنانچہ بادشاہ کے تعمیل حکم میں اس عمارت کو منہدم کر دیا گیا۔ پھر عالمگیر کی وفات نیز سلطنت مغلیہ میں انتشار اور غفلت پیدا ہونے کی وجہ سے شیعوں نے پھر سے اس مقام پر سنگ بنیاد رکھ دیا اور رفتہ رفتہ وہاں شیعوں کے مردے دفن کئے جانے لگے اور اس طرح وہ مقام شیعوں کا مخصوص (قبرستان بن) گیا

بیگمات وغیرہ نے بھی اس مقام پر عمارتیں تعمیر کیں اور ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خاں (ایرانی امیر الامرا شاہ عالم) کے عہد میں اس جگہ کو بڑی رونق حاصل ہوئی اور اب ہر خاص و عام کے لئے وہ زیارت گاہ بن گئی۔ خصوصاً شیعہ حضرات کے لئے وہ ایک مقدس اور متبرک مقام ہو گیا اور وہاں لوگوں کا اجتماع بلکہ میلہ لگا رہتا ہے اور نذر و نیاز اور چڑھاوے آتے ہیں اور مجاور بھی رہتے ہیں۔

ایک بزرگ کی بابت جس نے دعا کی درخواست کی تھی **فرمایا** کہ ہمارا کام دعا کرنا ہے باقی اختیار اس صاحب اختیار کو ہے جو مختار کل ہے میں ان کی مثل نہیں ہوں جنہوں نے یہ شعر کہا ہے ؎

رَو گرد جہاں بگرد یا آبلہ کن ⁂ گر ہیچ نمے بیابی باز ابلہ کن

چوں صبح با خلاص بیا بردر ما ⁂ گر کار تو برنیاید از ما گلہ کن

یہ مقولہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کا ہے، اس کلام میں کیسا زور ہے۔ ایک سائل کے جواب میں **فرمایا** کہ جس عورت کی عمر پندرہ سال ہو جائے اگرچہ اس کو حیض نہ آیا ہو اور اس کے پستان نہ ابھرے ہوں نماز روزہ اس پر فرض ہو جاتا ہے۔

ایک دوسرے سائل کے جواب میں **فرمایا** کہ اگر امام نے قیام یا قعود یا زبان سے یا ہاتھ کی قوی حرکت سے منع کیا نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر سبحان اللہ کہہ کر یا انگلی کے اشارہ سے امام کو متنبہ کیا تو نماز درست ہے۔ تذکرۃً **فرمایا** شیخ علی حزیںؒ[1] کو ہندوستان کے لوگوں کے ساتھ مذہب کے معاملہ میں بڑا تعصب تھا اور ایران میں اس کے وقت میں طوائف ملوکی تھی کہ نادر شاہ نے وہاں کے بادشاہ کو قتل کرا دیا جس وجہ سے شیخ علی حزیں وہاں سے فرار ہو گئے بعض کہتے ہیں کہ وہاں کا خزانہ ان کے ہاتھ لگ گیا تھا اور بعض اس کے دست غیب کے ہونے کے قائل تھے کیونکہ اس کے اخراجات امیرانہ اور شاہانہ تھے اور کسی نے زیادہ گرفت نہیں کی۔

---

[1] شیخ محمد علی حزیں ابن شیخ ابو طالب گیلانی ۱۱۰۳ھ میں اصفہان میں ولادت ہوئی ۱۱۸۰ھ میں بنارس میں انتقال ہوا۔

سرو آزاد ص ۲۲۵

ہندوستان کے لوگوں نے بالخصوص قاضی سراج الدین علی خاں آرزو[1] نے تنبیہ الغافلین میں اس پر طعن اور اس کی لغزشوں پر تنبیہ کی ہے بعض جگہ محض تعصب سے کام لیا ہے۔ کسی قدر عربی سے علی حزیں کو واقفیت تھی اور فارسی اچھی طرح جانتا تھا جب دہلی پہنچا ایک حویلی کرایہ پر لی۔ اس کے دروازے پر ایک فقیر رہتا تھا جو فقرا کے دستور کے موافق فقرا۔ کے نام (شجرہ) صبح کو پڑھا کرتا تھا۔

ایک دن اس حویلی کے مالک آئے اور شیخ علی حزیں سے پوچھا کہ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں انہوں نے کہا کہ ہر طرح آرام ہے الا یہ کہ دروازہ پر جو تذکرۃ الاولیاء تشریف فرما ہیں۔ ان کو یہاں سے رخصت کر دیں نیز اس وقت مرزا گرامی[2] وغیرہ شعرا موجود تھے، شعر پڑھے جا رہے تھے اور تحسین کے نعرے بلند تھے۔ اس کے نازک مزاج پر یہ چیز گراں گزری۔ شیخ علی حزیں نے اپنے ایک دوست سے اس بدمزگی کا ذکر کیا اور کہا میں نے سنا تھا کہ ہندوستان میں ڈاکے بہت پڑتے ہیں چنانچہ آج میری حویلی پر بھی ڈاکہ پڑا تھا۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ شجرہ میں حضرت نے میرا نام کچھ اور لکھدیا ہے لوگ مجھے کچھ اور کہتے ہیں فرمایا ایسا ہوتا ہے کہ لوگ نام کی تصغیر کر لیتے ہیں اور کبھی دوسرے نام سے پکارتے ہیں چنانچہ مجھ کو عورتیں مسیتہ کہتی ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ میں پچیسویں رمضان کو سویرے پیدا ہوا تھا۔ چونکہ والدین کے کئی بچے مر چکے تھے اس لئے میری زندگی کی بڑی آرزو تھی اس لئے والد ماجد کے بہت سے اصحاب جیسے شاہ محمد عاشق و مولوی نور محمد وغیرہ اس مسجد میں معتکف تھے۔ مجھے غسل دے کر محراب مسجد میں رکھ دیا گیا گویا مجھ کو خدا کے لئے نذر کیا گیا پس ان بزرگوں نے مجھ کو قبول کر کے خدا کی طرف سے انعام دیا۔

ارشاد فرمایا ضرورت سے ایک شادی کے موقعہ پر میں نے ہاتھی پر سواری کی ہے اور اسکے ماسوا کبھی ہاتھی کی سواری کا اتفاق نہیں ہوا لیکن مجھے ہاتھی پر بیٹھنے میں بہت تکلیف ہوتی اس لئے میں

---

[1] خان آرزو ابن شیخ حسام الدین نبیرہ شیخ کمال الدین ولادت سنہ ۱۱۰۱ھ وفات ۱۱۶۹ھ میں ہوئی۔

[2] مرزا گرامی خلف و شاگرد میرزا عبدالغنی کشمیری ۱۱۵۶ھ میں وفات ہوئی۔ شمع انجمن۔ ص ۴۰۷

اتر کر پا پیادہ چلا۔

ارشاد فرمایا ہاتھی کی مثل کوئی دوسرا جانور، ذہین، سمجھدار اور ڈیل ڈول کا نہیں ہوتا نہ اس ملک میں نہ کسی دوسرے ملک میں مگر عنقا وغیرہ جس کا ذکر قصوں میں آتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ آپ سے کچھ پہلے میرے زمانے میں بھی ایک فیل بان تھا جس کی ایک درزی سے دوستی تھی ایک دن فیل بان مع فیل کے دوکان پر آیا درزی سرخ کپڑے سی رہا تھا۔ کیونکہ ہاتھی کو طبعاً سرخ کپڑوں سے محبت ہے اپنے ہاتھ (سونڈھ) سے بار بار آنسو گراتا تھا درزی ہر مرتبہ اس کے ہاتھ (سونڈھ) میں سوئی چبھو دیتا تھا۔ (فیلبان غسل دلانے گیا) دریا سے واپس آتے ہوئے ہاتھی نے اپنی سونڈ میں پانی بھر لیا اور جب اس کی دوکان سے گزرا تو وہ پانی درزی کی دوکان پر پھینک دیا جس سے اس کے تمام کپڑے پانی سے خراب ہو گئے درزی نے اپنے قصور کا اعتراف کیا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ میرے زمانہ میں ایک بادشاہ کا ہاتھی بان مر گیا بادشاہ نے چاہا کہ کسی اور آدمی کو فیلبان مقرر کرے کیونکہ پہلے فیلبان کا لڑکا بہت کم عمر تھا اور ہاتھی کافی تعداد میں تھے (وہ بچہ اپنی صغر سنی کے باعث ہاتھیوں کو سنبھال نہ سکتا تھا) ایک ہاتھی نے جب بادشاہ کے اس ارادہ کو معلوم کیا بدمستی اور شوخی کرنا شروع کردی اور کسی طرح سواری دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا اور اس نے دانا پانی کھانا چھوڑ دیا تھا۔ فیلبانوں نے پریشان ہو کر بادشاہ سے یہ ماجرا عرض کیا اور بادشاہ خود بھی بہت متعجب تھا کہ دفعتاً ایک حکیم نے دانائی سے اس راز کو سمجھ لیا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ پہلے فیلبان کے لڑکے کو حاضر کیا جائے چنانچہ اس کو لایا گیا وہ سرکش ہاتھی اس کو دیکھ کر رام ہو گیا سب نے اس حکیم کی دانائی اور سمجھ پر داد دی۔

ایک سائل کے جواب میں فرمایا قصب الجیب یعنی تلکی جس میں رکھ کر شاہی فرمان لے جائے جاتے ہیں ہندوستان میں رواج تھا کہ شاہی فرمان اس میں رکھ کر اس پر مہر لگا دیتے تھے اور صوبہ دار وغیرہ اس کا بڑا احترام کرتے اور تعظیم سے پیش آتے تھے اور ولایت میں گریبان کے نیچے ایک جیب بناتے تھے جس میں اس تلکی کو رکھ کر لے جاتے تھے۔

ارشاد فرمایا اگر تمام قرآن نماز تراویح میں نہ سنا جائے تو پورے قرآن کا سننا (صحیح معنی میں)

نہیں ہوتا اگر ایک آیت بھی سننے سے باقی رہ جائے۔ اور فرض نماز میں پنکھا نہیں جھلوانا چاہیئے۔ نفل نماز میں کوئی مضائقہ نہیں۔

مولوی عبدالقادر کے قرآن پڑھنے کی تعریف اور ان کے ذکر، ترویحہ اور تسبیحات کا تذکرہ مجلسوں میں بارہا فرمایا اور ان کے کمال مرتبہ کی بہت کچھ تعریف کی اور دی والوں کے (صراف ہے جا) کے سلسلہ میں فرمایا کہ نواب قمر الدین خان کے محل کی خواتین عرق گلاب سے غسل کرتی تھیں اور دوسرے نوابوں کے گھروں میں سو سو روپے کا روزانہ گل و پان عورتوں کے لئے جاتا تھا۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ باوجود متضاد امراض تو یہ کہ ایسی (آپ میں) استعداد ہے کہ (آپ کے) ہوش و حواس (بالکل) بجا ہیں۔ یہ قوت ملکیہ (کا سبب معلوم ہوتا) ہے بشریت کا کام نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ مشہور ہے اور تجربہ میں بھی آیا ہے کہ خادم حدیث کو اگرچہ عمر سو سال سے تجاوز کر جاتے بیہودہ گوئی و ہرزہ سرائی اس سے صادر نہیں ہوتی اور حواس اس کے بجا رہتے ہیں۔ بندہ کو لڑکپن سے ہی اسی سے کام رہا ہے۔ پھر چند خوابوں کی تعبیر فرمائی۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ ہر خواب کی تعبیر ارشاد ہو سکتی ہے یا خواب میں بھی امتیاز ہے فرمایا میں نے جہاں تک سمجھا ہے تین قسم کے خواب کی تعبیر نہیں ہوتی۔ چنانچہ خواب عادت یعنی جس کام میں اس کا ذہن مشغول رہتا ہو عادتاً اسی قسم کے خواب نظر آئیں، دوسرے خواب مزاج جو غلبہ حرارت و برودت سے پریشان خواب دکھائی دیں۔ تیسرے خواب بوجہ غلبہ شیطانی جس سے سونے والا خواب میں ڈر جاتا ہو۔

فرمایا خوابوں کے اقسام میں فرق کرنا دشوار ہے چنانچہ آنحضرتؐ نے اپنے ایک صحابی کو جنھوں نے خواب دیکھا تھا کہ ان کا سر کٹ گیا ہے اور وہ تڑپ رہے ہیں خواب سن کر اس کی تعبیر کر دی کہ شیطان تجھ کو ڈراتا ہے کیونکہ دیکھنے کا تعلق سر سے ہے جب سر نہیں تو کس سے دیکھے گا؟ بعض کہتے ہیں کہ یہ پریشان خواب تھا لہٰذا آنحضرتؐ نے وہ تعبیر نہیں دی تھی مگر واقعہ کی خبر حضرت کو تھی کہ یہ امت کے رازوں میں سے ایک راز ہے جو خواب قابلِ تعبیر ہیں وہ رویائے غیبی ہیں۔ اسمٰعیل نام ایک فرشتہ ہے جس کو ملک المنام کہتے ہیں۔ جو کوئی واقعہ ہونے کو ہوتا ہے وہ بحکم خدا (خواب میں) دکھا دیتے ہیں۔ استخارہ اسی راز سربستہ کو معلوم کرنے کے لئے

کیا جاتا ہے دوسرے رویائے ملکی میں جس میں حج وعمرہ وضو وغسل کرتے ہوئے اپنے کو دیکھیں بشرطیکہ وہ شخص عادتاً امور خیر میں حصہ لیتا رہتا ہو، جیسے خواب میں دریا پر وضو کرنا یا کعبہ شریف میں قرآن پڑھنا یا محفلوں میں قرآن کی تلاوت کرنا وغیرہ تیسرے رویائے روحانی جس میں مقامات مقدسہ ومتبرکہ میں جانا یا ان کو دیکھنا یا ان کی بابت سننا۔ چوتھے رویائے الٰہی ہیں یعنی قلب کا جسم کے ساتھ بغیر کسی توسل اور وسیلہ کے کھنچنا جیسا کہ انبیاء علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا اور ان کے معاملہ میں فرشتہ بھی دخل نہیں دے سکتا۔ آنحضرتؐ کو اکثر یہ صورت پیش آتی تھی۔ رویاء الٰہی اور غیبی بلکہ صحیح رویا میں فرق کرنا بہت دشوار ہے۔ کبھی کسی مکروہ چیز کو بُری شکل میں دیکھتا ہے۔

جیسے زبیدہ خاتون زوجہ خلیفہ ہارون رشید کا خواب اور امام اعظم کا نہر کی تعمیر خواب کی تعبیر دینا۔ چنانچہ (نہر زبیدہ) مکہ معظمہ میں جاری ہے۔ سبحان اللہ ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ امام جعفر صادق کے زمانہ میں ایک شخص سفر سے آکر شہر میں مقیم ہوا رات کو خواب میں دیکھا کہ دو بکریاں اس کی اہلیہ کی اندام نہانی پر لڑ رہی ہیں وہ پریشان ہوا اور بیوی کو طلاق دینے کے لئے آمادہ ہوا اور امام جعفر صادق کی خدمت میں خواب بیان کیا آپ نے فرمایا تیری بیوی نے تیری آمد آمد کی خبر سن کر موئے زہار کو قینچی سے تراشا ہے۔ اس خواب کی یہ تعبیر ہے۔ ایسا ہی شاہ فرخ سیر کے عہد کا ایک واقعہ جو میرے عہد کے قریب کا ہے ایک شخص (منصور شاہی) نے خواب میں دیکھا کہ میں تخت پر سوار ہوں۔ ہاتھی وغیرہ مع تزک شاہی ہمراہ ہے اور بے وقوفی سے خدمات و مناصب تقسیم کر رہا ہے اور اپنے دوست واحباب کو جاگیریں بخش رہا ہے اور اب روز سعید کا انتظار کر رہا ہے جس دن وہ تخت پر بیٹھا ہوا اپنے کو عالم بیداری میں دیکھے۔ دفعتہً سہ شنبہ کے دن جیسا کہ اس جگہ معمول تھا، شکار کے لئے گیا اور میرے دادا سے بھی اس کا ذکر کیا وہ اس معاملہ کی تہہ تک پہنچ گئے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اس کو سلطنت حاصل ہونے کی تعبیر دی تھی۔ واپسی میں اتفاقاً گھوڑے سے اترتے ہوئے گر گیا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ گھوڑا چیکا اور اس کی لات اس کے لگی۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ بادشاہ بھی یہ سن کر پہنچ گیا۔ معلوم ہوا کہ فلاں منصب دار کو یہ حادثہ پیش آیا ہے تخت کو روک دیا اور خدمتگاروں کو حکم دیا کہ دوکان سے ایک تختہ لیکر اور اسکو اس پر ڈال کر بادشاہ اور فوج کے ساتھ ساتھ اس کو قلعے لے چلیں۔ ارشاد فرمایا

کہ منجموں سے ایسی بھی غلطیاں ہوتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ سلطان علاؤ الدین خلجی کے منجموں نے ایک مرتبہ خبر دی کہ بارش بڑے زور کی ہوگی اور ایسا عظیم طوفان آئے گا کہ کشتیوں پر سوار ہو کر چلنا ہوگا اور کشتی بادشاہ کے محل کے کنگرہ تک پہنچ جائیگی بادشاہ بہت پریشان تھا اور جلالت شان سے حکم دیا کہ منجموں کو قید میں رکھا جائے اور کوئی شخص پہاڑ پر نہ جانے پائے چنانچہ اس روز موعود کے انتظار میں تھے اچانک آسمان پر ابر چھا گیا اور ہوا بھی تیز ہوگئی اور کسی قدر بارش ہوئی اور تھم گئی۔

بادشاہ نے منجموں کو بلا کر دریافت کیا کہ کیا وہ ساعت گزر گئی۔ منجموں نے کہا ہاں اور پھر کہا کہ کشتی کنگرہ تک رواں معلوم ہو رہی ہے دیکھنے کے بعد پتہ چلا کہ شاہی محل کا ایک کنگرہ ختم تھا اور بادام کا چھلکا اس پر پڑا ہوا تھا اور چیونٹیاں پاؤں پر کاہی لگاتے اس بادام کے اندر پانی پر جمع تھیں جو کشتی کی مانند پانی پر تیر رہا تھا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہی شکل منجموں کی کشتی اور طوفان کی صورت میں نظر آئی اور اس کی تاویل سمجھنے میں منجموں نے خطا کی۔

پھر فرمایا کہ سلطان محمود غازی کو نجومیوں سے اکثر کام پڑتا رہتا تھا۔ ایک بار ناراض ہو کر ابو معشر فلکی منجم کے لئے بادشاہ نے حکم دیا کہ جہاں ملے قتل کر دیا جائے' چنانچہ ابو معشر فرار ہو گیا اور اپنی بیوی کے پاس پہونچا اور اس سے کہا کہ لگن میں پانی بھر دو اور اس میں اوکھلی کو الٹا کر کے اس پر بیٹھ گیا ادھر سلطان نے اس کی تلاش کرائی جب کہیں پتہ نہ لگا تو منجموں سے خاصکر ابو الحسان نجومی سے دریافت کیا اس نے رسیا رات کی چالوں سے حساب لگا کر، بادشاہ سے عرض کیا کہ جنوب کی طرف تانبے کا شہر ہے اور اس کے ارد گرد پانی ہے اور اس میں لوہے کا منارہ ہے اس منارہ پر ابو معشر بیٹھا ہوا ہے بادشاہ سمجھ گیا کہ حرام زادہ کہیں چھپ گیا۔ پھر سلطان نے منادی کرا دی کہ ابو معشر کی جان بخشی کی گئی چنانچہ وہ خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنا تمام ماجرا بادشاہ سے عرض کر دیا۔

ایک مرید نے کہا کہ حکماء تو علم نجوم کی مدد سے اس کے آثار و علامات کو پہچان لیتے ہیں لیکن جو کم سمجھ لوگ ہیں وہ علم نجوم پر عقیدہ کیوں نہیں رکھتے فرمایا کہ مسلمانوں کی یہ بد اعتقادی انکار کی بناء پر نہیں ہے

کیونکہ اتنا اعتقاد تو ہم کو بھی علم نجوم پر ہے۔ چنانچہ نبض اور قارورہ کے دیکھنے سے بعض احوال معلوم ہوجاتے ہیں اسی طرح بعض علامات اور نجوم کے بعض اصول کی بناء پر کسی قدر پیش آنے والے حوادث کی بابت کچھ علم ہوجاتا ہے۔ یہ علامات ونشانات ہیں۔ علل واسباب نہیں۔ حوادث کا ظہور محض مشیت الٰہی پر موقوف ہے، وہ نہ چاہے تو کچھ بھی نہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ حوادث میں نجوم کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ جن کا ذکر کتابوں میں ہے جس طرح سیاروں کے اثرات ارضی اشیاء پر ہوتا ہے۔

ایک شخص نے دور سے آکر بات کاٹتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت اس زمانہ میں قطب ہیں۔ ارشاد فرمایا استغفر اللہ، پھر فرمایا کہ اسی وجہ سے زمانہ کی زبوں حالی ہے کہ مجھ جیسے قطب وقت ہیں۔ پھر فرمایا کہ حضرت بہاؤالدین ذکریاؒ دہلی کے بادشاہ کے طلب کرنے پر آئے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء نے ان کی دعوت کی۔ دعوت میں انگوری سرکہ بھی تھا۔ حضرت رکن عالم ملتانی نے سرکہ درمیان سے کھینچکر اپنی طرف کرلیا اور اس کو بہت پسند کیا۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ وطن کا ہونے کی وجہ سے پسند ہے (جواب دیا کہ اسی وجہ سے تو ترش ہے۔

پھر فرمایا کہ یہی حال قطبیت کا ہے پھر فرمایا کہ حضرات چشتیہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کے جنازہ کے ساتھ ساتھ قوال گاتے جاتے تھے ؎

سرو سیمینا بصحرا می روی ؛ سخت بے مہری کہ بے ما می روی
اے تماشا گاہ عالم روئے تو ؛ تو کجا بہر تماشا می روی

سلطان المشائخ کے جنازہ میں حرکت پیدا ہوئی، ہاتھ بلند ہوئے، حضرت رکن عالم نے قوالوں کو گانے سے روک دیا ہاتھوں کو تابوت کے اندر کردیا۔ پھر خود آپ نے ہی جنازہ کی نماز پڑھائی۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ کیا نماز میں مسکرانے سے بھی وضو جاتا رہتا ہے ارشاد فرمایا کہ فقہا کی اصطلاح میں ضحک کے تین درجہ ہیں۔ ایک تبسم جس میں محض دانت نظر آتیں لیکن آواز نہ پیدا ہو نہ نماز خراب ہوتی ہے نہ وضو جاتا ہے دوسرے ضحک جس میں آواز ضرور پیدا ہوتی ہے مگر صرف اپنے آپ کو سنائی دیتی ہے گرد وپیش کے دوسرے لوگوں کو نہیں سنائی دیتی ہے اس سے نماز جاتی رہتی ہے لیکن وضو باقی

رہتا ہے بہتیرے قہقہہ جس میں دوسرے بھی اس کی آواز کو سنتے ہیں قہقہہ سے نماز اور وضو دونوں چلے جاتے ہیں۔ تجربہ والوں نے لکھا ہے کہ چار چالور چار ملکوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔

عرب میں اونٹ بڑے کام کی چیز ہے، ہندوستان میں ہاتھی اور گائے، توران میں گھوڑا، اور ایران میں خچر۔ پھر ارشاد فرمایا کہ خچر کی نسل نہیں ہوتی، وہ بانجھ ہوتا ہے۔ ایک دن محمد عارف نامی بزرگ نے بیعت کی اور اظہار کیا کہ ایک مدت دراز سے بیعت کا ارادہ تھا لیکن فی الحال ایک خواب دیکھا ہے جس کی بنا پر اس عزم میں پختگی پیدا ہوئی اور گویا یہ دونوں چیزیں میری حاضری کا سبب ہوئیں، اسی لئے میں نے آنے میں عجلت کی۔

ارشاد فرمایا معلوم نہیں کیا وجہ ہے تیموریہ سلاطین میں ختنہ نہیں کی جاتی معلوم نہیں یہ روایت کہاں تک صحیح ہے لیکن مشہور اسی طرح سے ہے پھر فرمایا کہ ان کے آبا و اجداد مجوس تھے اور بجز حضرت ابراہیم کی ذریت کے کسی دوسری قوم میں ختنہ کا رواج نہیں رہا۔ اگلے پچھلے تمام پیغمبر ختنہ کئے ہوئے پیدا ہوئے تھے، سوائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو مختون نہیں تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس ختنہ کی سنت کا اعلان کراتا تھا اس لئے پیدائشی ختنہ کئے ہوئے نہیں تھے۔ حضرت ابراہیم نے اپنی اولاد کی ختنہ کیں اور فرمایا کہ میں نے تورات میں دیکھا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے نشان ہے اور حضرت ابراہیم اور ان کی ذریت میں اسی طرح جاری ہے گویا کہ خاصان خدا میں خدا کی غلامی اور فرماں برداری کی یہ علامت تھے، پھر فرمایا کہ مجوس اس سے احتراز کرتے ہیں، لہٰذا ان کو اس کے جوابات دیئے گئے ہیں، ان جوابوں میں سے ایک یہ ہے کہ حکما کہتے ہیں کہ کھلے ہوئے عضو (مختون عضو) میں کم لذت حاصل ہوتی ہے اس حکمت سے اس عضو کو جو خواہش جماع کا مبدا ہے ختنہ کے ذریعہ برہنہ کر دیا گیا کہ صرف ضروری لذت حاصل ہو دوسرے یہ کہ جسم پر کسی علامت و نشان کی ضرورت تھی اب اگر یہ علامت علاوہ اس عضو مخصوص کے کسی دوسرے عضو ہاتھ منہ وغیرہ پر ہوتی تو اچھی نہیں معلوم ہوتی اس لئے یہ علامت ایسے عضو پر کی گئی کہ لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رہے اور غلبہ شہوت کے وقت وہ آگاہ ہو جائے اور نامناسب حرکات کرنے سے باز رہے۔

ارشاد فرمایا کہ اطبا کے نزدیک ربیع کے معنے قرب شمس اور وجود امطار کے ہیں (بارش کا ہونا) اور صیف کے معنی قرب الشمس اور فقدان الامطار کے ہیں (بارش کی علامت کا نہ ہونا) اور خریف کے معنے بعد شمس مع

فقدان امطار کے اور شتا کے معنے بعد شمس مع کثرت البروج والامطار۔ ولایت میں یہ چار فصلیں ہیں۔ اور ہندوستان اور مصر میں جاڑوں کی فصل کے بعد گرمی کا موسم ہوتا ہے جس میں آفتاب نزدیک ہوتا ہے اور بارش کا نام نہیں ہوتا اور موسم گرما کے بعد بارش کا موسم آتا ہے جس میں آفتاب قریب ہوتا ہے اور بارش کثرت سے ہوتی ہے اور اسی موسم ربیع کو گندہ بہار اور برشگال بھی کہتے ہیں اور خریف و شتا حسب دستور ہوتے ہیں، پھر ہندوستانیوں اور ان کی چھ فصلوں اور ان کے ناموں اور نچھتر کا ذکر فرمایا۔ پھر درمیان میں مختلف ذکر ہوتے رہے ارشاد فرمایا کہ کسی نے لیلیٰ اور مجنوں کے قصے کو بے اصل بتایا ہے چنانچہ کہا ہے ؎

لیلےٰ ز دریچہ تکلم ۞ می کرد لبقار سی تبسم
بابائے تو بازدہ نہ خود داشت ۞ دف می زد و اسفناج می کاشت

ارشاد فرمایا کہ ملا مشفقی[۱] شاعر کو بادشاہ نے شعر کہنے کے لئے حکم دیا اور کہا کہ سچ کہنا اس میں جھوٹ نہ ہو ؎

چشمان تو زیر ابروانست
دندان تو جملہ در دہان ست

بادشاہ ناراض ہوا اور کہا کہ پھر کہو اور ٹھیک کہو ؎

در سمرقند گربہ گہ نخورد ۞ در بخارا خر دس سرخ برست
مردماں را میان ایں ہردو ۞ چشمہا زیر ابروان زیرست

حدیث میں ہے کہ سب سے صحیح اور سچی بات جو کسی شاعر نے کہی وہ لبید[۲] کا کلام ہے ؎

الا کل شئ ما خلا اللہ باطل

یہ مصرع پڑھ کر فرمایا کہ اس وقت بہت سی فضول باتیں ہوئیں اس کا کفارہ ادا کروں گا

---

[۱] مشفقی مرو کا رہنے والا تھا عبداللہ خاں اوزبک کا ملازم ہوا پھر اکبری عہد میں ہندوستان آیا کچھ عرصہ بعد وطن چلا گیا۔ ہجو گو تھا۔ روز روشن ص ۲۳۰۔ [۲] لبید ابو عقیل بن ربیعہ العامری اصحاب معلقات سے ہے۔ مسلمان ہو گئے تھے سنہ ۴۱ھ میں انتقال ہوا۔

ایک شخص نے ذکر کیا کہ فلاں مجذوب کے ہاتھ پاؤں جمعرات کے دن جدا ہو جاتے ہیں۔ جواب میں ارشاد فرمایا کتاب میں اس قسم کا ذکر نہیں دیکھا البتہ لوگوں میں مشہور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ تذکرۃً فرمایا کہ ایک دن ذوالفقار الدولہ نجف خاں کے زمانہ میں ایک شخص گھوڑے پر سے گر پڑا۔ اس راستے سے توپ لائی جا رہی تھی جو وزن کی وجہ سے سدھ نہ سکی اور توپ کی گاڑی کے دونوں بیل اس آدمی پر سے گزر گئے۔ لوگوں نے سمجھا یہ مر گیا ہوگا۔ لوگوں کے چلے جانے کے بعد یہ شخص اٹھا اور اس نے بیان کیا کہ اس کے صرف کپڑے اس حادثہ میں کچل گئے تھے اس کے علاوہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا تھا۔ گویا کہ کسی نے اپنا ہاتھ میرے اوپر رکھ کر مجھے زخمی ہونے سے بچا لیا یہ واقعہ اس قصبہ میں میرے بھائی اور احباب نے خود بھی دیکھا تھا۔

اور ایک دوسرا عجیب واقعہ تھا عین میں میں بھی موجود تھا اور کچھ لوگ اپنے مال کی چوروں سے حفاظت کرتے تھے مال کے مالک نے اپنے غلام کو چور سمجھ کر گولی ماردی غلام نے ایک آہ کی اور زمین پر گر پڑا۔ لوگوں نے جاکر اس کو دیکھا اور اٹھا کر لائے، اس کے سینہ پر دو گولیاں پیوست تھیں۔ تھوڑا سا کپڑا ضرور جلا تھا اور کسی قدر اس کے جسم کو ضرر بھی پہونچا تھا لیکن وہ زندہ تھا اور اچھی حالت میں تھا اس واقعہ کو دیکھ کر خدا کی قدرت اور اس کی بر وقت معاونت غیبی پر اور زیادہ یقین ہو گیا۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ صرف تراویح سنت موکدہ ہے یا ختم کلام اللہ۔ ارشاد فرمایا کہ دونوں ہی سنت ہیں لیکن تراویح کی زیادہ تاکید آتی ہے، قرآن کا ایک مرتبہ ختم کرنا سنت ہے اور دوبارہ ختم کرنا افضل ہے اور تیسری بار ادب۔

امام محمد شیبانی[1] نے فرمایا ہے کہ قرآن کو ایک مرتبہ ختم کرنے کے بعد تراویح پڑھنی چاہئیں۔ خواہ امام کے پیچھے جماعت کے ساتھ یا تنہا یا کچھ رکعات امام کے پیچھے اور کچھ علیحدہ اور تراویح کی رکعتوں کا شمار رکھنا چاہئے اور تراویح سے فارغ ہو کر وتر کی نماز ادا کرنی چاہیئے۔

---

[1] ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ امام اعظم کے شاگرد تھے، موطا امام محمد، کتاب الآثار ان کی یادگار ہیں ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔
وفیات الاعیان وانباء الزمان جز ثالث۔ ص ۳۲۴

ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلعم کی بعض تعبیرات عجیب و غریب ہیں۔ چنانچہ آپ کی چچی حضرت ام فضل نے ایک پریشان خواب دیکھا کہ آنحضرت کے جسم اطہر کا ایک ایک ٹکڑا میری گود میں آپڑا ہے آنحضرت نے خواب کی تعبیر فرمائی کہ حضرت فاطمہؓ حاملہ ہے اس سے لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں آتے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو خواب کی تعبیر دینے میں بڑا ملکہ تھا ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ نے خواب دیکھا کہ میرے گھر میں تین چاند داخل ہوتے ہیں جب آنحضرتؐ کا انتقال ہوا حضرت عائشہؓ نے فرمایا ایک چاند تو یہ تھا دو اور آدمی جو زمین پر لوگوں میں بہتر و افضل ہیں یہاں دفن ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ وہیں دفن ہوتے)۔

ارشاد فرمایا کہ بنا اور بنیہ میں یہ فرق ہے کہ بنا اصل ماخذ سے نکلنے کو کہتے ہیں جیسے ضرب سے ضارب نکلا ہے اور بنیہ اس ہیئت اور صورت کو کہتے ہیں جو اس لفظ ضارب کو عارض ہے جو فاعل کے وزن پر ہے کبھی بنا کا اطلاق بنیہ پر کبھی ہوتا ہے جیسے خلق کا اطلاق مخلوق پر۔ لیکن بنیہ کا اطلاق بنا پر نہیں استعمال ہوتا

ارشاد فرمایا نئے جوتے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کا ثبوت آنحضرتؐ کی حدیث سے ملتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت امام شافعیؒ کے زمانہ میں ایک امیر تھا جو اچھی طرح وضو نہیں کرتا تھا۔ جب لوگ اس سے کہتے تھے اس کو ناگوار گزرتا تھا۔ ایک دن حضرت امام شافعی اس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ دیکھئے مجھے وضو کرنا اچھی طرح نہیں آتا ہے۔ میں وضو کرتا ہوں آپ اس کو دیکھتے رہیں۔ اور اس میں جو خامیاں ہوں اس پر مجھے آگاہ فرماتے رہیں جب اس امیر نے دل میں سوچا کہ میں تو خود ہی اچھی طرح وضو کرنا نہیں جانتا۔ دل میں بہت شرمندہ ہوا۔

حضرت نے فرمایا کہ نصیحت اور تبلیغ کرنے کا یہ طریق ہونا چاہیئے یہ بات تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ اگر کسی کو بار بار ایک چیز کے [illegible] جائے تو وہ اس کو کبھی قبول نہیں کرتا مگر کسی حیلہ اور تدبیر سے

پھر فرمایا کہ حضرت امام شافعی کی عمر پچاس سال کی تھی اور قریشی، ہاشمی اور مکی تھے حضرت امام محمد

شیبانی سے کافی مراسم تھے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تمام ائمہ مصریوں کے ہم رنگ تھے۔ حضرت امام اعظم کا تقویٰ بہت بڑھا ہوا تھا اور بہت ذہین اور سمجھدار تھے۔ اصول پر بڑی نظر تھی۔

امام احمد بن حنبل[1] بڑے محدث تھے۔ پھر ارشاد فرمایا جس طرح طریقہ باطن کے چار اصول ہیں، چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ اور یہ سب جدا جدا نہیں جب ان چہار سلسلہ سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے سب کو اچھی طرح سمجھنے لگتا ہے اس طرح چاروں اماموں کے چاروں طریقہ بہت خوب ہیں اور ہر ایک کے یہاں اپنے اپنے طریقہ کی رعایت اور حجت موجود ہے۔ چنانچہ امام مالک قرأ سبعہ کو جن کو صحابۂ کرام سے صحت سند حاصل تھی معتبر سمجھتے تھے اور امام مالک نے کوفی اور عراقی والی احادیث کو ترک فرما کر مدینہ کی روایات اور احادیث کو اپنے لئے معمول بہا بنایا تھا۔ اسی طرح امام شافعی[2] نے تمام حدیثوں کو جمع کیا اور ان میں سے جن کو مرجح، صحیح اور مستند سمجھا ان کو قابلِ عمل گردانا، باقی کو ترک فرما دیا اور امام احمد بن حنبل نے ظاہر حدیث پر اپنے عمل کی بنا رکھی اور ان کے باہم تعارض کو مقدم و موخر نیز مناسب ترتیب دے کر اس کو رفع کیا۔ اگر احادیث میں باہم حلال و حرام کے حکم پر تعارض دیکھا تو حرمت والی حدیث کو قابل عمل سمجھا، اس لئے اہل عرب کہتے ہیں کہ شافعی مذہب میں اگر وسوسہ پیدا ہو تو حنبلی ہو جاتا ہے، پھر بنی قریظہ کی نماز کا واقعہ اور نماز عصر کا واقعہ اور صحابہ کا عمل اور پھر آنحضرت کا ہر ایک کو صحیح اور امر صواب پر ہونے کا فیصلہ صادر فرمانا بیان کیا۔ اور پھر دوسرا واقعہ اس شخص کے قسم کھانے کا اور استفسار کے لئے پھر اس کا آنا اور چاروں صحابہ کا باہم حکم میں مخالف ہونا اور ہر ایک کو مستحق ثواب گردانا ارشاد فرمایا۔

امام اعظم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی حدیث میرے سامنے آتی ہے تو میں اس کو تمام شرائطوں کے ساتھ مطابق کرتا ہوں اگر موافق پاتا ہوں اس کو قبول کر لیتا ہوں ورنہ نہیں لیکن اس کو رد نہیں کرتا بلکہ اس کے مطالب اور معنی کو اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ یا اس میں احکام سیاستاً ہوتے ہیں یا تحقیقی پھر فرمایا کہ جیسے آلہ تناسل کے چھونے سے وضو کے ٹوٹ جانے کا حکم ظاہر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے

---

[1] امام احمد بن حنبل المروزی ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ۲۴۱ھ میں وفات ہوئی وفیات الاعیان جزاول ص۴۷

[2] ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۰۴ھ۔

لیکن کلیہ قاعدہ کے یہ مخالف ہے۔

پھر فرمایا کہ امام اعظم نے قیاس اپنی جیب سے نہیں نکالا تھا۔ حدیث کے ظاہری معنی کو امام اعظم ترجیح نہیں دیتے بلکہ جو کچھ بھی قرآن اور حدیث مشہور کے اصول کلیہ کے خلاف پاتے اس کو پسند نہیں فرماتے تھے اور اصل کو بھی ترک نہیں فرماتے تھے بلکہ باہم تطبیق دینے کے لئے تاویل کر کے مشترک معنے لیتے (مگر قواعد کلیہ کو ملحوظ رکھتے) پھر فرمایا کہ دنیا میں بھی اسی طرح عمل درآمد ہوتا ہے کہ جو کچھ اپنے آئین وضوابط اور مقررہ اصول میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ اس کے خلاف اگرچہ بادشاہ کی نسبت اور واسطہ سے ہی روایت کیوں نہ ملے اصول وضوابط کو پیش نظر رکھتے ہیں اور اس روایت کی کوئی نہ کوئی تاویل کر کے اپنے اصول وضوابط کا پورا پورا احترام اور ان کو برقرار رکھتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ چاروں مذہب اپنے اپنے قواعد کے اعتبار سے بہت خوب ہیں، اصول اور کلیہ قواعد کی موافقت کے اعتبار سے حنفی مذہب، اور اصول حدیث اور ان کی تنقیحات کے اعتبار سے شافعی ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر محدثین شافعی مذہب ہوتے ہیں سوائے امام بخاری کے جو خود اجتہاد فرماتے تھے اگرچہ ان کا درجہ اور پایہ فن حدیث میں و تقویٰ و پرہیزگاری میں بہت بلند ہے۔ لیکن ان کے اجتہاد میں اکثر مقامات پر لغزشیں ہوتی ہیں چنانچہ بکری کے دودھ کی بابت رضاعت کے مسئلہ میں کہ امام بخاری کو شہر بدر ہونا پڑا تھا اس موقعہ پر ایک عالم نے عرض کیا کہ کیا تمام اہل عرب اور روم حنفی مذہب کے ہیں۔

فرمایا کہ نہیں اکثر اہل عرب شافعی مذہب، روم، بغداد اور بخارا میں اکثریت احناف کی ہے مگر ہندوستان جہاں دو حصہ حنفی اور تیسرا حصہ رافضی ہیں۔ بنارس اور وہاں کے بزرگوں کے ذکر کے سلسلہ میں بالخصوص شاہ علی محمد صاحب اور ان کی توجہ ایک مرید کے حال پر بیان فرمائی کہ اہل اللہ کا مقبولِ نظر ہو جانا بھی ایک بڑی نعمت ہے اور خدائے تعالیٰ نے یہ نعمت تجھ کو نصیب فرمائی ہے۔

ارشاد فرمایا کہ سید احمدؒ قبیلہ بنی رفاعی سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت جعفر صادقؒ کی اولاد سے تھے ان کی وفات بروز جمعہ ۲۲ جمادی الاول ۵۷۸ھ میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ستر سال کی تھی۔ (نفحات الانس جامی ص ۵۶۵)

ارشاد فرمایا کہ قاہرہ مصر کے دارالسلطنت کا نام ہے اور بعض جگہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ شہر اور ملک کا نام ایک ہوتا ہے جیسے کشمیر اور گجرات۔ ایک شخص جو حال ہی میں مرید ہوا تھا۔ اس نے کچھ ذکر اور اشغال کے لئے درخواست کی فرمایا کہ اس وقت قلب دوسری طرف توجہ ہے وہ جس طرف متوجہ کر دیتے ہیں ہو جاتا ہے یہ ان کے اختیار میں ہے کسی اور دن آؤ۔

ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ اگر اعتکاف واجب میں منت کے وقت یہ نیت کرلی تھی کہ مریض کی عیادت اور نماز جنازہ اور مجلس علم اور توجہ حاصل کرنے کہ جو علم کی مجلس میں جانے کے مترادف ہے وغیرہ کے لئے جاؤں گا تو وہ جا سکتا ہے ورنہ نہیں اور اعتکاف سنت میں جس کی پہلے سے نذر نہیں کی۔ اگر اعتکاف کے وقت نیت میں ان مقامات پر جانا شامل تھا تو بھی کوئی مضائقہ نہیں اور رمضان شریف کے روزوں میں، واجب کی نذر کے ادا کرنے کے ساتھ اگر رمضان کے روزوں کی نیت کرلی ہے تو دونوں ادا ہو جائیں گے ورنہ دوسرے مہینے میں روزہ رکھنے ضروری ہیں اس وقت وہ نذر ادا ہوگی۔ امام اعظم کے نزدیک رمضان کے علاوہ بغیر روزہ کے اعتکاف درست ہے اور بعض ائمہ کے نزدیک درست نہیں اور نفل اعتکاف کی کم سے کم مدت ہمارے استاد مکرم کے نزدیک ایک دن ہے۔ اور دوسروں کے نزدیک دن کا اکثر حصہ اور امام محمد شیبانی کے مذہب میں ایک ساعت۔ اگر مسجد میں داخل ہوگئے، وقت اعتکاف کی نیت کرلے۔ جب تک مسجد میں رہے گا جائز ہے۔

تذکرۃً فرمایا کہ اسکنر اور فریزر[1] انگریز میری صحبت میں رہے ہیں اور بالخصوص فریزر ایک نہایت قابل اور بہتر دوست تھا اس نے مجھ سے کچھ پڑھا بھی تھا اور اسکنر قطعاً جاہل تھا اور اس کے پانچ بچے فوت ہو چکے تھے اگرچہ یہ لوگ تعویذ گنڈوں کے چنداں معتقد نہیں ہوتے لیکن مجبور ہو کر میرے پاس آیا اور اتفاق

---

[1] ولیم فریزر دہلی میں عرصہ سے مقیم تھا ۱۸۳۲ء میں دہلی کا ایجنٹ مقرر ہوا۔ بد اخلاقی کے جرم کی بنا پر ۱۸۳۵ء میں کریم خان نے قتل کر دیا۔ اس کو پھانسی لگی اہل دہلی ایک زمانہ تک اس کی قبر کو شہید کے مزار کی حیثیت سے زیارت گاہ بناتے رہے۔

سے اس کے چار لڑکے ہیں سیٹن [۱] بھی دو تین مرتبہ میرے پاس آیا ہے لیکن وہ جاہل اور خوشامدی ہے چنانچہ ایک دن میرے ساتھ یمانے شہر میں جاتے ولادت پر گیا تھا اور اس جگہ پر ایک یادگار بنانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا چنانچہ اس مقام پر اس نے ایک عمارت بنوائی تھی مگر وہ درست نہیں تھی جیسا کہ حسب ذکر دریافت کیا گیا تھا۔

ارشاد فرمایا کہ سیٹن انگریز نے پوچھا کہ اس کا سبب کیا ہے [illegible] شہر کے کنوؤں کا پانی کہیں کہیں میٹھا ہو گیا ہے میں نے اس کو جواب دیا دو وجہ سے اول یہ کہ جب آبادی ہو جاتی ہے گندگیاں زمین پر اثر کر جاتی ہیں اور ان کی وجہ سے زمین کا پانی فاسد ہو جاتا ہے جب وہ زمین ویران ہو جاتی ہے اور نجاستیں اور گندگی پڑنا بند ہو جاتا ہے تو کچھ عرصہ بعد پانی بدستور بہتر ہو جاتا ہے اور آبادیوں میں پانی کی نکاسی کے لئے بدرو گندی نالیاں، بناتے ہیں اور جب وہ جگہ ویران ہو جاتی ہے تو وہ نالیاں بند ہو جاتی ہیں پانی زمین میں نفوذ کرتا ہے اور میٹھا ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ سیٹن صاحب جو ایک قابل دوست تھے انہوں نے مجھے بھی اپنے مکان پر بلایا تھا اور ان کی خواہش تھی کہ میں کبھی کبھی ان کے پاس جایا کروں چنانچہ تفضل حسین خاں جو بڑا ملحد تھا، اس کے ذریعہ حافظ نور اللہ خوشنویس ایک تقریب میں بلوایا تھا، میری ملاقات بھی اس تقریب میں کراتی تھی انھوں نے ایک قطعہ خوشخط پیش کیا جس میں شروع میں یہ لکھا تھا۔

در اخلاق المحسنین گفتہ

ہر گاہ نصارا اخذ لہم ا اللہ

سیٹن صاحب نے وہ قطعہ تفضل حسین خان صاحب کے ہاتھ میں دے دیا وہ بہت نادم ہوئے

---

[۱] سیٹن۔ مسٹر ارچی بولڈ سیٹن ریذیڈنٹ دہلی پر شہزادہ مرزا جہانگیر نے گولی چلائی تھی جس کی وجہ سے وہ الہ آباد میں نظر بند کئے گئے تھے۔ دار الحکومت دہلی حصہ اول ص ۶۹۲

پھر فرمایا کہ لطیفہ خوب کہا تھا مجھے بھی پسند آیا۔

ایک مرتبہ فرنگ میں ایک شاعر نے بادشاہ کی مدح کی، جب بادشاہ کو شکست ہوئی تب بھی اس نے مدح میں اشعار کہے، بادشاہ جب واپس آیا تو وہ شاعر بدستور خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک دن بادشاہ نے اس شاعر سے کہا کہ تم ہمارے خیر خواہ اور رفیق ہو کہ وہاں بھی حاضر تھے اور مدح بھی کی تھی اس نے عرض کیا کہ میں نے جو کچھ آپ کی مدح میں کہا ہے وہ اظہار حق ہے اور اس اظہار حق کی بابت میں نے مدحیہ اشعار کہے ہیں۔

پھر کچھ تذکرہ کتاب تحفہ[1] اور تفضل حسین خاں[2] کی طرف سے حسن رضا خاں کو اس کے جواب کی درخواست اور ان کو اس کے قبول نہ کرنے کا ذکر فرمایا پھر فرمایا کہ ایک شخص میرے ہم نام اکبر آباد میں تھے جس نے ہدایہ کی شرح کشف الغطا لکھی ہے، شاہ جہاں نے اس کو ایران میں بھجوایا تھا جس کا آج تک جواب نہیں لکھا جا سکا۔ اس نے دو مسئلوں پر خاص طور سے بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سنی اور شیعہ تواتر کے قائل ہیں جس کے خلاف کرنا محال ہے پس اس امر کا چھپانا بھی جو حد تواتر تک پہنچا ہو محال ہو گا۔ اگر حضرت علی کو خلافت ملی تھی تو اتنے ہزار آدمیوں نے اس کو پوشیدہ رکھا جس سے محال لازم آتا ہے اور ثبوت بلکہ وجود حضرت علی اور جناب پیغمبر کا غلط ہو جاتا ہے۔ انہی دونوں مسئلوں پر بنا کر کے تحفہ میں نہایت خوبی کے ساتھ اس کو لکھا ہے۔ ایزد بخش نے کشف الغطا کی شرح کی ہے۔

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ کا ترجمہ عربی میں مولوی عبد القادر نے کیا ہے۔ قلمی نسخہ خدا بخش کے کتب خانہ میں ہے۔

[2] تفضل حسین خاں کشمیری سیال کوٹ میں پیدا ہوئے دلی میں نشوونما پائی وکیل آصف الدولہ کے تھے متبحر شیعی عالم تھے ریاضی سے دلی لگاؤ تھا۔ ہیئت دان محمد علی بن خیر اللہ مہندس کے شاگرد تھے سنہ ۱۲۵۰ھ میں وفات ہوئی۔ تذکرہ علمائے ہند ص ۳۶

ارشاد فرمایا کہ عبادت کرنا رات دن پر موقوف نہیں ہے جب جی چاہے کی جاوے اور اس سے روکنا غلط ہے۔

ارشاد فرمایا ایک شخص نے حضرت قبلہ گاہی سے عرض کیا کہ میں ایک جزیرہ میں گیا تھا جہاں کھانے میں بجز ناریل اور مچھلی کے کچھ نہیں ملتا مگر یہ کہ کسی دوسرے ملک سے حاصل کیا جائے چنانچہ اس شخص سے ان دونوں چیزوں کے ۸۲ قسم کے کھانے کی ترکیبیں میں نے سیکھی ہیں۔

سید احمد صاحب بریلوی سے جو حضرت کے اکابر خلفاء میں سے تھے تذکرۂ فرمایا کہ دنیا بکھیڑے کی جگہ ہے اگر خالص اللہ کے لئے کچھ اس سے حصہ مل جاوے تو بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ پہلے میں دل میں کہا کرتا تھا کہ میرے ماں باپ نے مجھ پر بڑے احسانات کئے ہیں، لیکن شادی کرکے مجھے ایک مصیبت میں ڈال دیا۔ پھر جب میں نے مولوی فخرالدین صاحب کو دیکھا کہ بجز ایک لڑکے کے جو انہوں نے اپنی ہمشیرہ کو دکن میں پرورش کے لئے دیا ہوا تھا اور وہی ان کی پوری دیکھ بھال رکھتی تھیں۔ مولوی فخرالدین خود یہاں بڑے متفکر اور پریشان رہتے اور احباب کے معاملات اور کاموں میں ایسے مصروف تھے جیسے لوگ اپنے اہل وعیال کی فکر اور تدبیر میں مشغول رہتے ہیں، تو میں نے حق تعالیٰ کا شکر کیا تو اس کا بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے اس قسم کی پریشانی سے نجات دی۔

ایک مرید نے عرض کیا کہ ایک اسپ مادہ عقرب (قسم) ہے اس کو خریدوں یا نہیں ارشاد فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے کہ نحوست ان چیزوں میں ہوتی ہے۔ عورت، مکان، اور گھوڑا۔ اشقر کھوڑ جس کو سمند اور شرغہ کہتے ہیں اور مشکی اور تریچ کلیان نسبتاً بہتر ہیں پھر فرمایا ے

سمند سیہ تا نوئے بے نشان

بہر جا کہ یابی بر د زر فشان

پھر فرمایا ارجل حدیث میں منع ہے۔ ستارہ پیشانی کو تجربہ کار لوگ اچھا نہیں جانتے بلکہ منحوس خیال کرتے ہیں۔

ارشاد فرمایا (ساج) کی لکڑی بہت اچھی لکڑی ہوتی ہے عرب میں پیدا ہوتی ہے حدیث میں ہے

کہ حضرت عثمان نے حجرۂ نبوی کی چھت اسی لکڑی کی بنائی تھی۔ اہل بصرہ اہل کوفہ سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس
ساج، عاج اور دیباج کی لکڑیاں تم سے زیادہ ہیں۔

نحن اکثر ساجاً و عاجاً و دیباجاً

یہ تینوں لکڑیاں ہندوستان کی مشہور ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے سفر میں دیکھا کہ پتھر کو بجائے لکڑی کے استعمال کرتے ہیں اور جلاتے ہیں۔

فرمایا کشمیر میں شادیوں کے موقعہ پر چلغوزوں کے درختوں کو مشعل کی جگہ روشن کرتے ہیں۔

ارشاد فرمایا بی شریفہ خانم جو جد امجد سے فیض حاصل کرنے والوں میں سے صاحب توجہ اور صاحب کشف بی بی گزری ہیں چنانچہ حضرت جب کبھی ان کے گھر جانے کا قصد کرتے اپنے بھائیوں کو تعظیم کے لئے بھیجدیتیں بلکہ آنجناب کے لئے آپ کے مرغوب طبع کھانے تیار کرتی تھی۔ ایک دن عجیب واقعہ پیش آیا حضرت اپنے گھر تشریف لے جارہے تھے۔ تسبیح ہاتھ سے گر پڑی، ان بزرگ نے اپنے چھوٹے بھائی کو جلدی بھیجا اور اس جگہ کا پتہ بتایا جہاں تسبیح گری تھی فوراً وہ گئے تسبیح لے کر واپس آئے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا محمد مرتضیٰ بی بی شریفہ کے چھوٹے بھائی ہمیرے دادا کے ہم زمانہ ہیں میں نے اپنے والد ماجد سے خود سنا ہے اور تحقیق ہے شک وشبہ کی ذرا گنجائش نہیں اگرچہ پتھر اور لکڑی کے تاثیرات کے سیکڑوں واقعات اس قسم کے سنے ہیں۔ یہ واقعہ ہے تو سنا ہوا لیکن یہ دیکھنے کے برابر ہے اور قریب ہی کے زمانہ کا ہے۔ محمد مرتضیٰ نے شوقیہ پرندوں کا ایک جوڑا (قمر قمرہ) پالا تھا اس میں سے ایک اندھا ہو گیا، مرتضیٰ ان کی پرورش اور نگہداشت بڑی توجہ کے ساتھ کرتا کچھ عرصہ کے بعد ایک پرندہ اڑ گیا۔ مرتضیٰ بہت رنجیدہ ہو۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ جانور پنجہ میں لکڑی لے کر آیا اور اپنی اندھی مادہ کے پنجہ میں دیدی اس نے اپنی آنکھوں پر اس کو ملا جس سے اس کی آنکھوں کی بینائی واپس آگئی۔ محمد مرتضیٰ بہت خوش تھا اس لکڑی کو اپنی پگڑی میں باندھ کر اپنے دوست احباب کو دکھانے کے لئے چل دیا راستے میں جنازہ جاتا ہوا دیکھا آگے آگے سیاہ اور سفید رنگ کے دو پہلوان لڑتے ہوتے جاتے تھے جس سے پوچھا اس نے کہا کہ تو دیوانہ ہے اسی طرح راستے بھر یہ شخص ان کا تماشہ دیکھتا ہوا شہر کے باہر نکل گیا۔ ناگاہ سفید رنگ کا پہلوان سیاہ رنگ کے

پہلوان پر غالب آگیا اور یہ غالب آنے والا مردے کے ساتھ قبر میں داخل ہوا اس نے شور کیا کہ ایک جوان آدمی کو ایک مردے کے ساتھ قبر میں کیوں دفن کرتے ہو۔ لوگوں نے اس کو پاگل بتلایا اور اس کے بار بار کہنے پر ناخوش ہوتے اس نے کالے رنگ کے پہلوان سے یہ ماجرا دریافت کیا اس نے کہا تو مجھے دیکھ رہا ہے لیکن اور مجھے نہیں دیکھ رہے ہم دونوں مردے کے نیک و بد اعمال ہیں اور ہر جنازے کے ساتھ ساتھ یہی معاملہ کرتے ہیں اس وقت نیک عمل والا غالب آگیا جو مردے کے ساتھ قبر کے اندر چلا گیا اور میں شکست کھایا ہوا باہر رہ گیا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ لکڑی کا اثر تھا جو اس کی پگڑی میں تھی جب اس لکڑی کو پگڑی سے جدا کر دیتا کچھ نظر نہیں آتا تھا، اس لکڑی کی برکت سے بہت سے نابینا، بینا ہو گئے اس کے خشک ہونے کے بعد وہ لکڑی سرمہ کی جگہ برابر استعمال ہوتی رہی۔ اسی طرح سے ایک پتھر جس کو حجر یرقان کہتے ہیں اس میں بھی عجیب و غریب اثرات دیکھنے میں آتے۔

اگر چمگادڑ کے بچے کو حجر یرقان کو گھس کر رنگ دیں تو اس کا رنگ زعفرانی ہو جانے گا اور لوگ کہیں گے کہ اس کو یرقان کی بیماری ہے اس قسم کی تاثیرات کے لئے حجر یرقان کو لوگ حاصل کرتے ہیں۔

اسی طرح ترکستان میں ایک پتھر پایا جاتا ہے جس کو حجر مطر کہتے ہیں جب کبھی اس کو آسمان کے نیچے رکھا جاتے بادل چھا جاتے ہیں اور بارش ہونے لگتی ہے غرضکہ پتھروں اور لکڑیوں میں عجیب عجیب تاثیرات پائی جاتی ہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ محمد مرتضیٰ کو میں نے بھی دیکھا ہے لیکن اس واقعہ کے دریافت کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مولوی احمد اللہ نے بھی سوال کیا کہ جانوروں کو بھی کشف ہوتا ہے **فرمایا** فطری طور پر جانور اشیاء کے خواص کو پہچانتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ آج میں نے حدیث میں دیکھا ہے کہ ابوایوب انصاری صحابیؓ آنحضرتؐ کے مزار مبارک پر منہ رکھے رو رہے تھے۔ اس واقعہ سے ہمارے ماں باپ پیر و مرشد کی قبر پر بوسہ دینے کی بابت حجت ملتی ہے اور علمائے متقشفین کے اعتراضات سے نجات کی سبیل نکلتی ہے جو تشدد کے ساتھ اس کو منع کرتے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

جب ایک مرید کو اس کے گھر سے کسی اشد ضرورت کی بنا پر بلانے کا خط آیا حضرت نے ارشاد فرمایا اس موقعہ پر تمہارا جانا ہمارے لئے بڑا گراں ہے اور ہر دن اور ہر گھڑی تم ہمیں یاد آؤ گے۔ اس مرید نے سفر کے فسخ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت نے فرمایا کہ ایک دن جدائی ضروری ہے اور مولا کی خوشنودی سب سے مقدم اور اولیٰ ہے ؎

گر بازمنی در یمنی، پیش منی

پھر اس مرید کے جانے کی تاریخ اور وقت مقرر فرما کر مدرسہ کہنہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اس مرید نے عرض کیا کہ اگر حضرت کو وہاں زیادہ وقت لگے تو بندہ وہیں حاضر ہو کر رخصت لے۔

فرمایا میں جلد آجاؤں گا۔ جب حضرت زیادہ دیر سے تشریف لائے تو اس مرید سے جو حضرت کے انتظار میں بیٹھا تھا اپنے دیر میں پہونچنے کا عذر فرمانے لگے۔ اس مرید نے عرض کیا کہ میں تجدید توبہ کرنا چاہتا ہوں حضرت دوبارہ دستگیری فرمائیں واللہ اعلم پھر کیا پیش آئے۔

چنانچہ بیعت کا مصافحہ حضرت نے دوبارہ فرمایا اور بعض دوسرے لوگوں کی طرف سے بھی نیابتاً اس مرید نے توبہ اور مصافحہ اور بیعت کی اور پھر وطن کے لئے رخصت لے کر روانہ ہو گیا۔ رخصت ہوتے وقت وہ مرید حضرت کے پائے مبارک پر گر پڑا اور دست بستہ درخواست کی کہ بندہ کوئی عمل اور پونجی نہیں رکھتا جس پر بھروسہ کیا جا سکے مگر حضرت کی محبت جو قلب میں پیوست ہے اور یہی میری نجات کا ذریعہ ہے حضرت سے دعا کی امید ہے کہ محبت میں مزید اضافہ فرمائیں گے اور اسی پر میں زندہ رہوں اور اسی پر مجھے موت آئے اور اسی پر میرا حشر ہو۔

اسی اثنا میں اس مرید پر رقت طاری ہوتی اور حضرت کے قدم پکڑ کر رونے لگا اور بار بار لجاجت سے درخواست کرتا تھا اور کہتا تھا کہ کوئی نجات اور عاقبت کے لئے، کوئی قلبی اور علمی استفادہ کے لئے اور کوئی کیفیت وحال کے فائدہ کے لئے مرید ہوتا ہے مگر یہ بندہ محض بر بنائے عشق و محبت اور خلوص و عقیدت سے مرید ہوا ہے اور اس کی دلی آرزو یہ ہے کہ ہمیشہ زندگی، موت اور قیامت میں آپ کے عشق و محبت میں گرفتار رہوں، چنانچہ دنیا میں وہ محبت میں مشہور ہو گیا۔ اور آخرت میں بھی محبت کے ساتھ مشہور ہو جاؤں اور آنحضرت بھی ہم غلاموں کو

جنت اور دوزخ جہاں کہیں بھی ہو فراموش نہیں کریں گے بندہ کو محض حضوری اور مصاحبت کی آرزو ہے جنت و دوزخ سے کوئی سروکار نہیں۔ اس وقت تمام حاضرین مرد و عورت چھوٹے اور بڑے زار زار رو رہے تھے اور حضرت پر بھی ایک کیفیت و وجد کا عالم تھا اور قدرے اس کو رخصت کرنے کے لئے احتراماً اٹھے اور اس مرید کو آغوش میں لیا حضرت کی چشم مبارک سے آنسو جاری تھے اور قلب پر توجہ دے رہے تھے پس اس مرید نے درخواست کی کہ یہ حضرت کے استعمالی جوتے تبرکاً جیسا کہ حضرت نے فلاں تقریب پر وعدہ فرمایا تھا اس غلام کو مرحمت فرما دیتے جائیں۔

حضرت نے ارشاد فرمایا اجازت ہے لے سکتے ہو۔ اس مرید نے اپنے ہاتھوں سے حضرت کے پائے مبارک سے جوتے اتارنے چاہے تو حضرت نے ازراہ عنایت وہ جوتے اپنے دست مبارک سے اس مرید کو دیدیئے اور مکان سے نئے جوتے بھیجے گئے لیکن اس مرید کی خواہش انہیں بوسیدہ اور مستعمل جوتوں کو لینے کی تھی حضرت نے بھی ارشاد فرمایا یہی ٹھیک ہیں اور کچھ شیرینی اور میوہ گھر میں سے منگا کر اس مرید کو دیا اور رخصت کرتے ہوئے محل سرا کے باہر دروازہ تک تشریف لے گئے اس وقت حضرت مریدین اور سب حاضرین اشکبار تھے اور حضرت نے مرید کی درخواست پر اس کے لئے دعا کرنے کا اور ازدیاد محبت کا وعدہ فرمایا اور ایک بار پھر اس کو ملاقات کا شرف بخشا اور کمال محبت و عنایت سے دعا دیتے ہوئے اس کو رخصت کیا اور مکرر سہ کر راس کو سینے سے لگایا اور لوگوں کو اذان کی اجازت دی اور تقریباً سو آدمی دریا اور شاہدرہ تک اس کو رخصت کرتے ہمراہ گئے۔

کمالاتِ عزیزی

کمالات عزیزی

کمالات و مجربات کا متن دستیاب نہ ہو سکا اس لئے سابق ترجمہ کے آخر میں
جیسا موجود تھا بجنسہٖ نقل کر دیا گیا ہے۔ (مترجم)

(۱) شاہ عبدالعزیزؒ سترہ سال کے تھے کہ والد بزرگوار حضرت کے اس دار فانی سے رحلت فرما گئے
چند مولوی شاگرد اس خاندان کے قصبہ پھلت سے گاڑی کرایہ کر کے دہلی کو چلے۔ اثناء راہ میں علماء باہم
بحث علمی کرنے لگے۔ بہلیان قوم سے برہمن تھا اس نے علماء سے کہا کہ میری ایک بات بتلاؤ کہ خدا ہندو ہے
یا مسلمان۔ سب مولویوں نے جواب دینے سے عاجز ہو کر کہا کہ دہلی میں چل کر بڑے مولانا صاحب سے تیری
بات کا جواب لے دیں گے۔ جب دہلی میں پہونچے اور حضرت مولانا صاحب سے ملاقات ہوئی اس گاڑی بان
نے کسی شخص سے پوچھا کہ بڑے مولوی صاحب یہی ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں یہی ہیں۔ گاڑی بان نے
مولوی صاحبان قصبہ پھلت سے کہا کہ میری بات کا جواب لے دو۔ مولویوں نے کہا کہ ہاں حضرت آپ اس
کا جواب دیجئے۔ گاڑیبان نے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ ہم جو کہیں اسے خوب سوچ سمجھ فرمایا اگر خدا ہندو ہوتا
تو گئو ہتیا کبھی نہ ہوتی یہ سنکر وہ برہمن مسلمان ہو گیا۔

(۲) ایک پادری صاحب دہلی میں واسطے مباحثہ کے آئے مسٹر مشکن صاحب بہادر ایجنٹ گورنمنٹ نے
پادری صاحب سے کہا کہ شرط مقرر کرنی چاہیے جو کوئی دونوں میں سے ہار جائے گا اس سے دو ہزار
روپیہ لئے جاویں گے اگر شاہ عبدالعزیزؒ ہار گئے تو میں دوں گا کس واسطے کہ وہ فقیر ہیں اور پادری صاحب

کو مولوی صاحب کی خدمت میں لائے اور سب حال بیان کیا بعدہٗ پادری صاحب نے کہا کہ ہم سوال کرتے ہیں اور جواب اس کا معقول چاہتے ہیں۔ منقول نہ ہو جب یہ بات ٹھہر گئی تو پادری صاحب نے سوال کیا کہ تمہارے پیغمبر حبیب اللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پادری صاحب نے کہا تمہارے پیغمبر نے بوقت قتل امام حسین علیہ السلام فریاد نہ کی حالانکہ حبیب کا محبوب زیادہ تر محبوب ہوتا ہے، خدائے تعالیٰ ضرور توجہ فرماتا۔ جناب مولانا صاحب نے جواب دیا کہ پیغمبر صاحب واسطے فریاد کے جو تشریف لے گئے۔ پردۂ غیب سے آواز آئی کہ ہاں تمہارے نواسے پر قوم نے ظلم کر کے شہید کیا لیکن ہم کو اس وقت اپنے بیٹے بیٹے کا صلیب پر چڑھانا یاد آیا ہوا ہے اس سبب سے پیغمبر صاحب خاموش ہو رہے اور پادری نے دو ہزار روپیہ بابت شرط کے ادا کئے۔

(۲۳) مولوی مدن صاحب بڑے فاضل متوطن شاہجہان پور عند الورود دہلی واسطے شاہ عبدالعزیز کے مدرسہ میں آئے۔ مدرسہ بڑا مکان اور فرش شطرنجی کا بچھا ہوا تھا اور ایک پلنگ ایک طرف کو پڑا رہتا تھا۔ اکثر حضرت چہل قدمی فرمایا کرتے تھے۔ پھر اس پلنگ پر لیٹ جاتے اور سب آدمی جو آتے تھے فرش پر بیٹھتے۔ مولوی مدن نے کہا کہ میں تو فرش پر نہیں بیٹھوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کے واسطے اچھا پلنگ لاؤ۔ فوراً پلنگ نواڑی لاکر سوزنی و تکیہ سے آراستہ کر دیا۔ مولوی مدن اس پر بیٹھے اور کہا کہ میں آپ کی ملاقات کا بہت مشتاق ہوں اور آپ سے گفتگو کرنے کا ارادہ ہے۔ آپ نے پوچھا کہ کس علم میں۔ مولوی مدن نے کہا کہ علم معقول میں۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کو مولوی رفیع الدین صاحب کے پاس (کہ چھوٹے بھائی جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے اور فاضل متبحر تھے) لے جاؤ۔ مولوی مدن نے کہا کہ میں تو آپ سے گفتگو کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں ان ہی سے کیجئے۔ بعد اس کے مولوی مدن نے کہا کہ بس معلوم ہوا۔ آپ نے فرمایا کیا معلوم ہوا۔ انھوں نے کہا کہ ہماری مجلس میں ایک دفعہ ذکر تھا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب منقولی اور معقولی دونوں ہیں۔ کوئی کہتا تھا کہ فقط منقولی ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ فقیر سوائے قال اللہ والرسول کے اور گفتگو نہیں جانتا ہے۔ بہت اچھا شروع کیجئے۔ مولوی مدن بھی بڑے فاضل اور معقولی تھے۔ ان کے نزدیک

جو مسئلہ مشکل تھا بیان کیا۔ جناب مولانا صاحب نے ایسا عمدہ جواب دیا کہ مولوی مدن صاحب پلنگ پر سے کود کر دور جا کھڑے ہوئے اور کہا کہ مجھ سے گستاخی ہوئی اور اس مدن کی عاقبت بگڑ گئی۔ آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب آئیے تشریف لائیے۔ انھوں نے کہا کہ مولوی کون ہے میرا رتبہ یہ بھی نہیں ہے کہ جو لوگ آپ کے یہاں آتے ہیں ان کی جوتیاں اتارنے کی جگہ کھڑا رہوں، آپ میرا قصور اللہ معاف فرمائیے۔ غرض بعد معافی قصور فرش پر بیٹھے۔

(۴) عشرہ محرم الحرام کو حضرت مولانا صاحب وعظ فرمایا کرتے تھے ہزارہا آدمی جمع ہوتا تھا اور اہل تشیع کے ہاں بھی اس وقت کتاب اور مرثیہ بند ہو جاتا تھا ایک شخص نے سوال کیا کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اور یزید کا مقابلہ تھا حق تبارک و تعالیٰ کس طرف تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ میزان عدل پر تو لتے تھے کہ صبر حضرت امام حسین علیہ السلام کا اس مردود کے ظلم پر غالب آیا۔

(۵) صاحب ریذیڈنٹ دہلی حضرت کی ملاقات کو آئے اور عند التذکرہ بیان کیا کہ ایک بات میں پوچھتا ہوں کوئی جواب اُس کا نہیں دیتا مثلاً ایک شخص مسافر جاتا ہے اور راستہ بھول گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک آدمی سوتا ہے اور ایک بیٹھا ہے پس یہ راستہ کس سے دریافت کرے آپ نے فرمایا کہ راستہ واسطے چلنے کے ہے نہ واسطے بیٹھنے کے۔ اس تیسرے آدمی کو چاہیئے کہ وہاں بیٹھے۔ جب سونے والا جاگے جب دونوں راستہ پوچھ کر چلے جاویں۔ (سفر سے سفر آخرت: بیٹھے ہوئے سے حضرت عیسیٰ سوتے ہوئے سے محمد عربی صلعم مراد ہیں)

(۶) ایک شخص کسی ملک کا رہنے والا حاضر ہوا اور اس نے کئی کلمہ ایسے بیان کئے جو کسی کی فہم میں نہ آئے اور عرض کیا کہ میں اس میں سے کچھ بھول گیا ہوں۔ کئی ہزار کوس پھرا جس کو کامل سنا اس سے پوچھا لیکن کچھ کسی نے نہ کہا آپ نے فرمایا کہ یہ فلانی چیز کا منتر اور فلانی زبان میں ہے اور یہ پانچ کلمہ جو تجھ کو یاد ہیں اس میں دو غلط ہیں اور وہ اس طرح پر ہیں اور تین کلمہ جو تو بھول گیا ہے وہ یہ ہیں۔ اس میں وہ شخص بہت خوش ہوا اور قدموں پر گر کر رخصت ہوا۔

(۷) ایک شخص نے ایک تصویر پیش کی اور کہا یہ تصویر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اس تصویر کو کیا کرنا چاہیئے آپ نے فرمایا کہ حضرت پیغمبر صاحب نے غسل فرمایا ہے۔ اس تصویر کو بھی غسل دینا چاہیئے۔

(۸) ایک منشی ذی علم کسی انگریز کے نوکر حضرت کی خدمت میں آئے اور کہا کہ بندگی قبلہ، آپ نے فرمایا کہ جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ داڑھی رکھتے تھے یا نہیں۔ اس منشی نے کہا کہ ہاں رکھتے تھے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ تمہارا کیا نام۔ اس نے کہا شیعۂ علی۔ حضرت نے فرمایا تمہاری ریش نہیں اور فقیر کی ہے۔ اس نے کہا کہ صاحب ہم دنیا دار ہیں آپ نے فرمایا کہ حضرت کے سر پر اس طرح کٹے ہوئے بال تھے اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت کے دندانِ مبارک پر مسّی بھی لگی ہوئی تھی۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں میں نے دندان کی مضبوطی کے واسطے لگالی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت بھی انگشتان مبارک میں چھلا اور انگوٹھی پہنتے اور ہاتھ پاؤں میں مہندی لگاتے تھے۔ اس نے عرض کیا کہ نہیں میں نے یوں ہی لگالی ہے۔ اس نے کہا میں سنی ہوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ شک ہو تو رفع کر لو۔ اس نے کہا کہ ان چاروں میں شک ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ جلشانہ، وحدہٗ لاشریک لہٗ اس کے چار فرشتے مقرب ہیں۔ ایسے ہی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے چار یار اور دو ہاتھ اور پاؤں یہ چار کے چار اور خاک آب آتش باد چار ارکان سے تمام خلق اللہ پیدا ہوئی۔ یہ چار کے چار۔ غرض ہفتاد مثال چار کی دیں۔ اس نے توبہ کی اور سنی ہو گیا۔

(۹) بخشی محمود خاں رئیس شاہجہان آباد کی شادی تھی انھوں نے رقعے طلب میں سب صاحبوں کو لکھے ایک جناب مولانا صاحب کے بھی نام آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اسی رقعہ کی پشت پر یہ شعر لکھ کر واپس کر دو سب آدمی دیکھ کر محظوظ ہوئے۔

بیت

در محفلِ خود راہ مدہ ہمچو منے را
افسردہ دِل افسردہ کند انجمنے را

(۱۰) ایک درویش نے کہا مولوی صاحب سلام اور کہا میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں اسے بتلاؤ کہ غٹرغوں کسے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو کہنا نہ آیا۔ یوں کہو گھوٹم گھاٹا غٹرغوں وہ درویش بہت خوش ہوئے اور دعا دے کر چلے گئے۔

(۱۱) ایک شخص نے عرض کیا کہ محفل رقص و سرود میں انسان بخوشی بیٹھا رہتا ہے اور جو عبادت میں

میں بیٹھے تو نیند آتی ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ دو پلنگ ہوں ایک پر کانٹے بچھے ہوں اور دوسرے پر پھول۔ تو نیند کس پر آوے گی۔ اس نے عرض کیا کہ پھول کے پلنگ پر۔ آپ نے فرمایا کہ کانٹوں کا پلنگ مثل ناچ دیکھنے کے ہے اور پھولوں کا پلنگ مانند عبادت کے ہے اس باعث سے اس میں نیند آتی ہے۔

(۱۲) دو قوالوں میں ایک راگ کی تشخیص میں اختلاف تھا۔ بالآخر باتفاق ہمدگر حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے راقم سطور بھی اس وقت قریب موجود تھا۔ قوالوں کی بحث سننے کو گیا لیکن وہ سوال اپنا عرض کر چکے تھے۔ حضرت نے ایسی کیفیت اس راگ کی بیان فرمائی کہ دونوں کا اطمینان خاطر ہوا اور دونوں خاموش ہو کر مولانا کو دعا دیتے ہوئے چلے گئے۔

(۱۳) ایک شخص آیا اور اپنا خواب بیان کیا کہ کھلی تیل پیتی ہے۔ حضرت مولانا صاحب نے فرمایا اس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری بی بی واقع میں تمہاری والدہ ہے۔ اس نے کہا صاحب یہ کہیں ہو سکتا ہے بعدہ اس نے مکان پر جا کر جو تحقیق کیا تو واضح ہوا کہ فی الحقیقت وہ عورت اس کی ماں ہے۔ وجہ یہ تھی کہ جب یہ شخص شیر خوار تھا۔ دونوں میں مفارقت ہو گئی اور جوانی میں ایک دوسرے کا شناسا نہ تھا۔ اس سبب سے باہم نکاح ہوا۔

(۱۴) ایک خواجہ صاحب متوطن دہلی دوستِ راقم بیان کرتے تھے کہ میں دوپہر دن کو سوتا تھا۔ ایک خواب دیکھا اور گھبرایا ہوا خدمت عالی میں حاضر ہوا اور خواب عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہارے گھر میں حمل کی صورت ہے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ بے شک ہے۔ حضرت نے فرمایا وہ ساقط ہو گیا۔

(۱۵) مولوی حافظ احمد علی صاحب استاد راقم متوطن تھانہ بھون دہلی میں طالب علمی کرتے تھے۔ انھوں نے خواب دیکھا اور حضور میں عرض کر کے تعبیر چاہی۔ حضرت نے فرمایا کہ اس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری والدہ کا انتقال ہو گیا بعد کئی روز کے معلوم ہوا کہ تعبیر راست ہے۔

(۱۶) ایک شخص متوطن دہلی ملازم بادشاہی حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ باپ کی تنخواہ ایک سو تیس روپیہ تھی وہ رحلت کر گئے۔ مجھ کو صرف تیس روپے ملتے ہیں۔ اس میں گذارہ کس طرح

نہیں ہوتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ کچھ کھا کر مر جاؤں۔ مگر سُنا ہے خودکشی حرام موت ہوتی ہے۔ اس واسطے آپ سے عرض کرتا ہوں جیسا ارشاد ہو عمل میں لاؤں۔ حضرت نے فرمایا تم کلام مجید میں فال دیکھو۔ انھوں نے فال دیکھی۔ وہ مقام سُنکر آپ نے فرمایا کہ تم جانب دکن یعنی جنوب کی طرف جاؤ۔ ۱۴ منزل پر شہر مسلمانوں کا آوے گا۔ وہاں ٹھہر جائیو اور اگر دو تین فاقہ بھی ہوں۔ تو مت گھبرائیو۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ تم بہت خوش ہو کر آؤ گے۔ وہ شخص رخصت ہو کر ویسے ہی کہ ایک گھوڑا سواری میں تھا اور دو آدمی تھے روانہ ہوئے۔ ۱۴ منزل میں ٹونک نواب میر خاں صاحب کا آیا۔ جس مسجد میں نواب صاحب نماز کو آتے تھے قیام کیا۔ نواب میر خاں بہت تپاک سے پیش آئے لیکن کھانے کو کچھ نہ پوچھا دو فاقہ بھی ہوئے۔ اس عرصہ میں نواب صاحب نے اپنے امراء سے مشورہ کیا کہ انگریزوں سے معاملہ کیسے کرنا چاہیئے سب نے صلاح لڑائی کی دی۔ نواب نے سُنکر کہا کہ اس شخص کو بُلانا چاہیئے۔ جو مسجد میں ہے۔ مختصر یہ ہے کہ نواب صاحب نے اس شخص کو پانسو ۵۰۰ روپیہ ماہوار کی تنخواہ مقرر کر کے فیل و شتر وغیرہ سامان جلوس دے کر بحضور جنرل اختر لونی صاحب کے بمقام دہلی واسطے درستی صلح کے بھیجا وہ شخص پہلے حضور والا میں جناب مولانا صاحب کی حاضر ہوئے کئی اشرفی نذر کیں اور عرض کیا کہ جس طرح سے ارشاد ہوا تھا اُس طرح ظہور میں آیا۔ آپ نے کشف باطن سے فرمایا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے سیاق کلام مجید سے کہا تھا۔

(۱۷) راقم کے رُو برو حضرت نے فرمایا کہ پُرانے شہر دہلی میں ایک شخص رہتا تھا وہ مر گیا ایک دختر اس نے چھوڑی۔ ایک شخص نے اس متوفی کو خواب میں دیکھا کہ میری بیٹی سے کہو کہ کچھ اللہ میرے واسطے خیرات کرے۔ صبح کو اس نے اس کی بیٹی کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ آوارہ ہو کر طوائفوں میں مل گئی اور شاہجہان آباد میں ہے یہ شخص گئے تو کوٹھے پر بازار میں رہتی تھی اور کواڑوں کو قفل لگا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ دریا پر واسطے غسل کے گئی ہے یہ شخص گھاٹ پر گئے دیکھا کہ وہ کئی مردوں کے ساتھ نہا رہی ہے اور چھینٹوں سے کھیل رہی ہے۔ انھوں نے کنارے پر سے اس کے باپ کا

پیغام پہونچایا اس نے سنتے ہی ایک دو تہتر پانی لیکر کر پھینکا اور کہا کہ یہ میں نے للہ اس کے واسطے دیا یہ شخص پیغام دینے والے شرمندہ ہو کر چلے آئے۔ اسی رات اس مرد کو یعنی اس کے باپ کو خواب میں دیکھا انھوں نے کہا کہ بیٹے جا کر دیکھا تو اسکی اوقات خیر اب ہوگئی ہے اس نے کہا کہ خیر یہ اس کے عمل ہیں لیکن اس نے جو دو تہتر لیکر کر پانی پھینکا تھا۔ اس کا ایک قطرہ ایک جانور کے حلق میں جو کہ متصل کنارہ دریا کے بہت پیاسا تھا پہنچا اس کے عوض میرے اوپر بڑے انعام حق تعالیٰ نے عطا فرمائے تمہارا بڑا شکر گذار ہوں۔

(۱۸) ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ یا حضرت میں نے آج شب کو خواب میں دیکھا ہے کہ میری زوجہ سے ذو کتے مباشرت کرتے ہیں یا حضرت جب سے کہ خواب دیکھا ہے کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ مجھ پر کیا صدمہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس قدر قدر پریشانی کی بات نہیں ہے۔ شاید تمہاری زوجہ موئے زہار مقراض سے کترتی ہے اس کو منع کر دو کہ بار دگر ایسا نہ کرے۔ پس جو دریافت کیا گیا تو واقعی ایسا ہی تھا۔

(۱۹) ایک شخص نہایت پر ملال کہ آثار غم اس کے بشرہ سے ظاہر تھے حاضر حضور ہو کر عرض کرنے لگا کہ یا حضرت آج کی شب میں نے اپنے تئیں اپنی والدہ سے ہم بستر ہوتے دیکھا اس وقت سے گویا میں زندہ در گور ہوں۔ غور کرتا ہوں لیکن خیال میں نہیں آتا کہ آیا مجھ سے کوئی گناہ عظیم واقع ہوا جو ایسا واقعہ جو کہ خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے مجھے نظر آیا۔ جناب مولانا صاحب نے ارشاد فرمایا کہ دریافت کرو شاید تمہاری بی بی نے کلام اللہ گرو کر کے مہاجن کو سود دیا ہے بعد دریافت انفکاک کلام اللہ شریف کا کرلے کے آئندہ ایسے امور سے محترز رہو بالآخر دریافت کیا تو ایسا ہی واقع ہوا تھا۔

(۲۰) ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا حضرت مجھے خواب میں نظر آیا ہے کہ مشرق سے مہتاب مثال ہلال نمودار ہو کر وسط آسمان کی طرف آتا ہے۔ اور جوں جوں بلند ہوتا ہے کمال پاتا ہے اور وسط آسمان پر پہونچکر بدہ کامل ہوتا جاتا ہے اور پھر درمیان سے ٹوٹ کر دو ہلال بن کر اسی اپنی اول مشرقی طرف بہ سرعت تمام جا کر غروب ہو جاتا ہے۔ آپ اس بھید کو مجھ پر ظاہر فرما دیں کہ میں توہمات باطلہ سے رہائی پاؤں یا کسی لطیفہ غیبی کا امیدوار ہو بیٹھوں۔ آپ نے فرمایا کہ تیری زوجہ کو حمل سہ ماہہ تھا آج آخر شب وہ ساقط ہو گیا۔ اس شخص کو نہایت تامل ہوا کہ میری زوجہ کو ہرگز بھی حمل نہ تھا بلکہ لوگوں

کو تو اس کے عقر پر اتفاق ہے۔ یہ جناب مولانا صاحب کا فرمانا ہے ورنہ حکماء وقت کو کیوں کر لغو جانوں
کہ ہر ایک ان میں سے افلاطون ہے جن کا میری زوجہ کے عقر پر اتفاق رائے ہے اور جناب شاہ صاحب
کے فرمانے کو کس طرح جھوٹ سمجھوں کہ خوف زوال ایمان اور موجب سوء عقیدت اور باعث خلع بیعت
ہوگا۔ لاچار متفکر ہو کر اٹھا اور مکان پر جا کر دریافت کیا تو ارشاد جناب شاہ صاحب مغفور کا ہی بجا تھا۔

(۲۱) عالم رویا میں مولانا صاحب کو حضوری جناب حضرت علی مرتضیٰ اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہ
کی حاصل ہوئی اور بیعت کر کے فیضیاب ہوتے۔

(۲۲) جناب حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا کہ فلاں شخص نے ایک کتاب زبان پشتو
میں ہمارے مذہب میں لکھی ہے اور نام اس کے باپ کا اور مقام سکونت و نام کتاب بھی ظاہر فرمایا۔
آپ نے عرض کیا کہ میں زبان پشتو نہیں جانتا ہوں۔ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ
نہیں ہے۔ آپ خواب سے بیدار ہوتے بعد تلاش کتاب دستیاب ہوئی۔ آپ نے اس کا جواب
زبان پشتو میں لکھ کر مشتہر کیا۔

(۲۳) ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ صاحب یہ طوائف یعنی کسبی عورتیں مرتی ہیں ان کے جنازہ کی نماز
پڑھنی درست ہے یا نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جو مردان کے آشنا ہیں ان کی بھی نماز پڑھتے ہو یا نہیں۔
اس نے عرض کیا کہ ہاں پڑھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تو ان کے بھی جنازہ کی نماز پڑھو۔

(۲۴) ایک سوداگر صاحب دول متوطن دہلی کو اپنی زوجہ سے نہایت محبت تھی بوقت روانگی سفر
زوجہ سے کہا کہ اگر تم اپنے باپ کے گھر جاؤ گی تو میری طرف سے تم کو طلاق ہے بعد واپسی معلوم ہوا کہ زوجہ
مذکورہ اپنے باپ کے گھر گئی تھی۔ علماء وقت سے جو فتویٰ طلب کیا سب نے کہا کہ طلاق ہوگئی۔ بیچارے
مایوس ہو کر رہ گئے۔ مولانا صاحب کہ اس وقت بھی سترہ سالہ تھے۔ سوداگر موصوف سے فرمایا کہ
اگر شیرینی کھلاؤ تو تمہارا نکاح پھر پھرا دیں۔ انہوں نے اقرار کیا۔ آپ نے فتویٰ لکھا کہ جب باپ اس عورت
کا مر گیا تب وہ گئی اس صورت میں وہ گھر اس کے باپ کا نہ رہا بلکہ وہ گھر عورت کا ہو گیا۔ پس وہ اپنے گھر گئی نہ
باپ کے۔ سب علماء نے پسند و قبول کیا۔

(۲۵) ایک رسالدار ساکن لکھنؤ حضرت کے مرید تھے۔ ملازمت کے واسطے آئے اور عند التذکرہ عرض کیا کہ حضرت میں نے ایک گھوڑا پچاس سو روپیہ کو مول لیا ہے حضرت نے کہا منگاؤ ہم بھی دیکھیں حالانکہ بصارت آپ کی بہت برسوں سے بالکل جاتی رہی تھی۔ جب گھوڑا آیا حضرت نے فرمایا کہ سمند سیہ زانو ہے۔ رسالدار نے کہا کہ دُرست ہے۔ آپنے فرمایا کہ اس کو پھیر و پھیرنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ ذرا تیز کرو۔ جب تیز کیا تو رسالدار سے پوچھا کہ قیمت اس کی دے دی۔ عرض کیا کہ دے دی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ گھوڑا لنگڑا ہو جاوے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۲۶) ایک رُوز حضرت مولانا صاحب نے ایک طالب علم سے ارشاد فرمایا کہ تم شاہ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے مزار پر جاؤ اور وضو تازہ کر کے اوّل نماز مغرب ادا کرو بعدہٗ دو رکعت نماز ادا اور پڑھو اور فلاں فلاں سورۃ پڑھنا۔ ایک بلی یعنی گربہ آوے گی لیکن تم نماز اپنی پوری کر لیجیو بعد سلام پھیرنے کے اس بلی کو پکڑ کر ذبح کر کے کپڑے میں لپیٹ کر ہمارے پاس لے آنا۔ چنانچہ طالب علم نے بموجب ارشاد آپ کے عمل کیا۔ جب بلی کو حضرت کے رُوبرو کپڑے سے کھولا دیکھا کہ وہ تمام طلا ہے۔ دوسرے روز طالب علم نے پھر ایسا ہی کیا اُس رُوز کچھ نہ ہوا۔

(۲۷) حضرت مولانا صاحب نے کئی مولویوں سے فرمایا کہ تم کابلی دروازہ کے باہر جاؤ۔ ایک شخص عرب آتے ہیں ان کو لے آؤ۔ یہ لوگ بہ تعمیل حکم شہر سے باہر جا کر کھڑے ہوئے دیکھا تو ایک شخص مصر سے ایک خچر پر سوار چلے آتے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب نے آپ کے استقبال کے واسطے ہم کو بھیجا ہے اور باتیں کرتے ہوئے چلے آئے۔ انھوں نے اپنا حال بیان کیا کہ میں مصر کا باشندہ ہوں۔ اور ہمشیرہ میری فاضل ہیں اور حافظ کلام مجید اور کتب حدیث شریف صحاح ستہ سب حفظ یاد ہیں۔ اوّل سے علم تحصیل کیا۔ ایک کتاب میں راقم کو اس کا نام یاد نہیں پڑتا۔ ایک مقام سمجھ میں نہیں آیا۔ ہمشیرہ نے ہر چند تقریر کی لیکن میری فہم میں نہیں آیا۔ اس پر ہمشیرہ نے کہا کہ اب تم ہندوستان کو جاؤ اور شہر دہلی میں شاہ عبد العزیز ہیں اُن سے یقین ہے کہ تمہاری فہم میں آوے۔ اس واسطے میں اس طرف کا عازم ہوا۔ غرض یہ سب فاضل اُن کو لے کر مدرسہ میں آئے حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ کتاب کہاں ہے خورجی میں تھی نکلوا کر

منگائی اور ان سے فرمایا کہ سبق اپنا نکالو۔ جب حضرت نے تقریر فرمائی وہ عرب بہت خوش ہوئے اور عرض کیا کہ میں سمجھ گیا پھر وہ عرصہ تک اور علم حاصل کرتے رہے بعدہ اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔

(۲۸) حضرت وعظ حدیث شریف کا فرما رہے تھے۔ اس میں ایک شخص آئے آپ نے انگشت سے اشارہ کیا اپنی پشت کی طرف یعنی ادہر آؤ۔ جب درس تمام ہوا اس شخص نے عرض کیا۔ رات خواب میں دیکھا کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور آپ سامنے جناب سیدالمرسلین کے بیٹھے ہوئے وعظ حدیث شریف کا فرما رہے ہیں اور میں حاضر ہوا تو آپ نے اسی طرح انگشت سے اشارہ پس پشت بیٹھنے کا فرمایا تھا اب جو میں حاضر ہوا تو بھی ایسا ہی ہوا اس کا کیا سبب ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم حقہ بہت پیتے ہو تمہارے مُنہ سے بُو آتی ہے اور حضور کو ناپسند ہے اس واسطے فقیر نے کہا تھا۔

(۲۹) جناب مولانا صاحب نے اول سال جو کلام مجید حفظ یاد کر کے سُنایا تھا۔ نماز تراویح ہو چکی تھی۔ اس عرصہ میں ایک سوار بہت خوبرو زرہ بکتر وغیرہ لگائے ہوئے برچھا ہاتھ میں لئے تشریف لائے اور کہا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف رکھتے ہیں جو وہاں تھے سب نے دوڑ کر ان کو گھیر لیا اور پوچھا کہ حضرت یہ کیا تقریر ہے۔ اور آپ کا کیا نام ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ میرا نام ابوہریرہ ہے جناب سیدعالم نے فرمایا تھا کہ ہم عبدالعزیز کا کلام مجید سُننے چلیں گے۔ پھر مجھ کو ایک کام کے واسطے بھیجدیا۔ اس سبب سے دیر میں آیا۔ یہ بات کہہ کر غائب ہو گئے۔

(۳۰) وعظ ہو رہا تھا پھر ایک شخص حاضر ہوئے بعد تمام ہونے درس کے انھوں نے سات اشرفی پیش کیں۔ حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ ایک چہ بچہ میں سے سات اشرفی۔ پھر وہ شخص اُٹھ کر چلے۔ لوگوں نے ان کو گھیرا اور حال دریافت کیا۔ انھوں نے بیان کیا کہ میں پورب کا رہنے والا ہوں اور اللہ تعالےٰ نے مال دنیوی بہت عطا فرمایا ہے۔ مگر بیماری فنا دخون سے ترک وطن کر کے توکلت علی اللہ العزیز الحکیم مع چند ملازم بسواری اسپ اس تلاش میں نکلا کہ شاید کوئی ایسا شخص مل جائے کہ مشکل آسان ہو۔ اس تلاش میں پھرتا تھا کہ ایک مقام پر پہنچا۔ ایک عورت نے کہا کہ اس پہاڑ میں ایک بزرگ تشریف رکھتے ہیں اگر تم وہاں پہونچو تو یقین ہے کہ اچھے ہو جاؤ لیکن راستہ ایسا دشوار گذار ہے کہ اسپ نہیں جا سکتا میں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ تم سب یہاں رہو اور میں جاتا

ہوں۔ اگر تین مہینے میں واپس آجاؤں تو خیر ورنہ یہ گھوڑے۔ اسباب اور روپیہ تم سب تقسیم کر کے چلے جانا۔ پھر میں پہاڑ پر گیا تو کیا دیکھتا ہوں ایک چھپر کا گھر چھوٹا سا ہے اور اس میں ایک درویش تشریف رکھتے ہیں۔ سلام کیا۔ پوچھا کہ تو کون ہے میں نے سب حال اپنا کہہ سنایا فرمایا کہ یہ پڑیا دوا ہے اس کو لے جاؤ اور فلاں مقام پر ایک چشمہ ہے وہاں بیٹھ کر اس کو کھانا اللہ کا فضل ہے کہ تم اچھے ہو جاؤ گے میں نے اسی طرح عمل کیا۔ اسہال اور قے آتی اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اچھا ہو گیا۔ پھر میں ان بزرگ کی خدمت میں آیا پوچھا کہ تمہارے گھر کا راستہ کس طرف کو ہے میں نے عرض کیا۔ فرمایا کہ دہلی بھی راستہ میں آتی ہے میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ لیکن اگر حکم ہوگا تو دہلی کے راستہ جاؤں گا۔ وہ بھی راستہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز کا نام سنا ہے میں نے کہا کہ سنا ہے۔ وہ تو آفتاب ہندوستان ہیں۔ فرمایا وہ ہمارے پیر بھائی ہیں پھر اندر چھپر میں جا کر مٹی میں یہ سات اشرفی لائے اور کہا کہ مولانا صاحب کو ہماری طرف سے دے دیجیو۔

(۳۱) مفتی الٰہی بخش صاحب فاضل متبحر شاگرد رشید حضرت کے متوطن کاندھلہ مقیم سہارن پور نے لکھا کہ جناب مولانا روم علیہ الرحمتہ نے جو دفتر شروع کر کے چھوڑ دیا ہے۔ اور فرمایا کہ بعد میرے ایک شخص ہوگا وہ اس کو تمام کرے گا میرا ارادہ اس کے تمام کرنے کا ہے۔ اس واسطے عرض کرتا ہوں بفضل الٰہی سے آپ کی بڑی معلومات ہے کہیں یہ قصہ سماعت میں یا نظر سے گذرا ہو۔ تو ارشاد فرمائیے۔ حضرت نے اس کے جواب میں دو آیت کلام مجید کی لکھ کر ارشاد کیا کہ بوقت شب پڑھ کر مولانا روم علیہ الرحمتہ سے دریافت کرو چنانچہ ان کو جناب مولانا صاحب کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں تم ہی وہ شخص ہو جو اس کو تمام کرو گے۔ عصر اور مغرب کے درمیان دوات قلم لے کر حجرہ میں بیٹھا کرو۔ قصہ باقی ماندہ خود بخود قلم سے لکھا جائے گا چنانچہ مفتی صاحب نے ساتواں دفتر تصنیف فرمایا۔

(۳۲) دہلی میں مولوی خدا بخش صاحب مرحوم متوطن میرٹھ سے فرمایا کہ میاں خدا بخش آج رات کو سوتے وقت ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور ایک مرتبہ آمن الرسول اور ایک سورت اور پڑھ لینا۔ مولوی صاحب جو پڑھ کر سوئے تو خواب میں خوب سیر آسمانوں کی نصیب ہوئی۔ صبح کو جو حضور میں حاضر ہوئے ارادہ بیان کرنے کا کیا آپ نے فرمایا کہ کہنا کچھ ضروری نہیں۔ میں نے اس واسطے بتلایا تھا کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

(۳۳) کرنل اسکنر صاحب کے اولاد نہیں ہوتی تھی۔ حضرت مولانا صاحب سے کہا کہ آپ دعا فرمائیے کہ اولاد ہو۔

آپ نے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ بیٹا عطا فرما وے تو نام اس کا یوسف رکھنا۔ چنانچہ لڑکا پیدا ہوا۔ کرنیل صاحب نے جوزف اسکنر نام رکھا۔ جوزف اور یوسف ایک ہی لفظ ہے صرف زبان کا فرق ہے۔ یوسف صاحب بڑے بیٹے تھے اور مشہور تھے۔

(۴۴) مرزا بخش اللہ بیگ متوطن سنبھل ضلع مراد آباد میرٹھ میں ابتدائے عملداری سرکار انگریزی سے ڈاک خانہ میں نوکر تھے۔ انھوں نے تحصیل علم عربی مُفتی محمد قلی صدر امین میرٹھ سے جو شیعہ مذہب تھے شروع کی اور انگریزی انگریزی دانوں سے۔ مُفتی صاحب جو اُستاد تھے شیعہ مذہب اور بخش اللہ بیگ اہل سنت و جماعت۔ باہم ہمیشہ بحث مذہبی ہوتی تھی۔ مفتی صاحب نے مرزا صاحب سے کہا کہ تم اپنے شاہ عبدالعزیز صاحب کو لکھو کہ وہ ایسی ترکیب بتلا دیں کہ خواب میں اصل حال مذہب کا معلوم ہو جاوے۔ مرزا صاحب نے عرضی حضور میں لکھی حضرت نے دو تین آیتہ کلام مجید کی لکھ بھیجیں کہ ان کو پڑھ کر رات کو سو رہو چنانچہ ایسا ہی کیا **خواب** مرزا بخش اللہ بیگ۔ انھوں نے دیکھا کہ ایک میدان ہے اور اس میں بہت لاشیں مقتولین کی پڑی ہیں ایک بزرگ تشریف لائے اور ان کے ساتھ اور بہت آدمی تھے انھوں نے سب لاشوں میں سے ایک لاش نکالی اور نماز جنازہ کی پڑھی اور مرزا صاحب بھی اس نماز میں شامل ہوئے بعد نماز مرزا صاحب نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ انھوں نے کہا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں۔ جب مرزا صاحب نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور عرض کیا کہ حضرت دین حق کون ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ تمہارا دین حق نہ ہوتا تو تم ہم میں شامل نہ ہوتے پھر بیدار ہو گئے **خواب** مفتی صاحب۔ انھوں نے دیکھا کہ میں کوتوالی قدیم شہر میرٹھ کے پاس ہوں اور ازدحام لوگوں کا بہت ہے اور سُنا کہ جناب حضرت علی کرم اللہ وجہ شہر میرٹھ کی مسجد میں تشریف رکھتے ہیں۔ ہر چند مفتی صاحب نے چاہا کہ جاؤں کسی نے وہاں جانے نہ دیا۔ پھر مرزا صاحب نے اُستاد سے کہا کہ صاحب حال ظاہر ہو گیا۔ مفتی صاحب نے جواب دیا کہ یہ خواب و خیال ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

(۴۵) جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو واسطے نماز جمعہ کے مسجد جامع میں تشریف لے جاتے تو عمامہ آنکھوں پر رکھتے ایک شخص فصیح الدین نامی جو اکثر حضور میں حاضر رہتے تھے انھوں

نے عرض کیا کہ حضرت اس کی کیا وجہ جو آپ اس طرح رہتے ہیں۔ آپ نے اپنی کلاہ اتار کر ان کے سر پر رکھدی۔ کلاہ پہنتے ہی وہ بے ہوش ہو گئے۔ جب دیر میں افاقہ ہوا عرض کیا کہ سو سوا سو کی شکل آدمی کی تھی اور کوئی ریچھ اور کوئی بندر اور کوئی خنزیر کی شکل تھا۔ اور اس وقت مسجد میں پانچ چھ ہزار آدمی تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں کس کی طرف دیکھوں اسی باعث سے نہیں دیکھتا۔

(۳۶) ایک شخص بہ لباس عمدہ وصورت امیرانہ ٹپکہ زری کمر پر باندھے ہوئے عمدہ گھوڑے پر سوار قصبہ مارہرہ ضلع ایٹہ میں بخدمت حضرت عارف معارف میاں اچھے صاحب قدس اللہ سرہ العزیز حاضر ہوا اور نہایت بے قرار اور مضطر تھا۔ حضرت کے قدموں پر گر کر تڑپنے لگا۔ آپ نے بہ شفقت تمام متوجہ ہو کر اس سے حال پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ ایک ساہوکار متصل میرے مکان کے رہتا ہے اس کی دختر نہایت حسینہ اور جمیلہ ہے خورد سالی سے فیما بین میری اور اس کی محبت پیدا ہوئی۔ کہ مرتبہ عشق کا ہو گیا پھر اس کی شادی ہوئی اور بالفعل سسرالی اس کے واسطے گونا کرنے کیلئے آتے ہیں اور اس کو لے جائیں گے۔ اس واسطے مضطر ہو کر اور اپنی زندگی سے ناامید ہو کر آپ کی زندگی میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت نے اس کی تسلی کی اور فرمایا کہ تم دہلی میں بحضور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے جاؤ اور کچھ مت کہو بلکہ آدمی واسطے پیشوائی کے تم کو دہلی سے اس طرف ملیں گے۔ آخرش وہ شخص دہلی کو گیا۔ مقام شاہدرہ میں کئی آدمی بطور پیشوائی کے ملے اور حضور میں مولانا صاحب کے لے گئے۔ حضرت بہت شفقت سے اس کے حال پر متوجہ ہوئے اور ایک شخص کو فرمایا کہ فلانے ساہوکار کو ہمارا سلام کہو وہ ساہوکار حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا داماد اور سمدھی کہاں ہیں۔ اس نے عرض کیا یہیں حاضر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو لے آؤ وہ جا کر ان کو لے آیا حضرت ان تینوں کو ہمراہ لے کر کوٹھری میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر میں باہر نکلے وہ تینوں ہنستے ہوئے چلے گئے اور تھوڑی دیر میں اس لڑکی کو پالکی میں سوار کر کے لے آئے اور عرض کیا کہ یا حضرت یہ لونڈی آپ کی ہے جو چاہو سو کرو آپ نے اِس کو مسلمان کیا اور نماز پڑھوائی بعد اس کے نکاح ان دونوں کا کر دیا۔

(۳۷) ایک شخص دہلی میں وارد ہوا لب دریائے جمنا ٹھہرا اور کسی سے بولتا نہیں تھا۔ حضرت مولانا

صاحب تشریف لے گئے۔ اس شخص نے حضرت کی تعظیم دی اور حال اپنا اس طور پر بیان کیا کہ ہم دو شخص تھے آپس میں بہت محبت رکھتے تھے اور بہت ملکوں کی سیر کی۔ ایک دفعہ دوست میرا بیمار ہو گیا اور قضا کی۔ جب ہم ان کو دفن کرنے لگے ایک کٹار پانسو روپیہ کی قیمت کا میری کمر میں تھا وہ نکال کر قبر میں رکھدیا اور وہیں بھول گیا۔ بعدہ جب آدمی چلے آئے تو مجھ کو وہ کٹار یاد آیا اور بڑا افسوس اس کا ہوا۔ رات کے وقت میں نے جاکر قبر کھودی تو دیکھا کٹار بدستور رکھا ہے لیکن وہ مُردہ قبر میں نہیں ہے حیران ہوا ایک کھڑکی نظر آئی اندر گیا۔ دیکھا کہ ایک باغ ہے اور وہ شخص دوست میرے وہاں بیٹھے ہیں اور کلام مجید پڑھتے ہیں وہ مجھ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے پھر انھوں نے کہا کہ تم باغ کی سیر کرو میں سیر کرنے لگا۔ پھر بیرون باغ بفاصلہ بعید دیکھا کہ بہت بڑے کڑھاؤ چڑھے ہیں اور لوگوں کو پکڑ کر ان میں ڈالتے ہیں۔ ایک شخص نے میرا ہاتھ زور سے پکڑا کہ اب تک اس کی انگلیوں کے نشان موجود ہیں اور کہا تو نے مجھ سے فلاں چیز چار پیسے کو مول لی تھی وہ میری دے۔ میں نے کہا میرے پاس پیسے نہیں ہیں یہ کٹار پانسو روپیہ کا ہے تو لے لے۔ اس نے جواب دیا کہ اس کا میں کیا کروں گا۔ غرض بہت بحث رہی۔ اس عرصہ میں وہی شخص فوت شدہ تلاش کرتے کرتے وہاں آن پہونچے انھوں نے کہا کہ یہ مرے نہیں ہیں زندہ ہیں میری ملاقات کو آگئے ہیں بڑی مشکل سے انھوں نے چھڑایا جب سے میں چار پیسے مانگتا ہوں اور وحشت مزاج پر آگئی ہے حضرت نے پانی دم کر کے ان کو پلایا وہ وحشت ان کی دور ہوگئی پھر ان کو اپنے ساتھ لے آئے وہ شخص تا مدت عمر خدمت میں حاضر رہے۔

(۱۳۸) ایک شخص متوطن آذربائیجان جو ملک عرب میں ہے جناب مولانا صاحب کی خدمت میں آئے اور بیٹا بھی ان کے ساتھ تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اپنے بیٹے کو اگر چندے میرے پاس چھوڑ دو تو اچھا ہے اس نے قبول کیا اور لڑکے کو چھوڑ کر چلا گیا۔ یہ لڑکا علم تحصیل کر کے ہوشیار رہا ایک روز عرض کیا میں نے کچھ بات نہیں دیکھی۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا تم آٹھ روز تک سورہ انا فتحنا شریف اس ترکیب سے پڑھو۔ نویں دن جہاں چاہو چلے جاؤ اس طالب علم نے آٹھ روز پڑھ کر نویں دن

جنگل کا راستہ لیا۔ طرح طرح کے جنگل اور دریا پیش آئے۔ ایک جنگل میں گیا وہاں ایک بھیڑیا اس کی طرف آیا اور آٹھ وار اس پر کئے۔ آخر شش اس کو چھری اپنے باپ کی کمر میں موجود تھی یاد آئی نکال کر بھیڑیئے کے ماری۔ چھری زخم میں رہی بھیڑیا بھاگ گیا۔ پھر یہ شخص ایک جنگل میں پہونچا کہ زمین اس کی نئی طرح کی تھی۔ بعدہ ایک شہر دیکھا کہ عمارت اس کی عمدہ طرز کی اور بہت خوبصورت تھی۔ شہر میں جاکر دیکھا کہ باشندے وہاں کے بہت شکیل اور بزرگ وضع تھے اس میں ایک بہت بزرگ اس کو ملے اور حال پوچھا۔ اس نے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے گھر مہمان رہو آخر شش اپنے گھر لے گئے۔ بہت خاطر و تواضع کی اور طعام عمدہ کھلایا صاحب خانہ کی غیبت میں اس نے دیکھا کہ وہ چھری اس کی کہ جو بھیڑیئے کے ماری تھی اور زخم میں رہ گئی تھی ایک طاق میں رکھی ہے ہرچند اس نے چاہا کہ اٹھالے لیکن ہاتھ میں نہ آئی پھر صاحب خانہ تشریف لائے اور کھانا رو برو رکھا۔ اس کی نظر اس چھری پر تھی۔ صاحب خانہ نے پوچھا کہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ کچھ نہیں۔ بعد گفتگو وہ شخص بولے کہ ہم نہ انسان ہیں نہ جن نہ فرشتہ ہماری خلقت اللہ تعالے نے علیحدہ کی ہے اور یہ شہر ہمارے رہنے کے واسطے ہے اور ہم سے کام اسی طرح کے لئے جاتے ہیں اور وہ بھیڑیا میں ہی تھا جس کے تو نے چھری ماری تھی اور یہ زخم اسی چھری کا ہے اور میں تجھ کو فوراً مار ڈالتا لیکن بہ سبب شاہ عبدالعزیز کا ہے۔ تو کیا چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں پھر حضرت کی خدمت میں پہونچ جاؤں تو خوب ہے۔ انھوں نے کہا کہ آنکھ بند کرو پھر آواز آئی کہ آنکھ کھول دو۔ آنکھ کھولی تو دیکھا کہ مسجد جامع شاہجہاں آباد کے پاس کھڑا ہے۔ فوراً جاکر جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے قدموں پر گرا اور مدت تک رہا اور کمالات باطنی حاصل کئے۔

(۹۳) ایک بار امساک بارش ہوکر آثار قحط نمودار ہوئے تمام زراعت خشک اور کھر برباد ہوئے۔ چاروں طرف سے آدمی بغرض حصول تدبیر دفع اس بلا کے جناب مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا حضرت دعا کیجئے کہ بہ برکت دعا آپ کی ہم لوگ اس بلا سے نجات پادیں یا تدبیر فرمایئے کہ اس کی پیروی میں سرگرم ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہاری جماعت سے چند آدمی منتخب ہو کر پرانے

شہر میں جاؤ اور تلاش کرو ایک گروہ ہیجڑوں کا ملے گا۔ ان میں سے جو شخص پشواز وغیرہ سامان رقص پہنے ہو اس کو علیحدہ لے جا کر فقیر کی طرف سے سلام کہنا اور مدعا دلی عرض کرنا۔ جو وہ حضرت تدبیر فرماویں اس پر عمل کرنا چنانچہ چند آدمی اسی وقت مولانا صاحب کی خدمت سے اٹھ کر گئے اور گروہ مخنثوں سے ملاقات کی اور حسب الارشاد جناب مولانا صاحب کے رقاص کو علیحدہ لے جا کر اس سے باران رحمت کی درخواست کی تو وہ صاحب یوں سہل کب ہاتھ آنے والے تھے لہذا حسب عادت اپنے ہم پیشوں کے ساتھ تالیاں بجا کر فرمایا کہ تم اور تمہارا بھیجنے والا دونوں احمق ہیں۔ مولوی صاحب نے تم سے ہنسی کی ہے ورنہ مجھ سے اور قسم کی التجا سے کیا مناسبت اور اور بھی بہت اڑائیں اڑے لیکن ان سبھوں نے بھی جو بڑے کامل کے مرسلہ تھے ایک نہ سنی وہ اپنا راگ گاتے۔ یہ سب اپنی رام کہانی کہتے ساتھ ہوئے جب ان بزرگوار نے دیکھا کہ اب بدوں انجام حاجت ان لوگوں سے عہدہ برائی محال ہے اور نشان دادہ ایک کامل کے ہیں تو فرمایا کہ خیر صاحبو مولانا صاحب کے فرمودے سے مجبور ہوں، آج شب کو میں اور میرے ہمراہی اس باغ میں جو جانب راست درگاہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہے جمع ہوں گے تم جا کر مولانا صاحب سے میرا سلام عرض کر کے گذارش کرو کہ میں انجام دہی ایسی خدمت کے لائق نہ تھا جو میرے تفویض فرمایا ہاں اب جو میری نسبت اس قسم کا ارشاد ہوا تو البتہ ببرکت ارشاد حضرت یہ مرتبہ مجھے حاصل ہوا لیکن تاوقتیکہ آپ کے دست مبارک دعا کے لئے نہ اٹھیں، اگے یہ بلا سر سے نہ جاوے گی پس یہ واپس آئے اور جیسا کچھ کہ کہا تھا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر چہ فقیر میں بوجہ فقدان طاقت رفتار اور باعث ضعف قوی گنجائش طے کرنے کسی قدر مسافت کی بھی نہیں رہی مگر جس طرح ممکن ہو گا بعد نماز عشاء تمہارے ہمراہ چلوں گا جب وہ دن باقی ماندہ گذر گیا اور رات ہوئی تو جناب مولانا صاحب بعد نماز عشاء و اوراد معمولہ گروہ کثیر کے ساتھ جائے موعودہ پر تشریف لے گئے دیکھا تو وہ صاحب بھی مع اپنے ہمراہیوں کے حاضر و موجود ہیں۔ اس وقت حسب الارشاد جناب مولانا صاحب کے سب لوگ دو زانو باادب بیٹھے اور خود حضرت مراقب ہوئے اس قدر کہ نصف سے رات متجاوز ہو گئی۔ جب آپ نے مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا

کرلو صاحبو وقت اجابت ہے جس شخص کی جو آرزو ہو خدا سے مانگے۔ فقیر کو اُمید ہے کہ کوئی شخص محروم نہ رہیگا چنانچہ جلہ دست بدعا ہوئے اور علاوہ دعائے باران رحمت کے جو جس نے چاہا فوراً ظہور اجابت کا آثار پایا اور جناب مولانا صاحب نے صرف واسطے نزول آب رحمت کے ہاتھ اُٹھایا اُن بزرگوار نے بھی معہ اپنی جماعت مختلفوں کے صدائے آمین بلند کی کہ یک بیک غبار آندھی کا سر پر چھا گیا جب ہوا کی کسی قدر شورش کم ہو گئی اور ابر کا آثار نظر آیا۔ ترشح ہونے لگی۔ جناب شاہ صاحب نے ہاتھ دعا سے کھینچا اور فرمایا کہ صاحبو جلد یہاں سے شہر کا راستہ لو ورنہ پھر کثرت بارش سے شہر پہونچنا دشوار ہوگا۔ پس اسی وقت لوگ چلدئے اور شہر میں آکر پناہ لی اور اس قدر بارش شدید ہوئی کہ ندی اور نالے بھر گئے کسی کو ہوس پانی کی باقی نہ رہی خلقت کی جان میں جان آگئی اور تمام مخلوق خدا کو بہ برکت دعائے جناب مولانا صاحب اس بلائے جانستاں سے رہائی حاصل ہو گئی۔

واقعات درویشاں

(۴۰) ایک درویش تشریف لائے اور سلام علیک کرکے بیٹھ گئے اور پوچھا کہ بھلا بابا مولوی تم نے کس قدر کتابیں دیکھی ہوں گی۔ مولوی اسمعیل صاحب نے جو اس وقت حاضر تھے کہا کہ اس کلاں محل کی جس قدر اینٹیں ہوں گی آپ نے کہا فی الحقیقت۔ درویش نے فرمایا کہ حاصل اس کا۔ پھر حضرت آبدیدہ ہوئے اور وہ درویش بھی۔ بعد اس کے درویش بزرگ نے فرمایا کہ اللہ تم سے راضی رہے اور تم اللہ سے راضی رہو بعد اس کے تشریف لے گئے۔

(۴۱) ایک روز مولانا صاحب مدرسہ میں تشریف رکھتے تھے کئی فقیر ہندو گسائیں آئے اور آپ کو سلام کیا۔ حضرت فوراً معہ ان فقرار کے دالان اندرونی مدرسہ میں تشریف لے گئے اور پردے ڈلوادئے اور باہر دالان کے ایک شخص تعینات کیا کہ کوئی نہ آنے پاوے۔ کچھ دیر تک ان فقرار سے گفتگو رہی بعد اس کے وہ سب رُخصت ہو کر چلے گئے۔

(۴۲) ایک جگہ مجمع فقرار کا تھا اور حضرت مولانا صاحب تشریف لئے جاتے تھے درویشوں نے کہنا شروع کیا کہ ایسوں نے ہی منصور کو دار پر کھچوایا اور شمس تبریز کی کھال اُتروائی اس وقت حضرت کے ہاتھ میں تسبیح تھی ایک نے کہا کہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے جو فرمایا ہے۔ **بیت**

بر زبان تسبیح ور دل گاؤ خر   این چنین تسبیح کی دارد اثر

آپ نے فرمایا کہ شاہ صاحب سچ کہا اب یہ ایسی تسبیح ہے اس پر وہ بہت نادم ہوئے اور معذرت کی۔

(۲۴۳) بعد نماز جمعہ دو شخص جو نوجوان تھے ایک مسئلہ جو بہت مشکل تھا حضرت مولانا صاحب سے پوچھا آپ نے جواب دیا۔ کہا کہ آپ نے درست فرمایا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم کو علم ہے۔ انھوں نے کہا کہ نہیں پھر آپ نے فرمایا کہ تم نے کیونکر جانا کہ درست ہے انھوں نے بیان کیا کہ ہم نے یہ مسئلہ جناب حضرت مرتضیٰ علی امام المتقین کرم اللہ وجہہ سے پوچھا تھا آپ نے اسی طور سے فرمایا تھا حضرت نے پوچھا جب تمہاری عمر کتنی تھی انھوں نے کہا پانسو ۵۰۰ برس کی تھی پھر وہ غائب ہو گئے وہ دونوں جن تھے۔

(۲۴۴) حضرت کے ہاں ایک طالب علم تھا اس پر ایک پری عاشق تھی ایک روز اس نے طالب علم سے کہا کہ تیرا اور میرا راز افشا ہو گیا اس پر ایک جن جو بڑا عامل ہے تجویز ہوا ہے کسی واسطے کہ یہ مکان شاہ عبدالعزیز صاحب کا ہے اور وہ آکر تم کو مار ڈالے گا۔ اس طالب علم نے مولوی رفیع الدین صاحب سے (جو مولانا صاحب کے بھائی تھے) عرض کیا انھوں نے فرمایا کہ تم کلام مجید کھول کر تلاوت کرو وہ گیا اور حجرہ میں چراغ جلا کر بیٹھا اس میں ایک جھونکا ہوا کا آیا اور چراغ گل ہو گیا اور اس نے غل مچانا شروع کیا کہ کوئی میرا گلا گھونٹتا ہے اور طالب علم دوڑے اور چراغ سے دیکھا تو کلام مجید ایک طاق میں رکھا ہے اور طالب علم تڑپتا ہے بعد تھوڑی دیر کے وہ پری پھر آئی اور بیان کیا کہ آج تو وہ چھوڑ کر چلا گیا لیکن کل ضرور مار ڈالے گا دوسرے روز پھر اسی طرح بیٹھا اور ایک دفعہ اس پر زور شروع ہوا بعد اس کے افاقہ ہو گیا پھر اس پری نے بیان کیا کہ فی الحقیقت تیرے مار ڈالنے کو آیا تھا لیکن وہ جن بادشاہ کی طرف سے تعینات ہیں بروز جمعہ و منگل جناب مولانا صاحب کا وعظ سنکر بات کو بادشاہ کے سامنے بیان کیا کرتے ہیں۔ آج وہ بادشاہ کے سامنے گئے۔ عرض کیا کہ فلاں جن جو بڑا عامل ہے شاہ عبدالعزیز صاحب کے مقابلہ کو گیا ہے۔ بادشاہ نے سنکر دو جن کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ لاؤ چنانچہ بموجب حکم بادشاہ گرفتار ہو کر قید کر دیا گیا۔

(۴۵) ایک شخص نے جناب مولانا صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ فیما بین میرے اور میری زوجہ کے کمال محبت تھی بوقت شب اس کو حاجت پیشاب کی ہوئی اس نے مجھ سے کہا کہ ذرا میرے ساتھ چلو تو میں پیشاب کروں میں اس کے ساتھ گیا اور وہ پائیخانہ میں گئی میں دروازہ پر رہا تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا ارے جلدی اس کو لے جا۔ پھر دیر ہوئی تو میں نے اندر پائیخانہ کے جا کر دیکھا تو کچھ اس کا پتہ نہ ملا۔ لاچار ہو کر تڑپنے لگا آخرش نہایت مضطرب ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں طاقت ایک دم کے صبر کی نہیں۔ جناب مولانا صاحب نے فرمایا مات ہونے دو جب رات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ فلاں محلہ میں مجلس سرور کی ہے تم جا کر وہاں بیٹھ رہو۔ جب مجلس برخاست ہوگی تو سب خلقت چلے گی۔ بعد اس کے طوائف آدمی گی۔ اور سب کے پیچھے ایک شخص بہت ضعیف اسباب طوائفان لئے ہوئے آوینگے یہ رقعہ جو میں تم کو دیتا ہوں ان کو دینا اس نے ایسا ہی کیا بعد آدھی رات کے وہ بزرگ تشریف لائے اور رقعہ اس نے دیا وہ بہت خفا ہوئے بعد اس کے وہ رقعہ اپنے سر پہ رکھا اور دو خزف وغیرہ منگا کر ان پر کچھ لکیریں کھینچیں اور فرمایا کہ یہ دونوں ٹھیکریاں یہاں ڈال دو تم کو طرح طرح کی شکلوں کی خلقت نظر آوے گی تم کچھ خوف مت کیجیو آخر ایک شخص تخت نشین آوے گا یہ ٹھیکری اس کو دور سے دکھانا۔ اس نے ایسا ہی کیا اس تخت نشین نے ایک شخص کو بھیجکر اس کو بلا لیا اور حال پوچھا اور بہت خوش ہوا کہ بہت عرصے سے یہ حکم حضرت کا میرے نام آیا بعد اس کے بادشاہ نے حکم دیا کہ دیکھو کوئی شخص غیر حاضر ہے لازمان حضوری وبحری وبری میں صرف ایک شخص غیر حاضر تھا بموجب حکم وہ بلایا گیا اس نے عرض کیا کہ فی الحقیقت میں اڑا ہوا چلا جاتا تھا۔ اس شخص نے میرا نام لے کر کہا کہ اس کو لے جا جب میں اس عورت کو لے گیا مگر وہ میری ماں کے برابر ہے میں نے سوائے اس کی خدمت کے اور کچھ نہیں کیا اور جلدی کا قصور تھا۔ اس شخص مدعی نے اس کے کلام کی تصدیق کی۔ جب بادشاہ نے اس عورت کو اس کے شوہر کے حوالہ کیا اور بہت سا مال اس کو دیا اور جلدی کا قصور معاف کیا۔

(۴۶) نواب سعادت یار خان صاحب رئیس دہلی میں حسن خداداد میں مشہور تھے

اپنے مکان شب خوابی میں سوتے تھے کہ یکایک کواڑ کمرے کے جو بند کر دئیے تھے از خود کھل گئے اور ایک عورت کہ جس کے چہرہ پر نظر کو خیرگی ہوتی تھی باز یور و لباس عمدہ نہایت چستی و چالاکی سے نواب صاحب کے پاس آبیٹھی اور بیان کیا کہ میں سلطان محبوب شاہ کی بیٹی ہوں جو بادشاہ جنات مغربی دامن کوہ قاف کا ہے عرصہ سے تمہاری دلدادہ ہوں۔ ہر چند کوشش کی اور چاہا کہ فرصت پاکر تمہارے پاس آؤں مگر کوئی موقعہ ایسا دلخواہ جو آج حاصل ہے ہاتھ نہ آیا۔ اب تمنا میری یہی ہے کہ مدعائے دلی حاصل کروں جیسا جیسا کہ اپنی امید پر غم کھایا ہے خوشی کے ساتھ بدلا کروں ہر چند کہ نواب صاحب کو انواع انواع اندیشے پیش نظر رہے لیکن موقع پر نہایت یعنی بچنا اور بدلیری تمام لاحول پڑھ کر وسوسہ شیطانی کو دفع کرنا بجز امداد حق کب ممکن ہے۔ انسان ضعیف کی کیا بنیاد ہے یہاں فرشتے بھی ایسے پھنسے پڑے ہیں کہ آج تک سرنگوں لٹکے رہے ہیں جیسے کہ ہاروت و ماروت کا قصہ مشہور ہے بلاتامل مشغول عشرت ہوئے۔ چند ساعت کے یہ راز و نیاز باہم رہ کر وہ پریزاد رخصت ہوئی۔ اس روز سے یہ معمول ہو گیا کہ ایک وقت معینہ پر شب کو وہ عورت آتی اور بعد کامیابی چلی جاتی۔ جب اسی روش پر قریب ایک سال کے گذر گیا تو ایک شب خلاف وقت وہی عورت باحال پریشان آئی۔ اور بیان کیا کہ اے عزیز جلد اُٹھ اور اپنی حفظ جان کی تدبیر کر کیونکہ میرا باپ اس بھید سے واقف ہو گیا اور غضب ناک ہو کر دیو زاد تیری ہلاکت کے لئے معین کئے ہیں۔ غالباً آج صبح تک تجھ کو زندہ نہ چھوڑیں گے میری یہ آخری ملاقات سمجھو۔ میں اب یہاں سے جاؤں گی فوراً زنجیر گرانبار پہنا کر قید کی جاؤں گی۔ یہ کہہ کر وہ رخصت ہوئی۔

اِدھر نواب صاحب نہایت گھبراتے ہوئے مثل ہے کہ ملا کی دوڑ مسجد تک ننگے پاؤں اور ننگے سر نہایت اضطراب کے ساتھ جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ کا راستہ لیا جب وہاں پہونچے ہر چند خادموں نے اندر جانے سے منع کیا لیکن یہ ایسے بے ہوش تھے کہ اپنی کہی اور نہ اور کی سُنی۔ بے اختیار جس مکان میں جناب شاہ صاحب مراقب تھے جا قدموں پر گر پڑے۔ جناب مولانا صاحب بھی مراقبہ سے ہوشیار ہو گئے اور فرمایا کہ نواب

صاحب اس وقت ایسے مضطرب الحال ہوکر تمہارا آنا کسی افتا دسخت سے خالی نہیں فرمایئے خیر تو ہے۔ جب انھوں نے تمامی حال پر ملال اپنا از ابتدا تا انتہا مفصلاً بحضور جناب شاہ صاحب عرض کیا۔ حکم ہوا کہ اگرچہ کردار تمہارا ایسی سزا کے لائق ہے جیسا کہ تم نے کار بد کیا۔ اس کا نتیجہ بھی پانا ضرور تھا۔ مگر فقیر کسی ملتمس کی التجا کو رد کرنا پسند نہیں کرتا کہ عادت جبلی اور ہدایت جدامجد اسی طرح پر ہے۔ خیر تدبیر اس کی معقول کی جاوے گی۔ آج کی شب تم یہاں مکان فقیر پر سو رہو بلکہ فلاں حجرہ میں استراحت فرماؤ۔ تھوڑی دیر میں فقیر اس عورت کے باپ کو بلا کر جاں بخشی کرا دے گا۔ اطمینان رکھو۔ پس نواب صاحب وہاں سے بدلجمعی تمام اُٹھے اور ایک حجرہ میں جو نزدیک عبادت گاہ شاہ صاحب کے تھا گئے اور نصف پلنگ پر زیر آسمان اور نصف زیر سقف مکان بچھا کر آرام کیا۔ قریب تھا کہ غافل ہوکر سو جاویں کہ یکایک ایک سنگ گراں نہایت زور شور سے ایک پایہ بائیں چارپائی پر آ کر ایسی سختی سے گرا کہ گویا اس کے صدمہ سے پس کر خاک برابر ہوگیا۔ ادہر اس کا واقع ہونا ان حضرت کی نیند ہوا ہوگئی چیخ مار کر اور بدحواس ہوکر جناب شاہ صاحب کے اُوپر آگرے اور بے ہوش ہوگئے۔ جناب مولانا صاحب نے کچھ پڑھ کر دم کیا۔ فوراً ہوش آگیا دیکھا کہ علاوہ جناب شاہ صاحب کے پانچ شخص سردار صورت نہایت قوی ہیکل باادب حضور میں ایستادہ ہیں اور حضرت فرماتے ہیں کہ یہی شخص تمہارا گنہگار ہے اور مجھے بطور سفارش آپ صاحبوں کی خدمت میں پیش کر کے چاہتا ہے کہ آپ اس کی خطا سے درگذر فرما کر جاں بخشی کر دیجئے کہ اب تو یہ میرے پاس آپڑا۔ اگر آپ میرا کہنا قبول نہ کریں گے تو جیسی ذلت اس کے ہاتھ سے آپ کو ہوئی ویسی ہی فقیر اپنی ذلت آپکے ہاتھ سے تصور کریگا پس وہ لوگ اس کلام سے نہایت منفعل ہوئے اور جناب شاہ صاحب کے قدموں پر گر کر بوسے دیئے اور نواب صاحب کی خطا سے درگذرے اور اس وقت پانچوں شخص جناب شاہ صاحب سے دست بوس ہوکر وہیں غائب ہوگئے۔

(۴۷) ایک شخص نے اپنے فرزند دلبند کی نسبت کسی شریف کے ہاں دہلی میں قرار دی جب والد دختر نے سامان شادی حسب دلخواہ جمع کر لیا۔ ماہ و تاریخ مقرر کر کے برات بُلاتی۔ ادہر سے باپ نوشاہ

کا بھی اپنی حیثیت کے موافق بھاتی بند دوست آشنا گاڑی گھوڑے بافراط ہمراہ لے کر حاضر ہوا۔میزبانو نے مہمانوں کی دل کھول کر دعوت کی اور حسب دستور بعد نکاح جہیز دے کر دختر کو رخصت کیا۔ برات نے جو رخصت پائی تو ایک منزل قطع کر کے کسی مقام پر بہ غرض ناشتا فوری قیام کیا جو مرد تھے وہ رفع حاجات انسانی کے واسطے گئے اور مستورات ہمراہی کے واسطے ایک قنات ایستادہ کر دی تاکہ احتیاج بول وبراز سے تکلیف نہ اٹھائیں۔ سب عورتوں نے آپس میں یہ صلاح کی کہ پہلے دلہن کا تمامی ضروریات سے فارغ ہولینا بہت ضروری ہے۔ شاید اس کو حاجت ہو اور بباعث لحاظ کے جو اس وقت دلہن کو ہوتا ہے نہ کہہ سکے۔ سب نے پسند کیا اور دلہن کو پس قنات جا بٹھایا جب دیر ہوئی تو ہجولیوں نے جا کر دیکھا تو دلہن کا نشان نہیں۔ حیرت زدوں نے باہر آکر بیان کیا خدا کی قدرت ہے کیا تو وہ سامان خوشی کا تھا یہ کیا ایک سامان غم ہو گیا۔ عورتوں نے بہت گریہ وزاری کی۔ آخرش کوئی ساکت کوئی ششدر کوئی کسی کی طرف دیکھ چپ رہ گیا۔ پھر تلاش کی فکر ہوئی۔ سواروں نے چاروں طرف گھوڑے دوڑائے۔ راہ براہ ہر کسی سے پوچھا پتہ لگایا مگر وہ ایسی کب ڈوبی تھی جو سہل ترآتی۔ سب مجبور ہو ہو کر کوئی دس کوس کوئی بیس کوس سے واپس آئے اور کمال یاس سے آہ بھر کر چپ ہو بیٹھے تمام برات کو اس پریشانی میں چار شبانہ روز بے آب ودانہ گذر گئے۔ نہ یہ ہمت وجرأت جو بے دلہن وطن کو چلے آئیں نہ یہ مقتضائے حمیت کہ دہلی کو جو نزدیک تھی لوٹ جائیں۔ اس اثنا میں ایک شخص کا وہاں سے گذر ہوا گویا اُن مصیبت زدوں کو خضر مل گیا۔ آگ کے تجسس میں جو اس قنات کے نزدیک گیا حال دریافت کیا۔ براتیوں نے تمام سرگذشت اور پریشانی اپنی رو رو کر سنائی اس وقت مسافر خود دار نے کہا کہ واقعی درد تمہارا لا دوا ہے۔ مگر پھر بھی تدبیر شرط ہے۔ سب نے باتفاق پوچھا کہ فرمایئے کیا کریں۔ ہم سے تو کچھ بن نہیں آتا جو تدبیر آپ ارشاد کریں اس کے انجام دینے میں ہم سب بجان ودل حاضر ہیں اس نے کہا اے صاحبو میں دہلی جاتا ہوں چند سوار تیز رفتار اور ایسے کہ جن کی صورت ظاہری سیرت باطنی سے بھی مناسبت رکھتی ہو میرے ہمراہ کر دو تو میں ان کو دہلی میں جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے پاس لے جاؤں اور تمامی حال گوش گذار خدام والا کر کے اس درد کی دوا کا طالب ہوں۔ میرے نزدیک ان حضرت سے بہتر ایسے دردوں کا کوئی دوسرا

طبیب نہیں پس سب کے دلوں نے یہ امر تسلیم کیا اور ہماری ہمت قوی ہو گئی۔ چند آدمی جو اس بات میں
ثقہ تھے اسپ ہائے تیز تگ پر سوار ہو کر اس ہادی کے ساتھ ہو لئے اور آستانہ جناب مولانا صاحب پہ
جا کر بعد حصول قدمبوسی سب سرگذشت اپنی من و عن عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ روز وقوع اس واقعہ کے
فقیر کو اس حال کی خبر ہو گئی تھی اور فقیر تمہارا منتظر تھا۔ خیر اطمینان رکھو خانقاہ میں فروکش ہو۔ جب یہ لوگ کھانے
پینے سے فارغ ہوئے اور ماندگی راہ رفع ہوئی تو پھر حاضر حضور ہو کر امیدوار توجہ ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم
اس وقت دو روٹیاں ارماش کی تیل سے چپڑ کر چاندنی چوک میں لے جاؤ وہاں ایک خارش کا مبتلا کتا تم کو
ملے گا۔ تم ایک روٹی اس کے روبرو رکھ دینا تو وہ نہایت آدم کھانی کرے گا اور ڈراوے لیکن خوف
نہ کرنا اور جگہ سے نہ ہلنا۔ جب وہ کتا روٹی کھا لے تو تم دوسری روٹی بھی اس کے روبرو رکھ دینا
اور گھوڑے تیار رکھنا جب وہ کتا روٹی کھا کر کسی طرف کا قصد کرے تو تم گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاں تک
وہ جاوے اس کے ساتھ جانا پیچھے نہ رہ جانا ورنہ سہل کام مشکل ہو جائے گا۔ چونکہ یہ سب آدمی فہمیدہ
تھے وہاں سے ہر ایک بات خوب ذہن نشین کر کے چاندنی چوک میں آ کر حسب فرمودہ جناب شاہ
صاحب کتا پایا کہ وہ قبل روٹی دینے کے بہت کچھ ان پر چیخا چلایا حملہ آور ہوا لیکن یہ کیا ٹلنے
والے تھے اڑے رہے اور اپنا کام کئے گئے یہاں تک کہ وہ دونوں روٹیاں کھلا رقعہ اس کے
گلے میں باندھ گھوڑوں پر سوار ہو کر قریب تین کوس اس کے تعاقب میں چلے گئے اور بعد طے اس قدر
مسافت کے اس کتے نے ایک مقام پر ٹھہر کر پنجوں سے زمین کھود دی اور تھوڑے سے عمق پر ایک دروازہ
وسیع نظر آیا تو یہ سب باہر کھڑے رہے اور وہ کتا اندر دروازہ کے چلا گیا تھوڑے سے عرصہ میں چند
آدمی سن رسیدہ بہ وضع ولباس انسانوں کے اسی دروازہ سے معہ دلہن کے باہر آئے اور مطلوب
ان کا حوالہ کیا اور کہا کہ جناب مولانا صاحب سے ہمارا سلام کہہ کر گذارش کرنا کہ ہمارے محلہ میں ایک
شخص پاجی نے ایسی حرکت کی کہ پاداش ایسی کردار بے ہودہ کا نہایت سختی سے کر دیا گیا جو یہ خطا ہم سے
بذاتہ سرزد نہیں ہوئی اور گنہگار سزائے کردار اپنی باحسن الوجوہ پا چکا۔ لہذا امید وار ہیں کہ یہ خطا ہماری
معاف فرمائی جاوے۔ پس اس قدر کلام کر کے وہ صاحب جو اس دروازہ سے تشریف لائے تھے اسی

را دسے واپس چلے گئے۔ بعد تھوڑے عرصہ کے وہی کتا اسی حیثیت سے باہر آیا اور جس طرح پر کہ زمین کو
شگاف دیا بند کر کے جانب دہلی رُخ کیا اور یہ سوار بھی اس کے جلو میں۔ وہ آگے آگے یہ لوگ معہ عروس
پیچھے پیچھے دہلی آپہونچے اور خدمت بابرکت جناب شاہ صاحب میں حاضر ہو کر بعد ادائے شکریہ اور
حصول اجازت کے۔ برات سے جو اس جنگل میں تباہ پڑی تھی آملے۔ اور سب حال از ابتدا تا انتہا بیان
کیا سب کو حیرت ہوئی اور جناب شاہ صاحب کے معتقد ہو کر وقتاً فوقتاً مرید ہوئے۔

(۴۸) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا صاحب مدرسہ میں تشریف رکھتے تھے اور چند
طالب علم بھی حاضر تھے۔ ازاں جملہ ایک طالب علم بہت حسین تھا یکایک خوف زدہ ہوا۔ حضرت نے
فرمایا کیا ہے۔ عرض کیا کہ ایک عورت سامنے کھڑی ہے اور مجھ کو ہاتھ سے بُلاتی ہے۔ آپ نے
فرمایا کہ تم خوف مت کرو اس کے پاس جاکر دریافت کرو کیا کہتی ہے۔ وہ طالب علم گیا۔ عورت نے
کہا کہ میں تم پر روز پیدائش سے عاشق ہوں اور فی زمانہ ایک جن بھی مجھ پر ایسا ہی عاشق ہے جیسے میں
تم پر۔ اس جن کو یہ حال معلوم ہو گیا ہے کہ میں تم پر عاشق ہوں۔ اس کا ارادہ ہے کہ آج بعد مغرب
یہاں آکر تم کو زندہ نہ چھوڑے۔ طالب علم یہ بات سُنکر حضور میں واپس آیا اور جو سُنا تھا گذارش کیا۔
حضرت نے فرمایا کہ اچھا اس عورت سے کہدو کہ اب جاؤ اور جب دِل چاہے آیا کرو۔ وہ عورت چلی
گئی اور بعد مغرب طالب علم بے چارہ کا کسی نے گلا گھونٹا۔ حضرت نے اُٹھ کر ایک طمانچہ اس کے ارا
وہ اچھا ہو گیا۔ وہ عورت ہنستی ہوئی آئی اور کہا کہ اس طمانچہ سے اس جن کے زخم ہو گیا
شاید جانبر نہ ہو۔ بعدہ چلی گئی۔ پندرہ بیس روز کے بعد پھر وہ جن آیا اور طالب علم کا گلا گھونٹا۔
حضرت مولانا صاحب نے اُٹھ کر دو طمانچے مُنہ اور گردن پر اس کے مارے۔ پھر وہ عورت آئی اور
خوش ہو کر بیان کیا کہ صدمہ طمانچہ سے اس جن کا سر کٹ گیا۔ طالب علم نے یہ حال حضرت کے
روبرو بیان کیا۔ آپ نے اس کے کفِ دست پر انگشت اشرف سے کئی خط کھینچے اور مٹھی بند کرادی
اور فرمایا اس عورت کے سامنے جاکر کھول دو۔ اس نے ایسا ہی کیا عورت نے کہا میں نے تم کو
کچھ تکلیف نہیں دی تھی لیکن تمہاری یہی خوشی ہے تو میں جاتی ہوں۔ تم مٹھی بند کر لو۔ اس نے

مٹی بند کرلی وہ چلی گئی۔

(۴۹) ایک لونڈی حضرت مولانا صاحب کی اپنی حالت نزع میں آیتہ شریفہ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي پڑھنے لگی۔ حاضرین کو تعجب ہوا اور اس کنیزک سے اس آیتہ کے پڑھنے کا باعث پوچھا اس نے ہاتھ اٹھاکر بتایا کہ مجھ کو یہ دو آدمی پڑھاتے ہیں۔ مولانا صاحب کو اس حال کی اطلاع دی گئی آپ نے فرمایا کہ اس کنیز سے کہو کہ ان پڑھانے والوں سے جو واقع میں وہ فرشتے ہیں دریافت کرے کہ کس عمل کے باعث خداوند تعالےٰ نے اس کو بہشت عطا فرمائی۔ چنانچہ بعد استفسار لونڈی نے جواب دیا۔ یہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بازار سے روغن زرد خرید ہوکر آیا تھا تو نے اس کو آگ پر گرم کیا۔ اس میں سے ایک روپیہ برآمد ہوا وہ روپیہ تو نے مالک روغن زرد کو واپس دیا اور خود تصرف نہیں کیا یہ دیانت اور امانت تیری خداوند تعالےٰ کو پسند آئی اور اس کے عوض میں بہشت عطا فرمائی۔

(۵۰) مسٹر ولیم فریزر صاحب بورڈ دہلی نے کہا کہ میں بحکم سرکار۔ ولایت کابل جاتا ہوں۔ حضرت مولانا صاحب نے حال راستہ کا مفصل بیان فرمانا شروع کیا۔ فریزر صاحب نے سب حال انگریزی میں لکھ لیا۔ کسی مقام پر بفاصلہ بعید حضرت مولانا صاحب نے چند درخت اور ایک چاہ بیان فرمایا تھا۔ فریزر صاحب جو وہاں پہونچے چاہ نہ تھا۔ لوگوں سے پوچھا۔ انھوں نے ناواقفیت بیان کی ہنگام واپسی صاحب موصوف اس جگہ قیام پذیر ہوئے اور ایک موضع قریب کے باشندوں سے بلاکر دریافت کیا۔ انھوں نے چاہ تبلایا اور کہا کہ زمین میں دب گیا ہے۔ صاحب نے اس مقام کو کھدواکر دیکھا تو واقعی چاہ تھا۔ جب صاحب دہلی آئے اور جناب مولانا صاحب کے پاس حاضر ہوتے تو صاحب نے عرض کیا کہ جو راستہ میں آپ نے مقام ونشان تبلائے تھے سب پائے لیکن چاہ نہیں ملا۔ حضرت نے فرمایا چاہ وہاں ضرور ہے۔ مٹی میں دب گیا ہوگا جب صاحب نے مفصل حال عرض کیا۔

(۵۱) ایک روز حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ عمر شباب میں مجھ کو ساٹھ ستر ہزار شعر عربی و فارسی وہندی یاد تھے۔ اب بھی دس گیارہ ہزار یاد ہوں گے۔ پھر آپ نے ایک رباعی جو جناب سرور کائنات کی شان مبارک میں تصنیف فرمائی تھی پڑھی۔

رُباعی

یا صاحب الجمال ویا سید البشر — من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(۵۲) جب حضرت مولانا صاحب کا اس جہان فانی سے انتقال ہوا ہے کئی دن سے کچھ کھانا نہیں کھایا تھا اور مرض کی شدت تھی۔ وعظ کا دن آیا۔ حضرت نے فرمایا مجھ کو پکڑے رہو جب میں بیان کرنے لگوں تو چھوڑ دیجیو ویسا ہی کیا پھر بدستور وعظ فرمانے لگے ہزاروں آدمی جمع ہوتے تھے اور جس قدر آواز اشخاص قریب کے کان میں پہونچتی تھی اسی قدر اشخاص بعید کے کان میں پہونچتی تھی جو عالم فاضل سمجھا جاتا تھا۔ راقم نے ایک مرتبہ بچشم خود دیکھا ہے کہ دو دو کا ندار زیور فروش آپس میں کہنے لگے کہ بھائی آج میرا جانا وعظ میں نہیں ہوا تو گیا تھا کیا بیان فرمایا تھا۔ اس نے کل حال مفصل بیان کیا۔ بعد اس کے وعظ آیۃ شریفہ ذوی القربا والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل کا فرمایا اور اس کے مطابق نقدی واسباب سب تقسیم فرمایا بعد اس کے کچھ اشعار عربی کے پڑھے اور کچھ فارسی کے اور یہ شعر مشہور۔

من نیز حاضر می شوم تصویر جاناں در بغل

آپ نے فرمایا:۔

من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآن در بغل

اور بہت شعر ایسے کہ ایک مصرع مصنف کا اور دوسرا اپنا پڑھا کئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کفن میرا اسی کپڑے کا ہو جو میں پہنتا ہوں کرتا آپ کا دھوتر کا اور گاڑھے کا پائجامہ ہوتا تھا اور فرمایا کہ نماز جنازہ کی باہر شہر کے ہو اور بادشاہ میرے جنازہ پر نہ آوے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ۵۵ دفعہ نماز جنازہ کی ہوئی جوق جوق لوگ آتے تھے اور پڑھتے تھے۔

(۵۳) ایک مولوی بیر صاحب متوطن دہلی دوسرے مولوی دھومن صاحب متوطن رام پور منیاران ضلع سہارنپور یہ دونوں ظاہر میں کچھ لکھے پڑھے نہ تھے لیکن بہ برکت صحبت جناب مولانا صاحب بڑے متبحر تھے۔ راقم نے دونوں کو دیکھا ہے اور وعظ بھی سنا ہے۔ مولوی بیر صاحب سے جو کچھ کہتے کہ کچھ وعظ فرمایئے تو وہ فرماتے کہ اچھا کچھ پڑھو جب کلام مجید سے ایک رکوع پڑھ کر سنایا مولوی صاحب نے اس کا بیان

کرنا شروع کیا اس وقت ان کو تمام کلام مجید اور جملہ صحاح ستہ کتابیں حدیث شریف کی سب حفظ یاد تھیں
اور تمام علوم منقول و معقول و علم معانی و کلام وغیرہ یاد ہوتے چلے جاتے تھے اور کسی نے کچھ غلطی سہواً یا قصداً
کی تو آپ فرماتے کہ اس میں غلطی ہے معنی درست نہیں ہوتے پھر جو کلام مجید میں دیکھتے تو فی الحقیقت
غلطی ہوتی تھی فقط ؞

☆☆☆

بسم[1] اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد صلوٰۃ تنجینا[2] بہا من جمیع الاحوال والآفات وتقضی لنا بہا جمیع الحاجات وتطہرنا بہا من جمیع السیات وترفعنا بہا عندک اعلی الدرجات وتبلغنا بہا اقصی الغایات من جمیع الخیرات فی الحیات وبعد الممات انک علی کل شئ قدیر۔

واضح ہو کہ کمالات عزیزی کے اختتام کے بعد حضرت مولانا صاحب کے خاندانی اعمال کا بیان کرنا بھی مناسب تر ہوا لہذا کتاب قول الجمیل سے جو حضرت کے والد بزرگوار شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کی تصنیف سے ہے نقل کئے جاتے ہیں اور جو فوائد کہ حضرت مولانا محمد قطب الدین خاں صاحب تغمدہ اللہ مرحوم کے ہیں وہ حاشیہ پر لکھے جاتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی صاحب فرماتے ہیں کہ میرے

---

[1] ۷۸۶ بار بسم اللہ کے پڑھنے کو بھی کشائش کے واسطے مفید عمل جانے۔

[2] صلوٰۃ تنجینا کا ہر روز ستر بار پڑھنا قضائے حوائج کے لئے ایک بزرگ سے مجھ کو پہونچا ہے اس کی بھی اجازت ہے جو چاہے سو پڑھے۔ محمد قطب الدین۔

والد قدس سرہ نے مجھ کو وصیت کی یا مغنی کی مواظبت کی ہر روز گیارہ سو بار اور سورۂ مزمل پڑھنے کی چالیس بار اگر نہ ہو سکے تو گیارہ بار اور فرمایا کہ دونوں عمل غنائے باطنی اور ظاہری کے واسطے مجرب[1] ہیں اور مجھ کو وصیت کی درود کی ہمیشگی پہ ہر روز اور فرمایا اسی کے سبب سے ہم نے پایا جو پایا[2] اور سنا اپنی والد و مرشد سے فرماتے تھے کہ جب کوئی تیرے پاس اپنے دانت کے درد سے نالاں آئے یا اس کو ریاح ستاتی ہوں تو ایک تختی یا پٹری پاک لے اور اس پر پاک رتیا ڈال کر اور ایک کیل یا کھونٹی سے اس پر ابجد ہوز حطی لکھ اور کیل کو الف پر زور سے دبا اور ایک بار سورۂ فاتحہ پڑھ اور درد والا آدمی موضع درد کو اپنے دونوں ہاتھوں سے دبائے رہے پھر اس سے پوچھ کہ تجھ کو آرام ہوا یا نہیں اگر درد جاتا رہا تو خوب ہے نہیں تو کیل کو دوسرے حرف یعنی بے کی طرف نقل کر اور دوبار سورۂ فاتحہ پڑھ اور پہلی بار کی طرح پھر پوچھ کہ صحت ہوئی یا نہیں اگر صحت ہو گئی تو ہذا المراد نہیں تو جیم کی طرف کیل کو نقل کر اور تین بار الحمد پڑھ اسی طرح ہر حرف کیل سے دباتا جائے اور سورۂ فاتحہ ہر بار پڑھتا جائے تو آخر حرف تک نہ پہنچے گا کہ خدائے تعالیٰ اس کے اندر ہی شفا عنایت کرے گا اور میں نے حضرت والد و مرشد سے سُنا۔ فرماتے تھے کہ جب تجھ کو کوئی حاجت پیش آوے یا کوئی شخص تیرا غائب ہوا اور تو چاہے کہ حق تعالیٰ اس کو سالم و غانم پھر لا دے یا کوئی بیمار ہو سو تو چاہے

برائے کشائش ظاہری و باطنی

برائے درد دندان و درد سر و درد دیگر اعضاء

---

[1] اور بعض مشائخ سے پڑھنا سورۂ مزمل کا اکتالیس بار بھی منقول اور بعض سے نماز میں پڑھنا اس طرح کہ عشاء کے بعد دو رکعتوں میں اکتالیس بار پڑھے ۲۱ بار پہلی رکعت میں اور ۲۰ بار دوسری میں اور مولانا فخر الدین صاحب کے مریدوں میں ایک طریق مجرب یہ ہے کہ بعد سنت فجر کے ایک بار اور بعد ہر نماز کے پنجگانہ میں سے دو دو بار کہ شب و روز میں گیارہ بار ہو جاوے اور اس فقیر کو ان سب طرق کی اجازت ہے۔ و قد خرجت ہذا العمل فوجدتہ کذالک ۱۲

محمد قطب الدین

[2] طرز جلیل میں کچھ فائدے درود شریف کے اور الفاظ اس کے میں نے لکھے ہیں جو چاہے اس میں سے دیکھ لے ۱۲ ق۔

کہ اللہ تعالےٰ اس کو صحت بخشے تو سورۂ فاتحہ کو اکتالیس بار فجر کی سنت اور فرض کے درمیان میں پڑھے
مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ نے حاشیہ میں فرمایا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے
کہ جو سورۂ فاتحہ کو چالیس بار پانی کے پیالے پر پڑھے اور تپ والے کے منہ پر چھینٹا مارے تو حق تعالےٰ
اس کو فائدہ[1] بخشے اور میں نے سُنا انھیں حضرت سے فرماتے تھے کہ جس کو باولا کتا کاٹے اور اس کے
دیوانہ ہو جانے کا خوف ہو تو اس آیۃ کو روٹی کے چالیس ٹکڑوں پر لکھ انھم یکیدون کیداً تا آخر لفظ رویدا
یک اور اس سے کہدے کہ ہر دن ایک ٹکڑا کھایا[2] کرا اور میں نے ان حضرت سے سنا فرماتے تھے کہ جو شخص
سورۂ واقعہ کو ہر رات پڑھے اس کو فاقہ نہیں ہوتا اور یہ عمل[3] حدیث کے موافق ہے واللہ اعلم اور میں نے
ان حضرت سے سُنا فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے سونے کے وقت ان الذین امنو و عملو الصلحٰت سورۂ کہف
کے آخر تک پڑھے اور اللہ تعالےٰ سے دعا کرے کہ اس کو جگا دے تو حق تعالےٰ اس کو اس وقت پر جگا دے گا یہ عمل
حدیث کے موافق ہے چنانچہ دارمی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ کذا فی الحاشیۃ العزیزیہ اور سُنا
میں نے حضرت والا سے فرماتے تھے کہ اس تعویذ کو لکھ اور لڑکے کی گردن میں لٹکا حق تعالےٰ اس کو
محفوظ رکھے گا اور وہ یہ ہے[4] بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اعوذ بکلمات اللہ التامّۃ من شرّ کل شیطان

---

[1] اور اس فقیر کو ایک بزرگ سے پہنچا ہے کہ جس لڑکے کو مسان کی بیماری ہو اس پر الحمد اہم بار مع میم بسم اللہ کے ساتھ چالیس روز تک دم کیا کرے انشاء اللہ تعالےٰ وہ مرض اس کا جاتا رہے گا اور اگر فرصت نہ ہو تو تین بار پڑھنا بھی کفایت کرتا ہے ۱۲ ق

[2] اور سنا اس فقیر نے اپنے اُستاد مولانا محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ سے کہ فرماتے تھے جس کو باولا کتا کاٹے تو ایک ٹکڑا بانات کا تھوڑے سے گڑ میں لپیٹ کر کھلا دے تو ان شاء اللہ تعالےٰ زہر اس کا نہیں اثر کرے گا۔ ۱۲ محمد قطب الدین

[3] حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حزب البحر کی شرح میں حدیث سے یا کسی صحابی سے لکھا ہے کہ جو کوئی لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم سو بار ہر روز پڑھ لیا کرے تو اس کو کبھی فاقہ نہ ہوگا۔

[4] معمول حضرت شاہ عبدالعزیز اور مولانا اسحٰق صاحب رحمہما اللہ کا فقط اس دعا کے لکھنے کا تھا اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من شر کل شیطان وہامۃ ومن کل عین لامۃ ۱۲

وہا مٹے و عین لامۃ تحصنت بحصن الف الف لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اور سنا میں نے
ان سے فرماتے تھے کہ یہ دعا بسم اللہ سے آخر تک امان اور پناہ ہے ہر آفت سے پڑھا کرے اس کو صبح اور
شام اور وہ یہ ہے بسم اللہ اللھم انت ربی لا الہ الا انت علیک توکلت وانت رب العرش العظیم ولاحول
ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ما شاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن اشھد ان اللہ علی کل شیء قدیر وان
اللہ قد احاط بکل شیء علما واحصی کل شیء عددا اللھم انی اعوذ بک من شر نفسی ومن شر
کل دابۃ انت اخذ بناصیتھا ان ربی علی صراط مستقیم وانت علی کل شیء حفیظ ان ولی اللہ
الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت
وھو رب العرش العظیم اور میں نے حضرت والا سے سنا فرماتے تھے کہ جو شخص کسی صاحب حکومت
سے ڈرے اس کو چاہیئے یوں کہے کھیعص کفیت حمعسق حمیت اور چاہیئے کہ داہنے
ہاتھ کی ہر انگلی کو بند کرے لفظ اول کے ہر حرف کے تلفظ کے ساتھ اور بائیں ہاتھ کی ہر انگلی کو
قبض کرے لفظ ثانی کے ہر حرف کے نزدیک پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند کئے چلا جاوے.
پھر دونوں کو کھول دے اس کے سامنے جس سے ڈرتا ہے اور میں نے سنا حضرت والد ماجد سے
فرماتے تھے اور چھ آیتیں ہیں قرآن کی جن کا آیات شفا نام ہے بیمار کے واسطے ان کو ایک برتن پر
لکھے اور پانی سے دھو کر پلا دے وہ یہ ہیں. ویشف صدور قوم مومنین وشفاء لما فی الصدور
یخرج من بطونھا شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس وننزل من القران ما ھو شفاء
ورحمۃ للمومنین واذا مرضت فھو یشفین قل ھو للذین امنوا ھدی وشفاء اور میں نے
حضرت والا سے سنا فرماتے تھے تینتیس آیتیں ہیں کہ جادو کے اثر کو دفع کرتی ہیں اور شیطان اور چوروں
اور درندے جانوروں سے پناہ ہو جاتی ہے وہ آیتیں قول الجمیل یا چہار باب میں کامل طور سے ملیں گی،
اور میں نے حضرت والا سے سنا فرماتے تھے کہ جب چیچک کی بیماری ظاہر ہو تو نیلا تاگا لے اور اس پر
سورۂ رحمن پڑھے اور جب فبای الاء ربکما تکذبان پر پہنچے تو اس پر پھونک کر گرہ دے جب تمام
کر چکے تو بچے کی گردن میں ڈال، حق تعالے اس کو بیماری سے آرام دے گا اور سنا میں نے حضرت والا

برائے امان از ہر آفت

برائے خوف حاکم

برائے شفائے مریض

۳۳ آیات برائے دفع سحر وغیرہ

برائے حفظ چیچک

سے فرماتے تھے کہ اصحاب کہف کے نام امان ہیں ڈوبنے اور جلنے اور غارت گری اور چوری سے حملاً وتلاوۃً الطبی بکی منہ یلیخا مکسلینا کشفوطط اذرفطیونس کشفطیونس تبیونس یوانس بوس وکلبھم قطمیر وعلی اللہ قصد السبیل ومنہا جائر۔

اور سنا میں نے حضرت والد سے فرماتے تھے کہ جب تجھ کو کوئی حاجت پیش آوے تو یا بدیع العجائب بالخیر یا بدیع کو بارہ سو بار پڑھ بارہ دن تک کہ حق تعالیٰ تیری حاجت برلائیگا اور ان اعمال مذکورہ کے اول سے یہاں تک مجھ کو میرے والد و مرشد نے اجازت دی ہے منجملہ اور اعمال کے کہ جن میں مجھ کو اجازت فرمائی ہے حاجات مشکلہ کے برآنے کے واسطے چار رکعتیں پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین فاستجبنا لہ ونجیناہ من الغم وکذلک ننجی المومنین کو سو بار پڑھے اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ کے رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین سو بار پڑھے اور تیسری رکعت میں بعد فاتحہ کے وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد سو بار پڑھے اور چوتھی رکعت میں بعد فاتحہ کے قالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل سو بار پڑھے پھر سلام پھیر کر کہے۔ رب انی مغلوب فانتصر سو بار

ف مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد کیا کہ یہ چاروں آیتیں اسم اعظم ہیں کہ ان کے وسیلے سے جو سوال کرے پاوے اور جو دعا کرے قبول ہووے مجھ کو تعجب آتا ہے اس شخص سے کہ بواسطے[1] ان کے دعا

---

[1] مشائخ معتبرین اور شاہ صاحب نے آیۂ کریمہ کو تریاق مجرب لکھا ہے اور اس کے دو طریق ہیں ایک تو یہ کہ سوا لاکھ بار بہیئت اجتماعی ایک مجلس میں پڑھے دوسرے یہ کہ ایک شخص تن تنہا اس آیۃ کو ۳۰۰ بار بعد نماز عشاء کے تاریک مکان میں بیٹھ کر ساتھ شرائط طہارت اور استقبال قبلہ کے پڑھے اور پیالہ پانی کا بھر کر اپنے پاس رکھ لیوے اور لحہ بہ لحہ اس پانی میں ہاتھ اپنا ڈال کر اپنے بدن پر اور منہ پر پھیرتا رہے تین روز یا ۷ روز یا ۴۰ روز تک اسی ترکیب سے پڑھے۔ ۱۲

کرے اور قبول نہ ہو - اور جس کو شیطان باؤلا کر ڈالے یعنی آسیب کا خلل ہو تو اس کے بائیں کان میں
یہ آیت ، بار پڑھے ولقد فتنا سلیمان والقینا علیٰ کرسیہٖ جسدا ثم اناب اور دفع آسیب
کا یہ بھی عمل ہے کہ اس کے کان میں ، بار اذان دے اور سورۂ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور
قل اعوذ برب الناس اور آیۃ الکرسی اور سورہ طارق اور سورہ حشر کی آیتیں یعنی ھو اللہ الذی سے
آخر تک اور سورہ صافات ساری پڑھے آسیب جل جاوے گا اور آسیب زدہ کے واسطے یہ بھی
عمل ہے کہ اس کے کان میں سورۂ مومنوں کی یہ آیتیں پڑھے یعنی افحسبتم انما خلقنٰکم سے آخر
سورہ تک اور دفع آسیب کا یہ بھی عمل ہے کہ پاک پانی پر سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور پانچ آیتیں
اول سورۂ جن کی پڑھے اور اس پانی کا اس کے منہ پر چھینٹا مارے کہ ہوش میں آجائے گا اور جب کسی
مکان میں جن معلوم ہو سو اسی پانی سے اس مکان کی نواحی میں چھینٹے مارے تو وہاں پھر نہ آوے گا
اور واسطے قریب ہونے آسیب زدہ گھر سے اور ان کے پتھر پھینکنے کے لئے یہ آیت پڑھے انھم
یکیدون کیدا واکید کیدا فمھل الکافرین امھلھم رویدا چار لوہے کی کیلوں پر ہر لوہے کی
کیل پر ۲۵ بار دم کرے پھر ان کو گھر کے چاروں کونوں میں گاڑ دے اور یہ بھی دفع جن کا عمل ہے کہ
اصحاب کہف کے نام گھر کی دیواروں میں لکھے اور بانجھ عورت کے واسطے ہرن کی جھلی پر زعفران اور
گلاب سے یہ آیۃ لکھے ولو ان قرانا سیرت بہ الجبال او قطعت بہ الارض او کلم بہ
الموتیٰ بل للہ الامر جمیعا پھر اس تعویذ کو اس کی گردن میں باندھے اور یہ بھی عقیم کے واسطے
ہے کہ چالیس لونگوں پر سات سات بار اس آیت کو پڑھے وکظلمٰت سے نور تک اور ایک لونگ
کو ہر روز کھائے اور شروع کرے حیض کے غسل سے اور ان دنوں میں اس کا زوج اس سے
صحبت کرتا رہے ف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے فرمایا اور شرط اس عمل کی یہ بھی ہے
کہ لونگ رات کو کھاوے اور اس پر پانی نہ پیئے اور جو عورت بچہ اسقاط کر دیتی ہو تو ایک
تاگا کسم کا رنگا اس کے قد کی برابر لے اور اس پر ۹ گرہیں لگاوے اور ہر گرہ پر واصبر وما صبرک
الا باللہ ولا تحزن علیھم ولا تک فی ضیق مما یمکرون ان اللہ مع الذین اتقوا

برائے آسیب زدہ

برائے حفاظت مکان

برائے عقیم

برائے اسقاط حمل

کرپھونکے اور جس عورت کو دروزہ ہو والذین ھم محسنون اور قل یاایہا الکافرون پڑھ کر پھونکے اور جس عورت کو دروزہ ہو یعنی لڑکا پیدا ہونے کا درد تکلیف دے تو پرچہ کاغذ پر یہ آیت لکھے والقت ما فیھا وتخلت واذنت لربہا وحقت اھیا اشر اھیا اور اس پرچہ کو پاک کپڑے میں لپیٹے اور اس کی بائیں ران میں باندھے تو وہ جلد جنے گی اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرمایا کہ اگر اول سورۃ سے حقت تک شیرینی پر پڑھے اور حاملہ کو کھلا دے تو بھی جلد جنے اور جو عورت سوائے لڑکی کے لڑکا نہ جنتی ہو تو حمل پر تین مہینے گذرنے سے پہلے ہرن کی جھلی پر زعفران اور گلاب سے اس آیت کو لکھے اللہ یعلم ما تحمل کل انثیٰ وما تغیض الارحام وما تزداد وکل شیٔ عندہٗ بمقدار عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال یا ذکریا انا نبشرک بغلامِ اسمہٗ یحییٰ لم نجعل لہٗ من قبل سمیا بحقِ مریم وعیسے ابنا صالحاً طویلَ العمر بحقِ محمد وآلہٖ پھر اس تعویذ کو حاملہ باندھے رہے۔ اور اس شخص نے جس پر مجھ کو اعتماد ہے خبر دے کہ جس عورت کا لڑکا نہ زندہ رہتا ہو تو اجوائن اور کالی مرچ لے دونوں چیزوں پر دوشنبہ کے دِن دوپہر کو چالیس بار سورۃ والشمس پڑھے ہر بار درود پڑھ کر شروع کرے اور اسی پر ختم کرے اس کو ہر روز عورت کھایا کرے حمل کے دن سے لڑکے کے دودھ چھڑانے تک اور یہ بھی اسی شخص معتبر نے مجھ کو خبر دی کہ جو عورت سوائے لڑکی کے لڑکا نہ جنتی ہو تو اس کے پیٹ پر گول لکیر کھینچے،، بار اور ہر بار انگلی کے پھیرنے کے ساتھ یامتین کہے اور اعمال چشم زخم وغیرہ طوالت کے سبب سے یہاں نہیں لکھے گئے عاملین، قول الجمیل کو ملاحظہ فرمائیں اور جس پر جادو کا اثر ہو اور اس بیمار کے واسطے جس کی بیماری نے طبیبوں کو عاجز کر دیا ہو چینی کے سفید برتن پر یہ اسم لکھے یا حیُّ حینَ لا حیَّ فی دیمومۃِ مُلکہٖ بقایہٖ یا حیّ پھر اس کو پانی سے دھو کر ۴۰ دن پئے میں کہتا ہوں کہ میں نے حضرت والد کو دیکھا کہ اس اسم پر سورۃ فاتحہ زیادہ کرتے تھے اور جس کی کوئی چیز کھوئی جائے پھر کہے یا حفیظ ۱۱۹ بار بدون زیادتی اور کمی کے پھر یہ آیت یا بُنیّ اِنہا اِن تکُ مثقال حبۃٍ من خردلٍ فتکنُ فی صخرۃٍ او فی السمٰوٰت او فی الارض یات بہا اللہ ۱۱۹ بار پڑھے۔ تو حق تعالے اس کی گم ہوئی چیز کو اس کے پاس پھر لاوے گا اور چور کے

پہچاننے کے واسطے دو شخص آمنے سامنے بیٹھیں اور بدھنی کو اپنے درمیان میں تھامے رہیں اور اس کو کلمہ کی دونوں انگلیوں سے اٹھائے رہیں اور جس پر چوری کی تہمت ہو اس کا نام بدھنی میں لکھے اور سورۂ یٰسین کو من المکرمین تک پڑھے سو اگر وہی شخص چور ہوگا تو بدھنی گھوم جاوے گی پھر اگر نہ گھومے تو اس کا نام مٹا کر دوسرے کا نام لکھے اور وہیں تک پڑھے اور اسی طرح ہر شخص متہم کا نام لکھتا جاوے یہاں تک کہ بدھنی گھوم جاوے میں کہتا ہوں کہ جو شخص یہ عمل یا ایسا کوئی اور عمل کر کے چور پر مطلع ہو تو اس پر واجب ہے کہ اس کے چور ہونے پر یقین نہ کرے اور اس کو بدنام نہ کرے بلکہ قرائن کی پیروی کرے کہ یہ عمل بھی اتباع قرائن کا ایک طریقہ ہے۔ حق تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا اور نہ پیچھے پڑ اس چیز کے جس کا تجھ کو یقین نہیں مقرر کان اور آنکھ اور دل ہر ایک کا سوال کیا جاوے گا (ترجمہ) گمشدہ گریختہ کا عمل اصل کتاب سے لیں اور جب تو چاہے کہ حق تعالیٰ تیری مراد بر لاوے تو سورۂ فاتحہ کو پڑھ اس طرح کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی میم کو الحمد کے لام سے ملا دے یک شنبہ کے دن سے فجر کی سنت اور فرض کے درمیان شروع کرے ۷۰ بار اور دوسرے دن اسی وقت ۶۰ بار اور تیسرے دن ۵۰ بار اسی طرح ہر روز دس دس کم کرتا جاوے یہاں تک کہ ہفتے کے دن دس بار پڑھے اور جب تو چاہے کہ اپنی خواب میں وہ حال دیکھے جس میں تیری نکاسی ہے اس تنگی سے جس میں تو مبتلا ہے تو وضو کر اور پاک کپڑے پہن اور قبلہ رو داہنی کروٹ پر لیٹ اور سورۂ والشمس کو سات بار اور سورۂ واللیل کو سات بار اور قل ہو اللہ کو سات بار پڑھ اور دوسری روایت میں قل ہو اللہ کے عوض سورۂ والتین کا سات بار پڑھنا آیا ہے۔ پھر یوں کہے خداوندا مجھ کو میرے خواب میں ایسا اور ایسا دکھلا دے اور میرے اس حال میں کشادگی اور نکاسی کر دے اور میرے خواب میں وہ چیز دکھلا دے جس سے میں اپنی دعا کے قبول ہو جانے کو دریافت کر لوں اگر اسی رات

لہ معمول مولانا اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ کا یہ تھا کہ گم ہوئی چیز کے لئے یا کسی کے لڑکے وغیرہ گم ہونے کے لئے درود شریف لکھ کر دیتے تھے کہ اونچی جگہ یعنی درخت یا کھونٹی پر لٹکا دے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللّٰھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم الف الف مرۃ و الف الف مرۃ ۱۲ ق

وہ چیز خواب میں دیکھی جس کو تو چاہتا ہے تو خوب ہوا ورنہیں تو اسی طرح دوسری رات کو کر اگر مطلب حاصل ہوا فہو المراد نہیں تو تیسری رات بھی اسی طرح کر ساتویں رات تک انشاء اللہ تعالے کامیاب ہوگا کہ حال کھل جاتے گا اس عمل کا ہماری صحبت والوں نے تجربہ کیا ہے افسون تپ اصل میں دیکھیں واسطے دفع تپ کے ہر روز عصر کے بعد سورۂ مجادلہ تپ والے پر تین بار پڑھے معمول مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ اور مولانا اسحٰق رحمۃ اللہ کا تپ کے دفع کے لئے یہ تھا کہ گلے کے باندھنے کے لئے لکھ دیتے تھے قلنا یانار کونی بردًا وّسلامًا علےٰ ابراھیم اور پینے کے لئے ہر بیماری کے دفع کے لئے یہ لکھ دیتے تھے سلامٌ قولًا مّن الرّبِّ الرحیم اور جس کی گردن میں کنٹھ مالا ہو تو چمڑے کے تسمے پر جو مریض کے قد کی برابر ہو ۱۴ گرہ دے اور ہر گرہ پر یہ دعا پھونکے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اعوذ بعزۃ اللہِ وقدرۃِ اللہ وقوۃِ اللہِ وعظمۃِ اللہِ وبرھانِ اللہِ وسلطانِ اللہ وکنفِ اللہِ وجوارِ اللہِ وامانِ اللہِ وحرزِ اللہ وصنعِ اللہِ وکبریاءِ اللہ ونظرِ اللہِ وبہاءِ اللہِ وجلالِ اللہِ وکمالِ اللہِ لا الٰہ الا اللہ محمدٌ رّسول اللہ من شرِّ ما اجد۔ اور جس کے بدن پر سرخ باد ظاہر ہو وہ افسون کرے اس دعا سے ، بار اور اشارہ کرتا جاوے پڑھنے کے وقت چھری سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللّٰھم صلّ علی محمدٍ وعلےٰ اٰلِ محمدٍ وبارک وسلم بسم اللہ العظیم الحکیم الکریم الرحمٰن الرحیم ربِّ العرش العظیم بعزّۃ اللہِ وقدرتہٖ وسلطانہٖ ایتہا الحمرۃ جاءَ تکِ جنودٌ من السماء وقال سلیمانُ ایتہا الریحُ اجیبی داعیَ اللہِ ومن لّم یجب داعیَ اللہِ فمالہٗ من ملجاءٍ ومالہٗ من ظہیرٍ بسم اللہِ وبالثناءِ الطیّبِ علی اللہِ اللہُ یکفیکَ واللہ یشفیکَ من کلِّ داءٍ یؤذیکَ ومن کلِّ اٰفۃٍ تغشیکَ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہُ علی خیرِ خلقہٖ محمدٍ واٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین وسلم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا برحمتک یا ارحم الراحمین اور جو ضعف بصارت سے نالاں ہو وہ یہ آیت پڑھا کرے بعد ہر نماز فرض کے فکشفنا عنکَ غطاءکَ فبصرکَ الیومَ حدیدٌ اور جو مرگی میں مبتلا ہو تو تانبے کی ایک تختی لے سو اس میں یکشنبہ کی پہلی ساعت میں اس تختی کے ایک طرف یہ کھدوا دے یا قہارُ انت الّذی لا یطاقُ انتقامہٗ یا قہارُ اور دوسری طرف یہ کھدوا دے یا مذلَّ کلِّ جبّارٍ عنیدٍ بقہرِ عزیزِ سلطانہٖ یا مذلُّ۔ فقط

جدید ترجمہ کی اِصلاحات

نمبر شمار	جدید ترجمہ مع عبارات متن	سابق ترجمہ
۱	بعضے اتباع حدیث و بعضے اتباع فقہ می کنند و دلیل خود ہا در مناظرہ می آرند۔ صفہ ۹۰ بعض علماء حدیث پر عمل کرتے ہیں اور بعض فقہ پر اور ہر ایک اپنے دلائل مناظرہ کے وقت پیش کرتا ہے۔	۱. جو لوگ فقہ کا اتباع کرتے ہیں وہ در اصل حدیث شریف ہی کے متبع ہیں۔
۲	مگر افغاناں ادعامی نمایند ..... فقط چیزے ادعائے ہندی صاحب تواریخ فرشتہ کردہ۔ صفہ ۹۰ لیکن پٹھان آنحضرتؐ کے پشتو زبان بولنے کا دعویٰ کرتے ہیں ..... اور کچھ ہندی زبان بولنے کا دعویٰ فرشتہ نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔	۲. البتہ افغانوں کو دعاوی ہے۔ تاریخ میں ہندی دعائیں اکثر نقل کی ہیں۔
۳	یکے بنا بر ملاقات قطب الدین دیگرے بنا بر فرمان جائے بنا بر مقبرہ نزد پادشاہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری دہلی میں دو مرتبہ آئے تھے، ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے ملاقات کے سلسلہ میں، دوسری بار مقبرہ کی جگہ حاصل کرنے کے لئے بادشاہ کے پاس تشریف لائے تھے کہ فرمان شاہی (اجازت نامہ) مل جائے۔	۳. ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین صاحب سے ملاقات کے لئے، اور ایک بار جامی کے فرمان کے بموجب بادشاہ کے مقبرہ پر تشریف لائے تھے۔

نمبر شمار	جدید ترجمہ مع عبارتِ متن	سابق ترجمہ
۴	در وقت نظام الدین اولیا۔ سہ ضیاء بود ضیائے سنامی منکرِ حضرت و ضیاء نخشبی نہ معتقد نہ منکر و ضیاء برنی صاحب تاریخ الہند مرید حضرت صہ ۱۶ حضرت نظام الدین کے زمانہ میں تین شخص ضیاء نام کے گزرے ہیں ضیاء سنامی۔ ضیاء نخشبی .... اور ضیا برنی جو تاریخ ہند کے مصنف اور حضرت کے مرید تھے۔	۴. نظام الدین اولیاء کے وقت میں تین گروہ تھے. ایک سنامی، دوسرے نقشی .... تیسرے برنی جو حضرت کے مرید تھے۔
۵	ہر یک را معیب داشتن آنحضرت بیان فرمود صہ ۱۱۶ چاروں صحابہ میں سے ہر ایک کے صائب رائے ہونے کو آنحضرت نے ظاہر فرمایا۔	۵۔ ان حضرات کا ہمیشہ دنیا میں مصائب میں گرفتار رہنا آنحضرت نے بیان فرمایا۔

متن کی بعض وہ عبارتیں جو سابق ترجمہ میں موجود نہیں

نمبر شمار	عبارات متن کتاب	صفحہ
۱	فی الواقع دریں بسیار گفتگو ہاست در اعیان سماع	۲۱
۲	ارشاد شد کہ جاں در کدام عضو ست سر یا پا یا ناخن	۲۳
۳	پس آنکہ گفت کہ بر تعزیہ ہم ہمیں احتمالی جارسی باید ساخت	۲۴
۴	یا اولاد بوزنیگان کہ از سراندیپ آوردہ بودند	۲۴
۵	چنانچہ تاویلات کاشی مشہور است ..... اشارات روزبہان	۸۵
۶	وصناسری ست امین یا ملتانی	۸۶
۷	شخصے التماس کرد ایمان راجہ شد فرمود البتہ ..... دعوت چیست	۸۹
۸	شخصے پرسید کہ در حق جولاہہ ..... غلط ست	۸۹
۹	نزد صاحبین ونزد ابوحنیفہ واجب نمی شود	۹۰
۱۰	وہمچنیں قصہ استخراج وقت ہر چہار صحابہ از کلام ..... یافتہ	۹۰

کتابیات[1]

۱۔ ابجد العلوم — نواب صدیق حسن خاں — ۱۲۹۶ھ

۲۔ آثار الصنادید — سید احمد خاں — ۱۸۴۶ء

۳۔ اخبار الاخیار — شیخ عبد الحق دہلوی — ۱۳۳۲ھ

۴۔ الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ — مولوی عبد الحی لکھنوی

۵۔ امداد فی مآثر الاجداد — شاہ ولی اللہ دہلوی

۶۔ انسان العین فی مشائخ الحرمین — شاہ ولی اللہ دہلوی

۷۔ انفاس العارفین — شاہ ولی اللہ دہلوی

۸۔ باغی ہندوستان — عبد الشاہد خاں شروانی — ۱۹۴۷ء

۹۔ بستان المحدثین — شاہ عبد العزیز دہلوی — ۱۹۵۵ء

۱۰۔ تاریخ اولیاء دہلی — مولوی احمد سعید — ۱۲۵۴ھ

۱۱۔ تذکرہ اہل دہلی — قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی — ۱۹۵۵ء

۱۲۔ تذکرۃ الحفاظ — امام شمس الدین ذہبی — حیدرآباد

۱۳۔ تذکرہ روز روشن — محمد مظفر حسین — ۱۲۹۷ھ

۱۴۔ تذکرہ شاہ ولی اللہ — مولانا مناظر احسن گیلانی — ۱۹۴۶ء

۱۵۔ تذکرہ علمائے فرنگی محل — محمد عنایت اللہ — ۱۹۳۰ء

۱۶۔ تذکرہ علمائے ہند — مولوی رحمٰن علی — ۱۹۱۴ء

۱۷۔ تراجم علمائے اہل حدیث — ابو یحییٰ امام خاں — ۱۹۳۸ء

۱۸۔ تراجم الفضلاء — مرتبہ انتظام اللہ شہابی — ۱۹۵۶ء

۱۹۔ حالات عزیزی — ظہیر الدین سید احمد — ۱۳۴۹ھ

۲۰۔ حدائق الحنفیہ — فقیر محمد جہلمی — ۱۹۰۶ء

۲۱۔ حیات طیبہ — مرزا حیرت دہلوی — لاہور

۲۲۔ حیات عزیزی — شیخ رحیم بخش دہلوی — دہلی

۲۳۔ حیات ولی — " رحیم بخش دہلوی — لاہور

۲۴۔ خزینۃ الاصفیاء — مفتی غلام سرور — ۱۹۱۴

۲۵۔ خلاصہ صنادید عجم — بشیر الدین احمد — ۱۹۴۷

۲۶۔ دلی کی سزا — خواجہ حسن نظامی — ۱۹۴۶

۲۷۔ ذکر میر — میر تقی میر — ۱۹۲۵

۲۸۔ رود کوثر — شیخ محمد اکرام — ۱۹۵۸

۲۹۔ سبحۃ المرجان — غلام علی آزاد بلگرامی — بمبئی

۳۰۔ سرو آزاد — غلام علی آزاد بلگرامی — ۱۹۱۰

۳۱۔ سفینۃ الاولیاء — دارا شکوہ، مترجمہ مولوی محمد علی لطفی — ۱۹۵۹

۳۲۔ سیرۃ سید احمد شہید — ابو الحسن علی ندوی — لکھنؤ

۳۳۔ شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک — مولانا عبید اللہ سندھی — ۱۹۴۲

۳۴۔ شمع انجمن — نواب صدیق حسن خاں — ۱۹۲۳

۳۵۔ علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) مرتبہ محمد ایوب قادری — کراچی — [illegible]

۳۶۔ غدر کے چند علماء — مفتی انتظام اللہ شہابی — ۱۹۴۹

۳۷۔ گل رعنا — حکیم عبد الحی — [illegible]

۳۸۔ مآثر الکرام — غلام علی آزاد بلگرامی — ۱۹۱۰

۳۹۔ مرقع دہلی — نواب درگاہ قلی خاں — حیدرآباد

۴۰۔ واقعات دار الحکومت دہلی — بشیر الدین — ۱۹۱۹

۴۱۔ نزہۃ الخواطر — حکیم عبد الحی — حیدرآباد

۴۲۔ نفحات الانس (اردو) — عبد الرحمٰن جامی — لاہور

[1] ترتیب حواشی میں کثیر تعداد کتابوں کے پیش نظر تھی یہاں بعض اہم کتب حوالہ کی فہرست دی جاتی ہے۔